

پیش قدمی

ابوالاعجاز محمد مسدوق صاحب دہلی

قادیانی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِحَمْدِهِ وَنُصْرَتِهِ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

تَعَمَّتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ (مشکوٰۃ)

دِلِ بِنَا مِی کر تھو اے طلب آہنگہ کا نور دِل کا نور نہیں

(اقبال)

بِقِیَاضَاتِ کَرَمِ —

قطب الاقطاب نعوت الانبیاء خازن رشد و ہدایت شہنشاہ ولایت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب پیر علی حسین شاہ صاحب

نقش لسانی قدس سرہم النورانی علی پوری

بدعت کی حقیقت

حَسْبُ الْإِشْرَاقِ —

رَأْسُ الْمُفَكِّرِينَ

پروفیسر محمد حسین صاحب امجدی

تألیف لطیف:

ابوالاعجاز محمد صدیق ضیاء نقشبندی حسینی

ناشر:

قادی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	بدعت کی حقیقت
مؤلف	ابوالاعجاز محمد صدیق ضیاء نقشبندی حسینی
مقدمہ	حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسیہ علاء العالی
تقدیم	جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ
کتابت	محمد ابراہیم بلال تربیلہ ڈیم
اشاعت سوم	دسمبر 2005
صفحات	304
تحریک	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	چوہدری عبدالجید قادری
قیمت	روپے =

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ مکتبہ جمال کرم سستا ہوٹل لاہور
- ☆ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ☆ شبیر برادرز اردو بازار لاہور
- ☆ روحانی پبلشرز ظہور ہوٹل گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575--0333-4383766

ترتیب مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۱	۱ مقدمہ از پروفیسر محمد حسین صاحب آئی	۷	تقدیر انتساب
"	خاتم الانبیاء علیہم السلام کی بدعتیں	۱۶	کلمات تشکر
۴۲	توحید اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۷	۲ تقدیم از پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب
۴۳	دشمنوں کی سازش	۲۲	دیگر علمائے حق کی تصدیق و تائید
۴۴	شک کی حقیقت	۲۳	تصدیق لطیف علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب
۴۵	بدعت کیا ہے؟	۲۴	تصدیق شریف مفتی محمد یحیٰی صاحب مدین
۴۶	قرآن حکیم کی تدوین اور بدعات	۲۵	تائید لطیف علامہ محمد عبدالحکیم اختر صاحب چانوی صاحب
۵۱	احادیث کی تدوین اور بدعات	۲۶	تائید مزید سید ترازب الحق قادری
"	فقہ اور اصول فقہ	۲۷	ملکی اخبارات و دینی جرائد کے تبصرے
"	علم کلام	۲۸	تبصرہ روزنامہ نوائے وقت
۵۲	بدعتی کون؟	۲۹	مشرق
۵۳	فیصلہ کرنے کا طریقہ	۳۰	نوائے جوہر - جوہر آباد
"	انصاف کی بات	"	پروفیسر محمد یوسف سیالوی
۵۴	فیصلہ کرنے کا دوسرا طریقہ	۳۱	ماہِ طیب سیالکوٹ
۵۸	قرآن پاک مجرب و مسلم کی تصدیق کیلئے ایک ترمیم کیلئے!	۳۲	ضیائے حرم - لاہور
۶۱	تصریحات و یوں	۳۳	رضائے مصطفیٰ - گوجرانوالہ
۶۳	ہماری گزارش	"	ندائے اہل سنت - لاہور
۶۴	مولانا مودودی کا تصور بدعت	۳۴	نظرِ اولین (مقصد تالیف)
۶۵	زیر نظر کتاب (تبصرہ)	۳۵	اشارات (ایک اجمالی خاکہ)
۶۶		۳۸	

۶۹ تقریباً لطیف (ابوالشفا حافظ
محمد سعید صاحب)

۷۳ بدعت کی حقیقت (منظوم تقریباً)
پروفیسر محمد حسین صاحب آری

۷۵ بدعت کی تعریف لغوی اور شرعی

۷۶ اعتقادی

۷۷ عملی

۷۸ قابل غور و فکر

۷۹ عملی بدعت کی تقسیم (حسنہ اور ستیہ)

۸۰ اجمال کے بعد تفصیل

۸۱ آیتہ کریمہ الحدید (نبوت بدعت حسنہ)

۸۲ ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی

۸۳ ترجمہ اشرف علی تھانوی

۸۴ ترجمہ مولانا مودودی

۸۵ احادیث شریفہ

۸۶ پہلی حدیث شریفہ (مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً)

۸۷ دوسری حدیث شریفہ (مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)

۸۸ مسلک مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

۸۹ تیسری حدیث مبارک (مَنْ أَبْدَعَ بِدْعَةً ضَلَّ لَهْجًا)

۸۹ چوتھی حدیث مقدس (لا تبع مع امتی علی الضلالة)

۹۰ مدار حسن و قبح (شرعیات سے موافقت)

۹۱ وجوب بدعت حسنہ (بدعت کا واجب ہونا)

۱۰۱ فرق مراتب (احکام شریعت)

۱۰۵ سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
(نعمت الیدعة ہذہ پر تفصیلی بحث)

۱۱۳ مسلمانوں کی راہ اور ایک تنبیہ
(جدا راہ گمراہی ہے)

۱۱۸ چند اعتراضات کا جائزہ
(اشکالات اور ان کا حل)

۱۱۹ اشکال اول بدعت کے حکم کیلئے علم ضروری

۱۲۱ اشکال دوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

۱۲۳ اشکال سوم ارشادات صحابہ رضی اللہ عنہم
ایک وضاحت

۱۲۴ اشکال چہارم کیا ہر نیا کام کرنے
والے کو مدعی نبوت کہہ سکتے ہیں؟

۱۲۹ اشکال پنجم عالم اسباب متعلق
نئی چیزوں کا حکم؟

۱۳۰ اشکال ششم ایسے امور جن کا حکم نہ دیا گیا ہو؟

۱۳۳ اشکال ہفتم غیر فرض کو فرض بتانا کیسا؟

۱۳۵ اشکال ہشتم حکم لعنت کس کے لیے؟

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۱	توضیح (نگری نام بخاری کی بدعت کہنے کا کار)	۱۳۹	اشکال ہم۔ کیا بدعت ہمیشہ تیسرے ہوتی ہے؟
۱۷۲	بہر ویت ۔ اہل سنت و جماعت پر مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم کا الزام؟	۱۴۱	اشکال دہم۔ نیت کا اعتبار
۱۷۳	بہر ویت کا حل۔ الزام گلے زبوں کا اہل سنت (دیکھ جائزہ)	۱۴۲	ایک بے جان شجر
۱۷۸	توضیح۔ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کے متوفاقیین۔		حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہوئی تو میں کسی کا بدعت یا حرمت کا حکم کرنا؟
۱۸۰	فائدہ۔ الزام کا غلط ثابت ہونا		ابطال شجر
۱۸۰	مرد و بچہ بدعات (مختصر فرست)		(حرمت جنت ادباحت سے متعلق قواعد و ضوابط)
۱۸۳	لمحرف کریہ۔ مخالفین خود مبسوط بدعات پر عمل پیرا ہیں	۱۳۹	پہلی آیت۔ کسی کا اپنی طرف سے حلال و حرام کرنا
۱۸۶	لطیفہ۔ محفل میلاد منانے والوں میں سے بعض کے پیرو مشداد بعض کو بدعتی کہنا (منطق و بیان)	۱۳۹	دوسری آیت۔ حرام کی تفصیل
۱۸۷	مفسرین کا عقیدہ۔ مخالفین کے علم و عمل کا جائزہ	۱۵۰	ہماری عرض۔ بدعت اور حرمت کی تفصیل۔ (ایک استفادہ)
۱۹۱	محفل میلاد ۔ نعت عظمیٰ اور تحریک نعتیہ کا افادیت ایک اعتراض کا جائزہ اور مواضع		تیسری آیت۔ پاک چیزیں حلال ہیں
۲۰۱	سوال اور جواب۔ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زبانی اپنا میلاد بیان کرنے کا جواب)	۱۵۱	چوتھی آیت۔ رب تعالیٰ کی معافی
۲۰۲	دوسرا سوال اور جواب۔ (حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے میلاد خواں کا ثبوت)	۱۵۲	پانچویں آیت۔ اطہار رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۲۰۴	حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا عمل اور اس کا مانعین کے پیرو مشداد اور دیگر بزرگوں کا عمل۔	۱۵۳	چار احادیث۔ رب تعالیٰ کی خاموشی اور کلام
۲۰۴	منکرات سے اجتناب۔ (غیر شرعی امور سے بچنا)	۱۵۸	اشیاء میں اصل اباحت ہے
۲۰۷	اعتراض اور جائزہ۔ نعمت کا اظہار اور مال خرچ کرنا۔	۱۵۹	عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں
۲۱۱	ایک اور اعتراض اور اس کا جائزہ (آوصاف و خوبی اور آوصاف نام)	۱۶۰	عدم جواز کے لیے نفس مرتجح؟
		۱۶۳	مفتی شریعت کے لیے احتیاط؟
			توضیح (جمع قرآن پاک سے)
		۱۶۵	دوسرا ختم ۔ کون سا کلام میں جاری ہونے والا ہے اور کون سے اہل سنت کے لیے بدعت ہے؟
			ازالہ شجر (لفظ خیر کا جائزہ)
			(چار احادیث مہارت اور دو آیات کریمہ کے مفہوم)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۱	اس فتویٰ سے ثابت شدہ باتیں (فتاویٰ رشیدیہ کی ناکامی)	۲۱۵	منکرات کیا ہیں؟ (ایک مختصر نثر)
۲۵۳	تعیین یوم کا قاعدہ (وقت نکلنے میں بہت)	۲۱۶	مانعین بدعتِ حسنہ اور محفلِ میلاد (المختص علی المنقذ سے استدلال)
۲۵۹	عرس ضرورت و اہمیت	۲۱۷	تاریخ ولادت اور عملِ اہمیت (تقریباً اہل)
۲۶۱	مطالبہ اور وضاحت بزرگی کے اس محفل و عظ و نصیحت	۲۲۱	جلوسِ میلاد تشریح و نعمت اور
۲۶۳	سوال و جواب۔ سفرِ عرس کا ثبوت	۲۲۲	شوکتِ اسلام کا عظیم مظاہرہ
۲۶۳	ایک اور سوال اور اس کا جواب بزرگوں کی طرف سے انعقادِ عرس کا ثبوت	۲۲۵	مطالبہ اور وضاحت طرزِ جلوس کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
۲۶۷	دلچسپ واقعہ۔ ۲۰۰ دیوبندی علماء کا سینا میں شرکت کیلئے نیشنل کونسل ہندوستان گنور۔	۲۲۷	دوسرا مطالبہ اور اس کی وضاحت ہجرتِ مدینہ سے جلوس کا ثبوت۔
۲۶۹	مسئلہ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر ایک نظر	۲۳۰	غور طلب۔ ہر کسی کے جشنِ کاہنہ کر کے زوال سے استفسار۔
۲۸۱	مطالبہ اور وضاحت (افطلاحاً میں تطبیق)	۲۳۱	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال اور جلوس
۲۸۲	صلوٰۃ و سلام قبل اذان (ایک مفرد بیان)	۲۳۲	ضروری بات۔ دوپہلی میں دو ٹوں کے لیے جماعتِ اسلامی کی طرف شوکتِ اسلام کا جلوس
۲۸۹	مفتی جنگ کا فتویٰ مجاز	۲۳۶	ایصالِ ثواب (تفصیلی بیان)
۲۹۳	عدالتِ قارئین	۲۳۷	تقریر یوم۔ (احادیث سے ثبوت)
۲۹۳	ماخذِ کتاب ۔ ڈیڑھ سو زائد کتب معتبرہ	۲۵۰	فتاویٰ رشیدیہ کا دلچسپ فتویٰ (سوم جلد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَكْرَمِ

نذیر انتساب

تیری رحمت کا یہی پائیں رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چننے میں پیش کرنے کیلئے (بتعرف)

شاہانِ بندہ نواز کے حضور نذیریں پیش کرنا غلامانِ وفا پیشہ کے آدابِ سعادت میں داخل رہا ہے، لیکن اس فقیر تہی دامن کے پاس کون سا سرمایہ ہے جو اپنے کربستانِ بندہ پرور کے حضور پیش کرے۔ ہاں یہی گلدستہ اوراق ہے جو انکھی کے حسنِ تعریف سے تیار ہوا ہے۔ کیوں نہ، نذیرِ غلامانہ کے طور پر، اسی کو پیش کروں اس شفیق و رحیم، رفیع و عظیم اُس خواجہ و مولا کی بارگاہِ چرخِ اشتباہ میں جو اپنے جدِ امجد حضور شاہِ لاثانی کی طرح اپنے دور میں فقر و ورع کا امام لاثانی ہوا (رحمۃ اللہ علیہما)۔

جس نے ہزاروں دلوں میں توحیدِ خداوندی اور عشقِ رسول (جل و علا فیصلی المولیٰ علیہ وسلم) کے نہ بچھنے والے چراغِ روشن کئے اور لاکھوں کے سفینہ ہائے ایمان کو حسنِ خاتمہ کے ساحلِ عاقبت تک پہنچایا۔

جس کی یادِ دامن سے امیدوں کی کلیاں شگفتہ ہوتی رہیں اور جس کا حسنِ دلنواز ارمانوں کے لالہ و گل میں ننگ بھرتا رہا۔

جس کے فیضِ نظر نے مجھ ایسے سچیدان کو بھی حمایتِ حق کے شعور اور ابطلِ باطل کے جذبے سے سرشار کیا

وہ کون — یعنی

مرشدِ عالی وقار، خواجہ کرم شہار، غوثِ اغیاث و قطبِ مدار، وارثِ
رسولِ مٹھا نورِ حیدرِ گزار، اعلیٰ حضرتِ عظیم البرکت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب
نقشِ لاثانی (نقشبندی، قادسی، ہشتی، سہروردی) قدس سرہ النورانی بانی بزمِ لاثانی پاکستان
اور پھراس کی بارگاہِ بیکس پناہ میں

جو میرے شیخِ کامل کا نختِ جگر اور فرزندِ اکبر ہے
جو مسندِ لاثانی کی زینت، فیضِ لاثانی کا قاسم اور نقشِ لاثانی کا مظہر ہے
جو صورت و سیرت اور عادات و اطوار میں اپنے والدِ گرامی کی نشانی ہے
جو عالمِ اجل، فاضلِ بے بدل اور عارفِ معارفِ حقانی ہے
جو صبر و شکر کا پیکر اور تسلیم و رضا کا مجسمہ ہے

یعنی

صدرالعلماء الراغبین، فخرالادویا الکاملین، سیدی و سندی و مستندی —
حضرتِ الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقشہ نقشِ لاثانی
مدظلہ النورانی۔ سرپرستِ اعلیٰ بزمِ لاثانی

صد شکر کہ ہستم بظلمِ دو دلی

ع

نیاز کیش

سگِ بارگاہِ نقشِ لاثانی

ضیاء

ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

تحدیثِ نعمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ و تسلیم کی رحمت و برکت سے کتاب مستطاب بدعت کی حقیقت کا تیسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ربیع الاول ۱۴۱۰ھ میں منظر عام پر آیا تو دوسرا ربیع الاول ۱۴۱۵ھ میں طبع ہوا اور پھر جلد ہی کتاب مارکیٹ میں نایاب ہو گئی۔

تیسرا ایڈیشن بھی سرعت کا متقاضی تھا لیکن بعض نامعلوم وجوہات کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ اب خدا بھلا کرے جناب چوہدی عبدالمجید قادری مالک قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور کا کہ انہوں نے دست تعاون بڑھایا اور اشاعت سوم کا بیڑہ اٹھایا۔ ایک دو مقامات کی معمولی اصلاح کے علاوہ اس کے بے ترتیب صفحات کو باقاعدہ ترتیب دے کر کتاب کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا ہے امید کرتا ہوں اب یہ پہلے سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگی۔

میں حضور نبی کریم روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ و تسلیم کی رافت و رحمت کو وسیلہ بنا کر منعم حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتا ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ کتاب کو پہلے سے بھی زیادہ نافع بنائے۔ میرے لئے کفارہ سیئات بنائے اور حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

سگ بارگاہ مرشد

محمد صدیق ضیاء نقشبندی قادری

کلمات شکر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت و عنایت سے زیر نظر کتاب پدعت کی حقیقت کا دوسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے یہ میرے استاذ گرامی مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان کے حکم کی تعمیل میں، انہی کی توجہات کی برکت سے پہلی بار ربیع الاول ۱۴۱۰ھ میں منظر عام پر آئی اور شاہ شاہ لاثانی اور حضور نقشبندی لاثانی قدس سرہم النورانی کے سالانہ عرس مقدس کے روح پرور اور مبارک موقع پر مخزن خیر و برکت، سراپا رشد و کرامت، زبدۃ الاولیاء، قلاۃ الاصغیاء عارف معارف حقانی، قاسم نبی لاثانی، حضور قبلہ عالم حضرت الحاج المحافظ پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشبند نقشبندی لاثانی و امت برکاتہم القدسیہ کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی۔ آپ نے بہت پسند فرمائی۔ تحسین و آفرین سے نوازا بلکہ ظاہری و باطنی انعامات اور نقشبندی مجددی فیوض و برکات سے مالامال کروایا۔ بات مخروبا کی نہیں تحدیث نعمت کی ہے سے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی نظر کرم ہوئی اور کتاب سر خاص و عام نے پسند کی۔ مزید حیدر علمائے حق نے اس کی توثیق فرمائی، بعض علی اخبارات و جرائد نے تبصرے شائع کیے۔ اوہر عوام الناس روشناس ہوئے اور کتاب ہاتھوں ہاتھ نکلی اور جلد ختم ہو گئی۔ دوبارہ اشاعت کے مطالبے ہونے لگے خصوصاً استاذی المحکم و المحترم

لے مزید تفصیل کے ساتھ پیر سے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔
 لیکن اشاعت دوسری تاخیر ہوئی رہی۔ ملی و شہسواروں کے علاوہ دیگر
 کا ایک بڑا سبب مخالفین کی طرف سے مگر زورید کا استعارہ بھی تھا تاکہ تمام حجت
 کے لیے جواب و جواب بھی اسی اشاعت میں شامل کر دیا جائے۔ لیکن یہ تعارض
 کے فضل و کرم سے کسی کو جڑت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ بقول محبوب الرسول مکتوبی جوہر آباد
 سرگودھا کے ایک محقق نے تو مطالبہ کے باوجود صرف یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ کتاب میں
 ان کی اتنی بھی مذمت نہیں کی گئی کہ ان کے لیے جواب دینا ضروری ہو۔ البتہ مقامی
 حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور فخریہ طوڈ پر تین چار کتابیں جن میں دیوبندی مفتی اعظم
 محمد شفیع کی کتاب "سنت و بدعت" ماہر العابدی اور عامر عثمانی وغیرہ کے مقالات
 پر مشتمل ادارہ اسلامیات لاہور کی کتاب "بدعت کیا ہے" جلد سے شائع ہونے
 والی ابو بکر الجزایری اور مشتاق علی ندوی کی کتاب "مخمل میلاد" اور مولانا اشرف علی
 تھانوی کی کتاب "افاضات یومیہ" شامل ہیں بھجوائی گئیں۔ کچھ سوالات زبانی بھی
 کیے گئے۔

اب حضرت استاذی المکرم کے حکم کی تعمیل کے ساتھ ساتھ مذکورہ کتب
 کے متعلقہ نکات کا جائزہ لینا بھی ضروری سمجھا۔ لیکن ہوشربا گرائی کے دور
 میں ضخامت بڑھنے کا خوف بھی دامن گیر تھا۔ لہذا تمام مضامین کے بجائے
 کتاب کے مجمل مقامات کو قدرے مفصل کیا۔ اور اسی دوران مخالفین کی مطلوبہ
 کتب کے مختلف نکات کا جائزہ بھی پیش کر دیا۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم نے
 ان کے دلائل کو تار عنکبوت سے بھی کزور ثابت کیا ہے۔ انہوں نے طبعی میں
 دب کر بیٹیا میٹ ہونے کے خوف سے بے نیاز ہو کر محض ریت کی دیواروں
 تلے پناہ لینے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے ان کے حکیم "امت اور مفتی اعظم نے
 تو جا بجا حدیث پاک کے فکر کے بعد اس کی مخالفت کی ہے۔ فرمائیے! جنہیں خود

اپنی حفاظت کے لیے مضبوط بہار انہیں مل سکا ان کی پر فریب منصبی شان و شوکت
ذرت کو کیا تحفظ دے سکے گی۔ اور ہم نے ان کی تلبیسات کو طشت ازبام کر دیا
ہے۔ بنظر انصاف مطالعہ کیا گیا تو اصلاح کی قوی امید ہے۔

اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے خصوصاً مسعودیت پر فہم
ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا جنہوں نے بصیرت افروز تقدیم اور مفید ہدایات سے
نوازا۔ بساط بھر استفادہ کیا گیا اور ضمیرِ انہی کی راہنمائی پر ختم کر دیا گیا ہے۔
پھر حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی کا جنہوں نے خوبصورت تاثرات
بھیجے اور سرورق کی اصلاح کے لیے راہنمائی فرمائی۔ علاوہ ازیں فاضل شہر
علامہ اختر شاہ بھانپوری نور اللہ مرقدہ بھی اپنے تاثرات سے بڑی دلچسپی فرما
گئے۔ پھر لعل حریت شاہ تراب الحق قادری، جناب مفتی محمد ریاض الدین
اور جناب پروفیسر محمد ایوب سیالوی نے تصدیق و تائید سے سرفراز فرمایا۔

مناظر اسلام مولانا محمد ضیاء اللہ قادری نے ماہِ طیبہ میں، مولانا ابو داؤد
محمد صادق صاحب نے رضائے مصطفیٰ میں اور پیر زاہد اقبال احمد فاروقی نے
مذاہم اہل سنت میں تبصرے شائع کیے۔ مناظر اسلام نے تو کتاب کے
پچیس (۲۵) نسخے بھی خریدے۔ ضیائے حرم لاہور نے بھی تبصرہ کے ذریعے
اپنے قارئین کو روشناس کرایا۔ روزنامہ نوائے وقت اور روزنامہ مشرق نے
بھی دلچسپ تبصرے شائع کیے، سب کامتوں احسان ہوں۔

علاوہ ازیں الحاج شیخ محمد حنیف نقشبندی (گوہر الزوال) بھی میرے محسن ہیں
اشاعت اول میں انہوں نے بڑی تگ و دو کی۔ وقت کی قلت کے پیش نظر
بعض مقامات کی کتابت اور طباعت انہی کے ذمہ رہی۔ پھر کتابیں لاہور سے
گوہر الزوال اور وہاں سے (ان کا ایک حصہ) علی پور شریف پہنچانے کا بندوبست
فرمایا، ماہِ طیبہ اور رضائے مصطفیٰ میں تبصرے شائع کرائے۔ یہی نہیں بلکہ

ایک سو سے زائد نسخے خریدے اور علما و شائقین میں مفت تقسیم کر دیے۔
 تزیلا ڈیم میں چوہدری محمد سلیم صاحب کا نام سر فہرست رہا۔ ایک سو سے
 زائد کتابیں بدینہ نکالنے کے علاوہ علامہ شرف قادری اور علامہ اختر شاہ پھانپوری
 سے تاثرات حاصل کیے۔ انہوں نے حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی خدمت
 میں بھی تبصرہ کے لیے دو نسخے پیش کیے اور بقول چوہدری صاحب ایک انہوں
 نے امریکن لائبریری میں بھیج دیا اور دوسرا نسخہ سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ
 عنہ کے نظریہ بدعت پر تحقیق کے لیے کسی بہترین کتاب کے متلاشی ایک
 نو مسلم سکالر کو دے دیا کہ اس میں آپ کا نظریہ نسبتاً بہترین انداز میں
 پیش کیا گیا ہے۔

آخر میں جناب محمد ابراہیم بلال صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں
 نے کتابت کے مراحل کو آسان کیا اور بہترین کتابت کے ساتھ ساتھ مفید
 مشوروں سے بھی نوازا۔

سگ بارگاہِ مرشد

ضیاء

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

بِسْمِ تَعَالَى

تقدیم

محققِ دوراں، ادیبِ نماں، رئیسِ العلماء والفضلاء جامعِ علومِ تقدیمہ و جدیدہ
جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی، سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج
پوسٹ گریجویٹ سنٹر، سکمر (سندھ)

اللہ شکر اور بدعت کے الفاظ پہلے اتنے نہ لکھے گئے جتنے اب لکھے ہیں
یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے۔ کیا اس لیے نہ سننے گئے کچھ
لوگ شرک و بدعت کی حقیقت سے واقف نہ تھے اور جی میں جو آنا کر کے چلے جاتے؟
جو باتیں آج شرک و بدعت بتائی جاتی ہیں ان پر تو صدیوں سے عمل ہو رہا ہے
کیا کچھ مسلمان سب گمراہ تھے؟ یہ بات عقل سلیم ماننے کے
لیے تیار نہیں۔ اس سوال کا جواب دینے میں عقل کچھ پریشان نظر آتی
ہے۔ وہ ان الفاظ کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔
ان الفاظ کے پیچھے اس کو فتنوں کا ایک طوفان اٹھنا ہوا اور سازشوں کا ایک جال بھیلنا
ہوا نظر آتا ہے جن کا ہدف عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جن کا
نشانہ محبتِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم ہے۔ ہاں یہ وہ الفاظ وہ مؤثر ہتھیار
ہیں جن سے عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رگیں کاٹی جاتی ہیں اور مسلمان کو آن کی آن
میں بے دم کر دیا جاتا ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جن سے روزِ روشن سے زیادہ
روشن حقیقتوں کا خون کیا جاتا ہے۔ یہ وہ آلات ہیں جن سے دلوں کو مسوسا
جاتا ہے اور دماغوں کو نچوڑا جاتا ہے۔

فردت یعنی کہ اس فریب کا پردہ چاک کیا جائے۔

علامہ پروفیسر محمد حسین آسی زید لفظ نے اپنے تلمیذ رشید جناب محمد صدیق ضیاء نقشبندی زید مجدد کو وقت کی اس اہم ضرورت کی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے بدعت کی حقیقت پر یہ مقالہ قلم بند فرمایا جس میں موضوع کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آیات و احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے جتنی کہ مخالفین کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ طرز بیان ثابۃ، دل پذیر اور معقول ہے البتہ کہیں کہیں مناظرانہ رنگ کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔

فاضل مصنف محمد صدیق ضیاء صاحب اپنے مرشد کریم حضرت سید علی حسین علی پوری علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں، آجکل تریبلا ڈیم میں ملازم ہیں۔ یہ ڈیم تو زمینوں کو سیراب کرتا ہے اور بجلی پیدا کرتا ہے مگر فاضل مصنف دلوں کو سیراب کر رہے ہیں اور دعاؤں کو روشن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ادرہ مہمت و استقامت عطا فرمائے۔ آمین!۔۔۔۔۔ اس میں شک نہیں ان کی تصنیف بدعت کی حقیقت نوجوان نسل کی پریشان خیالیوں کا مؤثر علاج ہے۔

اس کتاب پر پروفیسر محمد حسین آسی زید عنایت نے شرک و بدعت کے عنوان سے بطور مقدمہ مفید گفتگو فرمائی ہے اور دل نشین باتیں کہی ہیں۔ موصوف کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ، عقیدہ توحید ہے جو دربارہ التماث صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جتنی محبت ہوگی اتنا ہی یہ عقیدہ محکم ہوگا اور جتنی محبت کم ہوگی، اتنا ہی یہ عقیدہ کمزور ہوتا چلا جائے گا۔ عقیدہ توحید بغير عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اولولہ پیدا نہیں کر سکتا، بلکہ خود زندہ نہیں رہ سکتا اور وہ حرارت پیدا نہیں کر سکتا جو اس کا مطلوب و مقصود ہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدہ توحید کی اساس ہے۔ دشمنان اسلام نے اس بنیاد کو ڈھانے کے لیے

یہ تدبیر سوچی کہ ایسی ہر سوچ کو شرک قرار دیا جائے جس کا عنوان تعظیم رسول تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس طرح فسوزندانِ توحید کی شرک سے بیزاری کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور بیت سے مسلمانوں کو راہ سے بے راہ کیا۔ یہ ایک عظیم المیہ ہے۔

جہاں تک شرک کا تعلق ہے، اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو خدامانا

۲۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو خالق تصور کرنا

۳۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کی عبادت کرنا

مسلمانوں میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی نبی، رسول، ولی کے

متعلق ان تینوں مشرکانہ عقیدوں میں سے کوئی عقیدہ رکھتا ہو۔ اگر کوئی بزمِ خود

یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے مشرک ہیں تو اس کی سوچ اس حدیث شریف کے منافی

ہے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خدشہ نہیں، اندیشہ یہ ہے کہ کہیں تم

دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

اور یہ اندیشہ سامنے آیا، آج عالمِ دعویٰ سب اس دنیا میں مبتلا ہیں۔ مستثنیات

کی بات الگ ہے۔

جہاں تک بدعت کا تعلق ہے۔ لغوی اعتبار سے ہر نیا کام بدعت

ہے اور اصطلاحِ شریعت میں ہر وہ نیا کام بدعت ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

حیاتِ ظاہری کے بعد رونما ہوا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

یا تو وہ نیا کام اچھا ہو گا یا بُرا۔ اگر وہ نیا کام روحِ شریعت کے مطابق ہے تو اچھا

ہے ورنہ بُرا ہے۔ یہ ایک سیدھا سادا معقول اصول ہے۔ اگر ہم

یہ اصرار کریں کہ نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کے بعد ظاہر ہونے

لے بدعت کی حقیقت، ص: ۱۲، بحوالہ بخاری شریف

والا ہر کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے تو پھر اس تاریخی حقیقت کا کیا جواب ہو گا کہ وہ نئی نئی باتیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے بعد وجود میں آئیں اور سب ہی نے ان کو اپنایا، سب نے اچھا سمجھا، کسی نے اعتراض نہ کیا تو ان باتوں پر عمل کرنے والے اور اس کی تائید کرنے والوں پر کیا حکم لگایا جائیگا؟ _____ مثلاً:

۱۔ استدآن حکیم عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع نہیں کیا گیا۔ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس طرف متوجہ فرمایا

اور جب انہوں نے انکار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم یہ تو اچھا کام ہے!

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کام کی اچھائی کو تسلیم فرمایا اور قرآنِ کریم

اپنی نگرانی میں مدقن و مرتب کرایا۔

۲۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ اور روزانہ نمازِ تراویح ادا نہ

فرمائی، اس لیے کہ کہیں رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ساتھ

تراویح بھی فرض نہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

اپنے عہدِ مبارک میں اس کو منظم کیا اور فرمایا:

”یہ کیسی اچھی بدعت ہے؟“

۳۔ نمازِ چاشت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

”یہ نئی نئی اچھی باتوں میں سے ایک اچھی بات ہے!“

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نئی نئی باتیں

نکلتی رہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جسیلیل القدر

ہستیوں نے ان باتوں کو اچھا کہا اور خود عمل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھی

بات ہر حالت میں اچھی ہے خواہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی کیوں نہ

۱۵۔ بدعت کی حقیقت، ص: ۱۵ ۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۶ ۱۷۔ ایضاً، ص: ۱۷

اور ایسی ہی پسندیدہ باتوں کے لیے حضرت شیخ عبدالمحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھی بدعت سنت کو تقویت دینے والی اور بدواج دینے والی ہوتی ہے، یعنی ہر وہ نئی بات اچھی ہے جس سے سنت کو تقویت ملے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فرمایا جس کام کی خوبی و اچھالی قرآن و حدیث سے صراحتاً یا اشارتاً ثابت ہو وہ اچھا ہے۔ اس لیے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اصولی طور پر ایسی نئی باتوں کو سنت میں داخل کیا ہے یعنی ایسی بدعت ہرگز ضلالت و گمراہی نہیں بلکہ باعثِ اجر و ثواب ہے۔

اصل میں اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، اس لیے ایسی نئی بات جو بظاہر اچھی ہو، نیت میں فتور کی وجہ سے بُری ہو سکتی ہے۔ اور ایسی نئی بات جو بظاہر بُری معلوم ہوتی ہو، نیت میں خیر کی وجہ سے اچھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ قاسق و فاجر جو اچھا کام کرنے و اچھا نہیں اور نہ اس لائق ہے کہ نیک لوگ اس پر عمل کریں۔ یہ بات بھی معقول نہیں کیونکہ اچھا کام تو اچھا ہی ہے خواہ قاسق و فاجر ہی کرے مثلاً ابتدا میں قرآن حکیم میں الفاظ و حروف پر نقطے نہ تھے، یہ نقطے پہلی صدی ہجری کے آخر میں حجاج بن یوسف نے ڈلوائے۔ وہ ہم عجیبوں کو قرآن پڑھنا مشکل ہو جاتا لیکن باوجود حجاج بن یوسف کے فسق و فجور کے اس کا یہ احسان ہم مسلمانوں پر ہے اور اس کام کی اچھالی سے کسی کو انکار نہیں، سب اس کام کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

اصل میں نئی نئی باتیں نکالنا اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرنا انسان کی فطرت ہے اور اسلام دینِ فطرت ہے، اس میں خلافِ فطرت کوئی بات نہیں اس لیے بعض شرائط کے ساتھ اسلام میں نئی چیزوں اور نئی باتوں کی بالکل گنجائش ہے، جو اس سے انکار کرتا

ہے وہ اسلام کے دینِ فطرت ہونے سے انکار کرتا ہے۔
قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں مجھے چھوڑ
گئے۔ (سورۃ یس، آیت نمبر ۱۲)

ظاہر ہے یہاں نشانیوں سے مراد وہ اچھی بُری باتیں ہیں جو انسان اپنے پیچھے یاد رکھ
چھوڑ جاتا ہے اور جس کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے:

جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان
کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں، ان کا ثواب کم ہو بغیر
اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی
بد عملی کا گناہ ہے اور ان کی بد عملیوں کا جو اس کے بعد اس پر کاربند ہوں
اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں سے کچھ کم کیا جائے۔

تو حدیث شریف سے یہ ثابت ہوا کہ نئی باتوں کا نکالنا انسان کی فطرت ہے اس لیے یہ نئی
باتیں نکلتی رہیں گی، ہاں اچھی باتوں پر ثواب ملے گا اور بُری باتوں پر عذاب۔
المختصر فاضل مصنف محمد صدیق ضیاء زید مجدہ نے بدعت کی حقیقت پر سیر حاصل
بحث فرمائی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا ہے۔ موصوف نے بدعت کی تشریح و
تصریح کے ساتھ ساتھ محفل میلاد، جلوس میلاد، عرس، صلوٰۃ قبل اذان وغیرہ امور خیر پر بھی
محققوں و مدلل گفتگو کی ہے۔

حقیقت میں شرک و بدعت کے خلاف یہ شور و شر ایک عالمی سازش کا حصہ ہے
جس کا مقصد مسلمانوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور لے جانا اور سلف صالحین
سے بیگانہ بنانا ہے۔ اس عالمی سازش کے کارندے قرآن و حدیث کی
غلط تعبیرات کر کے مسلمانوں کو ایسی باتوں سے روکتے ہیں جن سے عشق رسول صلی اللہ

علیہ وسلم میں اِفاضہ ہو، فلاکاری و جہاں نشاری کا جذبہ پیدا ہو، آرزوؤں اور تمناؤں کا سیلاب امنڈنے لگے، شہادت کے لیے روح پھلنے لگے۔

مولائے کریم ہمیں دشمنانِ دین کے فریب سے محفوظ رکھے اور ہمارے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی آگ بھڑکا دے جس کو کوئی ٹھنڈا نہ کر سکے۔

بمصطفیٰ برسوں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بادِ نرسیدی تمام بولہبی ست

اللہ تعالیٰ فاضلِ مصنف جناب محمد صدیق ضیاً صاحب زید مجدہ، انکے استادِ محترم علامہ پروفیسر محمد حسین اسی زید لطفہ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے ملتِ اسلامیہ پر احسان فرمایا اور اصلاحِ فکر و خیال کے لیے ایک علمی تحفہ عطا فرمایا۔ آمین، بجا سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

۲۸ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ

۶ دسمبر ۱۹۹۱ء

یوم جمعۃ المبارک

احقر محمد مسعود احمد

دیگر علماء اہل حق کی تصدیق و تائید

تصدیق لطیف

فاضلِ علیل، عالمِ نبیل، جامعِ علومِ عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ
محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محفل میلاد، جلوس، عرس، صلوٰۃ و سلام اذان سے پہلے اور بعد ایسے مستحسن امور
ہیں جو صدیوں سے مسلمانوں میں رائج ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
دیگر بارگاہِ الہی کے مقربین کی عقیدت و محبت کے مظاہر ہیں، ان کے بارے میں یہ تصور
کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی سنتیں چاہے ادا نہ کرو، صرف ان معمولات کا سرانجام دینا کافی ہے، مستحبات
کا درجہ فرائض، واجبات اور سنن کے بعد ہے۔

اسی طرح ان مستحب معمولات کو بدعتِ سنیہ اور حرام قرار دینا ناپسندیدہ جرات
کے زمرے میں آتا ہے، مولانا علامہ ابوالاعجاز محمد صدیق نقشبندی زید مجدہ کی تصنیف
لطیف "بدعت کی حقیقت" کے جتنے جتنے مقامات دیکھنے سے دلی مسرت حاصل
ہوئی، جس میں انہوں نے بدعت کے بارے میں سیر حاصل بحث کے دوران برسی عمدگ
سے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے اور آخر میں معمولات اہل سنت میلاد شریف وغیرہ
کے حجاز اور استحسان پر فاضلانہ گفتگو کی ہے۔ ان کی تحریر دلائل اور مقبولیت سے
لبریز ہے، زبان و بیان کی چاشنی قاری کی دلچسپی کا باعث ہے۔

مزید خوشی اس بات کی ہے کہ یہ کام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ
کی ہدایت اور رہنمائی میں پاپیہ تکمیل تک پہنچا ہے۔ امید کی جانی چاہیے کہ وہ جناب مؤلف
کو اس راہ پر چلتے رہنے کا پابند کریں گے تاکہ عوام و خواص انکے رشحاتِ قلم سے مستفید ہوتے رہیں

تصدیق شریف

جامع معقول و متقول، حاوی قروع و اصول، ابو النصر پیر مفتی محمد ریاض الدین صاحب،

شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ، ریاض الاسلام، _____، الہک

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم، بسم اللہ الرحمن الرحیم —

کتاب کا چند مقامات سے بغور مطالعہ کیا ہے، الحمد للہ رب العالمین! کہ

جس طرح زیور طباعت کی تمام ضرورتوں سے آراستہ ہے، اسی طرح لباس تحقیق

کی بھی بہت سی خوبیوں سے پیرا ہے۔ فاضل ممتاز حضرت علامہ مولانا ابوالاعجاز

محترم محمد صدیق صاحب ضیاء نقشبندی سلمہ القوی بلاشبہ قابلِ داد اور لائقِ آفرین

یہ میدانِ تحریر میں ان کا یہ پہلا قدم ہونے کے لحاظ سے نہایت ہی قابلِ قدر ہے۔

جس حسین و بہترین انداز میں انہوں نے مبعودہ دیگر ضروری مسائل کے مسئلہ بدعتِ رشتی

ڈالی ہے، ایک منصف مزاج انسان کے لیے تو اس کی تحسین ہی زیب دیتی ہے باقی

ساری چیزوں سے قطع نظر موجودہ روز افزوں مہنگائی کے ہوشِ رُبا دور میں ایسی

خوبصورت کتاب کا اپنے مسلک کی حمایت کے لیے منظرِ عام پر لانا ہی کیا کم ہے۔ لہذا

ضرورتِ اس امر کی ہے کہ فاضل مؤلف کی خوب حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ بحرِ تحریر

کے بہترین شتا اور خدمتِ دین کے نامور خادم بن کر دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت

کر سکیں اور اپنی تحریروں سے خلقِ خدا کو مزید درمزید فائدہ پہنچا سکیں۔ میری دعا

ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس گرانب قدر کاوش کو درجہ قبولیت سے نوازے اور عوام الناس

کو اس سے فائدہ اٹھانے اور نشر و اشاعت میں ان کا ہاتھ بٹانے کی توفیق نصیب فرمائے

آمین! و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

واحرز دعوانا الحمد للہ رب العالمین

یحییٰ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ ہجری المقدس (۱۷ فروری ۱۹۹۱ء)

تائیدِ لطیف

محقق کبیر، مصنف شہیر، مترجم کتب احادیث، حضرت علامہ
عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری مظہری مجددی، بانی مرکزی مجلس امام اعظم لاہور

نحمدہ و نصلی و سلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

کتاب بدعت کی حقیقت "موصول ہوں جو جناب محمد صدیق ضیا صاحب
زید مجدہ کی پہلی اور کامیاب تصنیف ہے۔ کتاب کو باوجود علالت کے مختلف
مقامات سے پڑھا اور بعض بیانات تو بار بار پڑھنے پڑے، ماشاء اللہ، جزاک اللہ!
خوب لکھا، بلکہ بہت ہی خوب لکھا۔ میرے نزدیک عوام الناس کی فہمائش کے لیے
اس موضوع پر جتنی کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں، یہ کتاب ان میں متفرد اور ممتاز
ہے۔ خدائے ذوالمنن سے شرف قبولیت سے نوازے اور نافع خلایق بتائے آمین!
انداز بیان سادہ پرکشش، دل نشیں، پر وقار اور مدلل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ
بعض عبارتوں کو پڑھ کر کسی کے دل میں یہ خیال آنے لگے کہ یہ عبارتیں اختر شاہجہان پوری
کی ہیں یا ضیا صاحب کی؟ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انہوں نے میری بعض عبارتیں
چرائی ہیں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے بلکہ بات انداز بیان اور زاویہ نظر کی مماثلت اور
یکسانیت کی ہے۔ خدا کرے وہ لکھتے رہیں اور لکھتے ہی چلے جائیں اور کسی وقت
احقر کے ساتھ ان کا معاملہ "من تو شدم تو من شدی" والا ہو جائے۔ دورانِ مطالعہ
خوب فرحت و مسرت محسوس کرتا رہا، دل باغ باغ ہوتا رہا اور بے ساختہ دل سے
یہ دعا نکلتی رہی:

اللہ کرے زودِ قیام اور زیادہ

گداٹے دریاویا: عبدالحکیم خان اختر

مجددی مظہری شاہجہان پوری

۲۱ صفر المنظر ۱۳۱۲ھ

مطابق یکم ستمبر ۱۹۹۱ء

تائیدِ مزید

بطل حریت، ماہر علوم شریعت، عالم جلیل، حضرت علامہ سید
شاہ تراب الحق قادری، سابق ممبر قومی اسمبلی، خطیب جامع مسجد مین کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس فقیر حقیر نے حضرت مولانا ابوالاعجاز محمد صدیق ضیاء نقشبندی حسینی کی کتاب
”بدعت کی حقیقت“ کو پڑھا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں اپنی بے انتہا مصروفیات
کی بناء پر اس کتاب کو بالاستیعاب نہ دیکھ سکا، اور جب بھی موقع ہوا، انشاء اللہ
اسے پورا پڑھوں گا۔ اس فقیر نے اس کتاب کو جہاں جہاں سے بھی پڑھا، بہت خوب
پایا۔ بد مذہب اور بے دین مخالف اہل سنت والجماعت ذرا ذرا سی بات پر
بے تحقیق فتویٰ جڑ دیتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور وہ بدعت ہے۔ بعض ایسی
چیزیں جن کا احادیث سے صریحاً ثبوت ہے، اسے بھی بدعت کہہ ڈالتے ہیں۔ اور
آج تک اس بات پر مصر ہیں کہ بدعت کی صرف ایک ہی قسم ہے، بدعتِ نئی۔ جبکہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بابت تراویح موجود ہے کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بی شمار ایسے کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیے انہیں
سرا انجام دیا، مثلاً قرآن مجید کا جمع کرنا، تراویح کا باضابطہ باجماعت پڑھنا، جمعہ کے
دن ایک زائد اذان کا اجرا اور اور ان حضرات کے بعد اکابر امت کا احادیث کی
کتب کا تصنیف اور تالیف کرنا، فقہی مسائل پر بے شمار کتب کا تحریر کرنا، اسماء
الرجال پر تحقیق اور ان پر کتب کا تصنیف کرنا، صرف و نحو کے قواعد جیسے اہم علوم
کا وضع کرنا شامل ہیں۔ کیا یہ ساری چیزیں بدعتِ سیئہ ہیں؟ اگر ان تمام چیزوں
کو چھوڑ دیا جائے تو اب قارئین کرام خود غور کریں کہ رہ کیا جاتا ہے۔

میری نظر میں یہ کتاب بدعت کی حقیقت " اس نئے دور میں بدعت کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے ایک اہم دستاویز ہے۔ باوجود ولائل و براہین سے مرقع و مستحج ہونے کے سلیس اردو اور آسان زبان میں ہے۔ میری رائے میں ہر سنی صحیح العقیدہ کو یہ کتاب پڑھنی چاہیے تاکہ بے دینوں کے مکر و کید سے واقف ہو جائے اور بدعت کی حقیقت واضح ہو جائے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مولف کو اپنی خاص برکتوں سے نوازے، علم و فضل میں ترقی عطا فرمائے، آمین! ثم آمین!! بجاہ النبی الکریم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقط خیر اندیش
شاہ نزاب الحق قادری

۲۸

ملکی اخبارات دینی جراند
کے

تبصرے

”توائے وقت“

مؤثر رسالہ ”توائے وقت“ - پاکستان مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء
نے درج ذیل تبصرہ فرمایا

زیر نظر کتاب ”بدعت کی حقیقت“ کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، بدعت لغوی اعتبار سے ایسا نیا کام ہے جس کی نظیر پہلے نہ ہو۔ اصطلاح شرح میں وہ نیا کام جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پاک کے بعد ملنا ہوا، اس کی دو بڑی بڑی صورتیں ہیں۔ اگر وہ نیا کام شریعت کے مزاج اور سنت کی روح کے مطابق ہو تو اسے اچھی بدعت (بطلت محمودہ یا حسنہ) کہا جاتا ہے ورنہ (اگر شریعت کے مزاج اور سنت کے ناموافق ہو تو) بُری بدعت (بدعت مذمومہ یا سنیہ) ہے بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور از حد ضروری بھی، مثلاً قرآن پاک کی باقاعدہ تدوین، نقطے اور اعراب وغیرہ لگا کر ایک جگہ مکمل نقل کیا گیا۔ قرآن پاک اعراب کی موجودہ شکل عباسی عہد کے ایک عالم خلیل بن احمد علیہ الرحمہ نے دی۔ ظاہر ہے یہ ایک اچھا اور شریعت کے مزاج اور روح کے مطابق کام ہے۔ پھر قرآن پاک کی تیس پادوں میں تقسیم اور پھر ہر پاسے کے چار حصے اس قسم کی بدعتیں جو کافی مدت تک ہوتی رہیں اور ان کی وجہ سے قرآن مجید آج ہمارے سامنے موجودہ شکل میں ہے۔ اسی انداز میں کتاب ”بدعت کی حقیقت“ میں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے

”مشرق“

مؤخر روزنامہ ”مشرق“ مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۹۱ء
 نے حسب ذیل تبصرہ فرمایا

’بدعت کی حقیقت جناب ابوالاعجاز محمد صدیق ضیا صاحب کی تصنیف ہے۔ کتاب کی تصنیف کا مقصد ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے، ’اس پُرقتن دور میں اسلامی اقدار سے ناواقفیت دین سے بیزاری اور فرائض و واجبات سے غفلت عام ہو گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ عوام الناس کو دین سے قریب تر لایا جائے، انہیں اعمالِ صالحہ کا شوق دلایا جائے اور ان کے لیے شغف فی الدین کے اسباب و محرکات مہیا کیے جائیں۔ آج کل دینی جلسوں سے یہی مقصود ہے لیکن حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے مصلحین امت کے دلفریب لہادہ میں ایسے اسباب و محرکات ہی کو بدعت (سئیہ) سے موسوم کرنا شروع کر دیا ہے جو دین میں باعثِ شغف و دلچسپی ثابت ہو رہے ہیں۔

کتاب اپنے موضوعات اور حوالہ جات سے بھری ہوئی ہے۔ مصنف نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے بہت استدلال اور محنت سے کام کیا ہے۔ کتاب کی اصل افادیت مطالعے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے۔

دینی امور میں تحقیق کرنے والے حضرات کے لیے یہ کتاب بے حد مفید ہو سکتی ہے۔ سفید کاغذ پر عمدہ کتابت ہے۔ سرورق کتاب کے مزاج کے مطابق ہے۔

”نوائے جوہر جوہر آباد“

ہفت روزہ نوائے جوہر - جوہر آباد، ۸ تا ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء میں جناب پروفیسر محمد الیوب سلوی نے درج ذیل خوب صورت تبصرہ فرمایا

یہ تحقیقی، خوبصورت، سلیس اور عام فہم علمی کتاب منفرد انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ کتاب کے مصنف حضرت ضیائے نقشبندی سنجیدہ اور محققانہ مزاج رکھتے ہیں۔ نہایت ادیبانہ طریق پر بدعت کی اقسام اور اس کی تعریف بیان کی ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے جیدہ علمائے کرام کی مشہور زمانہ کتب سے حوالے دیے گئے ہیں اور اپنی تمام تر تحقیق کا مرکز و محور قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور مسلم بزرگان دین کے ارشادات کو بنایا گیا ہے۔ محافل میلاد، جلوس میلاد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اعراس بزرگان دین، ایصالِ ثواب اور صلوة و سلام قبل از اذان کے موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف نے روزنامہ جنگ راولپنڈی کے مصنفی صاحب کے ایک فتویٰ سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ مناسب اشعار سے دلچسپی پیدا کی گئی ہے۔ انتساب تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد اور دیانے اہلسنت کے آفتاب عالمی، قطب الاقطاب پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی کے سجادہ نشین شہنشاہ ولایت حضرت پیر سید علی حسین شاہ نقشبندی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادہ والاشان پیر سید عابد حسین شاہ نقشبندی مجددی مدظلہ العالی زینب سجادہ آستانہ عالیہ علی پور پیدل شریف ضلع نارووال کے اسمائے گرامی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کتاب کی افادیت و اہمیت میں ادیب شہریتا عربیہ نظیر جناب حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی کے مقدمہ اور منظوم تقریظ نے مزید اضافہ کر دیا ہے۔ حضرت موصوف کا مقدمہ اپنی جگہ ایک الگ تحقیقی مقالہ کا

درجہ رکھتا ہے۔ شیخ الحدیث علامہ محمد صدیق اور سلطان المناظرین علامہ ابوالشققاات حافظ محمد سعید نقشبندی کی تقریفات نے کتاب پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ دوزخہ کتابت، طباعت کا معیار بہتر اور کاغذ اچھا استعمال کیا گیا ہے۔ دوزخوں میں خوبصورت جاذب نظر اور دیدہ زیب سرورق آنکھوں کو منور اور خیرہ کرتا ہے اور کتاب پڑھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

المختصر اس کتاب کا ہر مذہبی و روحانی گھرانے اور لائبریری میں ہونا ضروری ہے، کیونکہ کتاب مذکورہ بجا طور پر علمائے کرام کے لیے نادر تحفہ اور عوام و طلبہ کیلئے خضر راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

”ماہِ طیبہ سیالکوٹ“

مناظر اسلام، محقق علامہ حضرت مولانا ابوالحاج محمد ضیاء اللہ قادری
مدیر اعلیٰ ماہِ طیبہ سیالکوٹ نے اکتوبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں حسب ذیل تبصرہ فرمایا

”بدعت کی حقیقت“ مولانا ابوالاعجاز محمد صدیق ضیاء کی تالیف ہے اس کتاب میں اکابر مفسرین، محدثین اور اسلاف کی کتابوں، دیوبندی اور غیر مقلدین ہابوں کی کتابوں سے بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت تہایت عمدہ پیرائے میں بیان کی ہے اور واضح کیا ہے کہ مخالفین جو بدعت کی تعریف کرتے ہیں اس سے وہ خود بھی محفوظ نہیں رہتے۔ محافل میلاد، جلوس عید میلاد النبی، مسئلہ ایصالِ ثواب، عرس منعقد کرنا اور اذان سے قبل صلوة و سلام وغیرہم مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی درج کیے ہیں۔ الحاصل علماء اور

ضیاءِ حرمِ لاہور

ماہنامہ ضیاءِ حرم، دسمبر ۱۹۹۰ء میں درج ذیل تبصرہ شائع ہوا
 طعن و تشنیع اور ولا آزار لہجے سے پاک یہ شائستہ تحریر کتاب و سنت، ارشادات
 سلف صالحین اور مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کے اقوال سے آراستہ و پیراستہ ہے
 ساٹھ سے زائد معتبر اور مستند کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ محفل میلاد، جلوس مبارک
 عرس پاک، ایصالِ ثواب اور صلوٰۃ و سلام قبل اذان ایسے معروف معمولات اہل سنت
 پر مدلل و پرمغز بحث کی گئی ہے اور دودِ حاضر میں بدعت کے نام سے پیش کیے جانے
 والے تقریباً تمام اعتراضات کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

مؤقر ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ، نے جمادی الاولیٰ
 اور رجب المرجب ۱۴۱۰ھ کی اشاعتوں میں یہ تبصرہ فرمایا

یہ خوب صورت کتاب علامہ محمد صدیق ضیاء نقشبندی کی تالیف ہے جس میں
 بدعت کی حقیقت پر بڑی مدلل و جامع بحث کی گئی ہے۔ معمولات اہل سنت کو
 بدعت کہنے والوں کو مسکت جواب دیا گیا ہے۔ بڑی معلومات افزا جامع کتاب
 ہے۔ اس میں تہایت اویبانہ طریق پر بدعت کی اقسام اور اس کی تعریف بیان کی گئی
 ہے۔ کتاب کی افادیت و اہمیت میں حضرت مولانا پروفیسر محمد حسین آسی کے مقدمہ اور منظوم
 تقریظ نے مزید اضافہ کر دیا ہے۔ حضرت موصوف کا مقدمہ اپنی جگہ ایک الگ تحقیقی مقالہ کا
 درجہ رکھتا ہے، جو اہل علم و انصاف کے لیے اہم علمی تحقیقی تحفہ ہے۔

”ندائے اہل سنت“ لاہور

مؤثر پندرہ روزہ ”ندائے اہل سنت“ لاہور نے اپنی ۱۶ تا ۲۰ نومبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں یہ تبصرہ لیا

ہر اچھے کام کو بدعت کہہ کر مسلمانوں کو اس سے روکنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ کچھ مکاتب فکر ایسے ہیں جن کی تقریروں، تحریروں کے موضوعات آج کے یہی ہوتے ہیں کہ محفل میلاد بدعت ہے، جلوس عید میلاد بدعت ہے، کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا بدعت ہے، ایصالِ ثواب، مزارات پر حاضری، قل، دسواں، چہلم، اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ و سلام، نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر، مصافحہ بدعت ہے۔ سیدھے سادے مسلمان یہ تقریریں سن کر پریشان ہوتے ہیں اور علماء اہل سنت سے اسی کے بارے میں سوال و جواب کرتے رہتے ہیں۔ ابوالاعجاز محمد صدیق ضیاء صاحب نے اس کتاب میں بڑی تفصیل سے کتاب و سنت سے بدعت کی حقیقت بیان فرمائی ہے کہ بدعت کیا ہے اور دلائل قاسمہ سے ثابت کیا ہے کہ بدعت کے فتوے لگانے والے بدعت کی تعریف سے بھی نا آشنا ہیں۔ اور یہ تمام امور جنہیں وہ بدعت کہتے ہیں مستحب اور باعثِ ثواب ہیں۔

یہ کتاب سنی مسلمانوں کے لیے بہترین سرمایہ اور مخالفین اہل سنت کے شرک و بدعت کے فتوؤں کی بیخ کنی کے لیے مضبوط ہتھیار ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدًا وَنُصَلِّیْ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔

نظرِ اوّلین

اگر کرے ذکر کے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ آزاد

اس پرفتن دور میں اسلامی اقدار سے ناواقفیت دین سے بیزاری، اور
فرائض و واجبات سے غفلت عام ہو گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ عوام الناس کو دین
سے قریب تر لایا جائے۔ انہیں اعمالِ صالحہ کا شوق دلایا جائے۔ اور ان کے لیے
شغف فی الدین کے اسباب و محرکات مہیا کیے جائیں۔ آج کل دینی جلسوں سے یہی
مقصود ہے (اگرچہ ان کی یہ ہیئت کذاثیر قرونِ اولیٰ میں نہ تھی)۔

لیکن حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے مصلحینِ امت کے دلفریب لبادہ میں
ایسے اسباب و محرکات ہی کو بدعت (سیتہ) سے موسوم کرنا شروع کر رکھا ہے جو
دین میں باعثِ شغف و دلچسپی ثابت ہو رہے ہیں۔ یہی لوگ بعض امور اپنے لیے
حلال و مباح اداہل سنت و جماعت کے لیے حرام و گناہ بتاتے ہیں۔

مثلاً برسی جائز اور عرس ناجائز، مبالغہ آمیز مٹریہ گنگوہی جائز اور
نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنات ناجائز، وغیرہ وغیرہ۔

مفتی جنگ جموں سیکرین راولپنڈی ۲۹ اپریل ۱۹۸۳ء میں تقرر سوئم کو حرام و
گناہ قرار دیتے ہیں اور خود اسی ہفتہ وار (مقررہ دن میں، مقررہ وقت
لطیفہ

۱۵ حدیث پاک میں ہے اَلدَّالُّ عَلٰی الْخَيْرِ كَفَاعِلُهُ بھلے کام بتانے والا (اگر میں) اس کے کرنے والے
کے برابر ہے (مند امام اعظم ص ۳۵۳۔ ترجمہ دوست محمشاکر۔ ترمذی ابواب العلم)

پر، مقررہ قیمت سے جاری ہونے والے میگزین میں دینی مسائل کے عنوان سے کالم بھی تالیف فرمادیتے ہیں۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کانیزنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں تنگ

بعض ایسے ہی نام نہاد مصلحین اُمت معمولاتِ اہل سنت و جماعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دین جب مکمل ہے تو یہ پویندکاری کیوں؟ حالانکہ نہ تو ہم ان امور کو پویندکاری جانیں اور نہ ہی ہمارا یہ مقصود۔ دیکھیے دین تو اسی وقت مکمل ہو گیا جب ایوم اکملت لکم دینکم کا مژدہ جانفزا سنا گیا۔ پھر جمع قرآن بھی ہوا اور باجماعت نماز تراویح بھی۔ مذاہبِ اربعہ بھی وجود میں آئے اور تقلیدِ شخصی بھی۔ اعرابِ قرآن اور بلحاظِ پارہ درکوع تقسیم قرآن بھی۔ دینی مدرسے اور ان میں تعلیم و تعلم کے مختلف طریقے بھی۔ مخصوص اوقاتِ کار اور نصابِ مروجہ بھی۔ تنخواہ دار اساتذہ کا تقرر اور طریقہ امتحانات بھی۔ پھر جو ان ساری بدعات (حسنہ) پر عمل کرے وہی دین کا عالم بھی۔ تو کیا یہ ساری پویندکاری ہو گئی؟

نہیں نہیں یہ ایسے اسبابِ دُلیل ہیں جو شغفِ فی الدین کا ذریعہ و وسیلہ ہیں ان نئی چیزوں سے بے نیازی دین سے دوری کا باعث ہو جائے گی۔ **الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ** میں اچھے کاموں کی ترغیب اور بُرے کاموں کی ممانعت کا ذکر ہے۔ بُرے کاموں سے منع کرنا تو اچھائی ہے مگر اچھے کاموں سے منع کرنا برائی ہے، اچھائی ہرگز نہیں۔ جو شخص اچھائی برائی میں امتیاز نہ کرے اور سبھی سے منع کرتا پھرے اس کی روش کی اصلاح بھی ضروری ہے ورنہ گمراہی پھیل سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر میرے اُستاد گرامی محقق نامی مصنف **الوارِ الثانی** پیکرِ علم و عرفان جناب پروفیسر محمد حسین صاحب اسی خلیفہ مجاز حضورِ قبلہ عالم، منبعِ

إحسان و علم زبدة العارفين قدوة الكاملين عظیم البرکت اعلیٰ حضرت سیدی و مرثی
 پیر سید علی حسین نقشب لائلی قدس سرہ العزیز آفتاب درگاہ عالیہ لائلیہ علی پور
 سیداں شریف نے کسی موقع پر کمال اعتماد سے بندہ کو حکم فرمایا بلکہ موضوع بھی عطا
 فرمایا: گر انقدر ہدایات سے نوازا اور زیر نظر کتاب کی ضروری تفصیح بھی فرمائی۔ اگر
 اسے انہی کا فیضان کہہ دوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے مقبولیت عام
 سے نوازے۔ اگر ایک بھی راہ راست پر آگیا یا ایک بھی بھٹکنے سے بچ گیا تو
 سمجھیں گے کہ محنت ٹھکانے لگی ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے۔ اسی
 پر بھروسہ ہے وہی مقلب القلوب ہے جسے چاہے ہدایت عطا کر دے اور جب
 وہ ہدایت دینا چاہے تو ہدایت ضرور نصیب ہوتی ہے۔ ع۔
 عجب نہیں ہے کہ ہوں مرے ہم غماں پیدا

ضیاء

۱۰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری تعلیم سے اگر اللہ
 ایک شخص کی ہدایت فرمادے تو تمہارے لیے اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع کرتے۔
 (فتوح الغیب علیٰ اربع ص ۲۷ نوری بکد پلو۔ لاہور)
 ۱۱ وَمَنْ يُشَأْجِعْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ . پ . الانعام ، ۳۹
 اور جسے چاہے سیدھے راستے پر ڈال دے۔ (کنز الایمان)

اب تعصب سے بالاتر اذہان کے لیے حق و باطل میں امتیاز مشکل نہیں رہا کیونکہ اس میں فکر آزادی کے زاویے درست کرنے کے لیے مفید مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ ملت اسلامیہ آج تاریخ کے نازک موڑ سے گزر رہی ہے اور مکار دشمن (ابلیس) اسے بہکانے کے لیے قدم قدم پر گھات میں بیٹھا ہے، وہ تو ہر صورت اپنے مشن کو نہیں چھوڑے گا۔ ہاں! رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام امت کی حفاظت کیلئے درست راہ کی نشاندہی بھی کرتے رہیں گے اور اس مکار و فریبی ازلی دشمن کی ناک بھی رگڑتے رہیں گے۔ بعین جس میں بھی آئے گا نقصان ہی اٹھائے گا۔ انشاء اللہ

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النسار)

بہر حال آج ملت اسلامیہ پر بدعت کے فتوؤں کی یلغار ہے۔ محفل میلاد ہو یا عرس پاک، ایصالِ ثواب کا پروگرام ہو یا قبل اذان صلوٰۃ و سلام، غرض عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء اور شانِ ولایت سے متعلقہ امور ہر وقت فتاویٰ بدعت کی زد میں ہیں۔ ہم نے انہی کے سدِ باب کے لیے حقیقتِ بدعت پر بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے جہاں اپنوں سے استدلال کیا وہاں مانعین کے پیشواؤں سے بھی تائید حاصل کی۔ کتاب و سنت اور اجماعِ امت سے واضح کیا کہ بدعت کیا ہے اور کیونکر دین میں داخل ہو گئی۔ اس کے حسن و قبح کا مدار کیا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے اس کی کس صورت کو قبول اور کس صورت کو رد کیا ہے۔ پھر مشاہیر امت ایسے روشن میناروں اور ان کے عمل سے اکتسابِ فیض کیونکر ہو سکتا ہے۔

مانعین بدعت حسنہ سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کو اپنا بہت بڑا سہارا سمجھتے تھے؛ ہم نے ان کے استدلال کو غلط ثابت کرتے ہوئے جہاں مسلک حضرت امام ربانی قدس سرہ التورانی کو نکھار کر پیش کیا ہے وہاں دیگر علما

۱۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ ابوسعید مظهر کا اس طرح محفل میلاد سجانا، شیطان کی ناک خاک آلود کرنے کا اور اہل اسلام کے

ایمان مضبوط کرنے کا ذریعہ تھا (سبل الصدیق والرشاد، بحوالہ منہاج القرآن ستمبر ۹۱ء ص ۲)

اور حضرت مجدد علیہم الرحمۃ کی مجوزہ اصطلاحات میں تطبیق بھی ثابت کی ہے۔

بہر کیف موضوع کتاب بدعتِ حسنہ کا جواز ہے اس پر بیشتر اشکالات کا حل اور ممکنہ شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ ہاں یہ امر ضرور پیش نظر رہے کہ بدعتِ حسنہ کے اثبات سے مراد بدعت میں حسن ثابت کرنا نہیں بلکہ حسنہ کہنے کی وجہ وہ سنت ہے جو اس میں اصلاً موجود ہے اگرچہ اشارتاً ہی ہے۔ بدعت کے اطلاق کا باعث تبدیلی ہیئت ہے اور امر خیر کے جواز و استحسان میں تبدیلی ہیئت قابل اعتبار نہیں۔ جب اصل سنت ہے تو امر خاص نیک اور جائز ہے

حق پسندوں سے التماس ہے کہ نام نہاد مصلحین امت کے مکر و فریب سے بچیں اور خوب ذوق و شوق اور خشوع و خضوع سے دینی کام سرانجام دیں۔ استدعا ہے جو صاحب اس کتاب سے استفادہ کریں، دُعا کر دیں، اللہ رب العزت اسے قبولیت سے نوازے اور میرے لیے کفارہ سیئات بتائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اللہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

نسریاد ہے نفس کی بدی سے

(ضیاء)

اے "اگر ان اصول (کتاب و سنت، علما کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد) کے موافق ہیں تو مقبول ہیں" مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۱۷ "از مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ"

مولانا رشید احمد گنگوہی رقمطراز ہیں: "قرون ثلاثہ میں بخاری تا لیبف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم قدرت ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کا اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں فقط۔" فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴

شک اور بدعت

ایک مقالہ جو زیر نظر کتاب کا مقدمہ ہی ہے

مشائخ اہل حق: داس المنکرین مرتجع المتکلمین معارف حقانی، مصنف الوار لاثانی، مخزن علم و

حکمت جناب حضرت علامہ مولانا امجد پروفیسر محمد حسین صاحب آسی۔

ایم۔ اے (علوم اسلامیہ و اردو)، ناظم اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان و خلیفہ مجاز

قطب الاقطاب، غوث الافیاء، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، جناب پیر سید

علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہم انورانی علی پوری۔

اسلام کا پہلا بنیادی عقیدہ توحید ہے (اور دوسرا رسالت)۔ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام

نے سب زیادہ زور جس عقیدے پر دیا وہ خدا کے واحد و لاشریک ہونے کا عقیدہ ہے۔ آپس اپنے

نبیوں کے بے دماغ کردار بے مثل اخلاق بہترین تعلیم اور لاجواب اندازِ تعلیم کے باوجود عموماً راہ پر نہ

آئیں۔ محبوبانِ خدا نے عند الطلب معجزات بھی دکھائے، مگر ان کا بھی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ اکثر اپنے انکار

پر ڈٹے رہے اور بعض ایمان لائے مگر جلد ہی ان ایمان والوں نے معجزات کا اصل مقصد فراموش

کر دیا۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کی ہدایت کے برعکس انہیں اللہ کا بیٹا یا خود خدا ہی ٹھہرایا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کر کے اپنی رسالت کا ثبوت دیا تھا مگر ماننے والوں نے اسے ان

کے خدا ہونے کی دلیل بنایا۔ یونہی یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں کیا تھا۔

خاتم الانبیاء علیہم السلام کا فیض ابدی

آخر میں نبی الانبیاء رسولِ دوسرا حضور احمد محبتی
محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ختم

نبوت کا تاج پہن کر ظہور فرمایا اور توحیدِ خداوندی کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ کی چند سالہ موعظی

نے دنیا میں بہترین انقلاب رونما فرمادیا اور شرک و کفر کی ظلمتوں کو چھانٹ کر ساری دنیا کو توحید

کے انوار سے روشن کر دیا۔

برزخ کبریٰ کے نقشِ پا کی شوخی دیکھنا

عالمِ ہستی کے خارستانِ بیمارستان ہوئے

حضورِ ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بت پرستوں کی دلیلِ پیشانی کو خدائے برحق کے حضور جھکا کر ایسا احسانِ عظیم فرمایا جس کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رُوح کو بالیدگی بخشی؛ قلبِ ضمیر کو متور فرمایا اور اوہام کی زنجیریں کاٹ کر رکھ دیں، فرانسیسی محقق (Lamartine) کہتا ہے:

*He moved the altars, the gods,
the religions, the ideas, the beliefs and
the souls.*

ترجمہ: اس (عظیم شخصیت) نے (برائی) قرآنِ گامیں، دیوتا، مذہب، خیالات، عقائد اور رُوحیں ہلا کے رکھ دیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزے دیکھ کر ان کی امت نے انہیں قیامِ ارضی کے دوران یا کچھ عرصہ بعد خدا ٹھہرایا، مگر یہاں چودہ صدیاں گزر گئیں، ابھی تک ملتِ اسلامیہ اپنے آفتابانی اسلامِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبدہ و رسولوں کے القاب سے یاد کرتی ہے اور آپ کے جملہ کمالات و معجزات کو عبدیت و رسالت کے ساتھ وابستہ سمجھتی ہے۔ یہاں مُردوں کو زندہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ چاند کو شق کیا گیا، سورج لوٹایا گیا، پتھر پلائے گئے، درخت چلائے گئے، مگر اسے حضور کی الوہیت کی نہیں بلکہ عبدیت کی علامت سمجھا گیا۔ توحید میں پہنچنے کی کسی سائنس یا فلسفے کا فیض نہیں، کسی علم و عمل کی برکت نہیں، کسی عقل و حکمت کا کرشمہ نہیں بلکہ محض اور محض حضور سید الانبیاء علیہم السلام اللہ والثناء کا تصرف اور نگاہِ کرم کا اثر ہے۔ رحمتہ اللعالمین اپنی امت کے محافظ ہیں اور کسی صورت بھی اسے شرک آلود دیکھنا گوارا نہیں فرماتے۔

توحید اور عشقِ رسول ﷺ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو توحید کی دولتِ لازوال سے مالا مال کیا۔ انسانیت اور احسان شناسی

کا اقرین تعاننا یہ ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تین من واردیں اور ہر گھڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کا بدیش کر تے رہیں۔

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ توحید ہمیں دربار رسالت اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ملی ہے اور ملتی ہے۔ جوں جوں ہمیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و قرب ہوگا، یہ توحید مضبوط تر اور محفوظ تر ہوتی جائے گی۔ یونہی اس کے برعکس جوں جوں کوئی اس عشق سے دور ہوتا جائے گا، توحید سے بھی محروم ہوتا جائے گا۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور انہیں کسی صورت ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام اور ملتِ اسلامیہ کا سب سے بڑا سرمایہ یہی دو قوتیں ہیں۔ جذبہ جہاد و قربانی، جس پر ہماری آزادی، ترقی اور فلاح و نجات کا دار و مدار ہے، انہی کی کوکھ سے پیدا ہوتا ہے۔ دورِ اول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام مجاہدانہ کارروائیاں انہی دو قوتوں کے گرد گھومتی رہیں، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، غزنوی و غوری کے کردار میں یہی قوتیں مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔ حضور غوثِ اعظم، سیدنا مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام احمد رضا خاں بریلوی، حضور شاہِ لاٹانی و حضور نقشبِ لاٹانی، علیہم الرحمۃ نے انہی قوتوں کی آبیاری کی۔ علامہ محمد اقبال قائدِ اعظم محمد علی جناح علیہما الرحمۃ نے انہیں کی روشنی میں ملت کو بیدار کیا۔ پاکستان کی تشکیل بھی انہیں کے سہارے ہوئی اور اس کا استحکام بھی انہیں پر مبنی ہے۔ اقبال نے جو فرمایا تھا:

قوم مذہب سے مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجس بھی نہیں

مذہب کی روح رواں بھی یہی دو قوتیں ہیں۔

دشمنوں کی سازش
اسلام کے دشمن ہمیشہ انہیں دو قوتوں سے خائف رہے
ہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ توحید کا عقیدہ عشقِ رسول کے بغیر
کوئی دلوہ پیدا نہیں کر سکتا، بلکہ خود بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے انہوں نے ساری توجہ اسی

جذبے کو ختم کرنے پر صرف کر دی شیطان نے اپنے چیلے چانٹوں کو پر زور انداز میں سمجھایا:
 'وہ فائدہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد ﷺ کے بدن سے نکال دو'
 اگر مسلمان کا سینہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہو گیا تو کہاں کی توحید اور کہاں
 کا جہاد!

دشمن نے اپنے مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریق کار اختیار کیا، از حد متکارانہ تھا۔
 یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو توحید اور عشقِ رسول جان سے زیادہ عزیز تھے (اور ہیں)۔ توحید اگر
 شرک سے بیزاری کا دوسرا نام ہے تو عشقِ رسول کا اولین تقاضا ادبِ اطاعتِ رسول ہے صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم۔ لہذا مسلمان نہ شرک کو برداشت کر سکتا ہے اور نہ کسی ایسے کام کو جو مخالفِ سنت
 (بدعت) ہو۔ دشمن کی مکاری یہ تھی کہ اس نے اپنے زر خرید ملاؤں کے ذریعے ملت کو عشقِ رسول
 سے محروم کرنے کیلئے ایسی ہر سوچ کو شرک قرار دلایا، جس کا عنوان تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 تھا، اور ایسے ہر کام کو بدعت کہنا شروع کر دیا، جس کا مقصد ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔
 فرزندِ توحید کی شرک سے بیزاری کا اس نے یہ فائدہ اٹھایا کہ شرک شرک کہہ کر کمالاتِ نبوت
 کے انکار کی راہ ہموار کرنی چاہی اور بدعت بدعت کی رٹ لگا کر ایسی ہر صورت حال کو روکنا چاہا
 جس میں اسے وہ رسم عشق کی کوئی جھلک دکھائی دی۔

چونکہ اسلام دشمنوں کا آلہ کار بننے والوں کو توحید کی حفاظت و
 اشاعت سے کوئی خلوص نہ تھا، اس لئے انہوں نے شرک

شرک کی حقیقت

یعنی تو امت کو تھوک کے حساب سے کہا، مگر کہیں بھی شرک کی تعریف و وضاحت نہیں کی۔
 تقویۃ الایمان، جو اس سلسلے کی بار دوم اس کے پہلی تصنیف ہے، شرکیات کی لمبی لمبی فہرستوں
 پر مشتمل ہے، مگر شرک کی تعریف سے سراسر خالی ہے۔ شاید کہیں تعریف کر دیتے تو اپنے
 نعروں کی ساری قلعی کھل جاتی۔ دیکھئے، ان کے ہاں یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث کہنا تو شرک
 ہے، مگر یازید، یا عمرو، یا بکر، یا استاذی اور یا ولدی وغیرہ پکارنا شرک نہیں۔ محبوبانِ خدا
 سے امداد طلب کرنا تو شرک ہے، مگر پولیس، حاکم، ڈاکٹر وغیرہ سے مدد مانگنا شرک نہیں گیا۔

کھانا تو شرک جانیں مگر ہندو کی ایوالی سے جو کچھ بٹے ہڑپ کر جائیں۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر جانا تو توحید کے منافی سمجھیں مگر بت پرستوں کے بتوں کی صدارت میں تحریریں بھی فرمائیں یعنی قبروں سے یہ پیر اور بتوں سے وہ پیار۔ اسکا فرمایا تھا کائنات کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو

فَيَسْتَكُونُ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ - (بخاری و مسلم)

ترجمہ: سوال اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اب آئیے شرک کی حقیقت سمجھیں۔ یہ لفظ توحید کی ضد ہے ایک جملے میں توحید وہی ہے جو کلمہ طیبہ میں آگئی ہے یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اللہ کے سوا کسی کو الہ نہ ماننا توحید ہے اور اللہ کے سوا کسی کو الہ ماننا شرک ہے۔ اللہ کے لئے دو خصوصیات ضروری ہیں: ۱۔ واجب الوجود ہونا، اور ۲۔ عبادت کے لائق ہونا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی واجب الوجود یا عبادت کے قابل مانے، مشرک ہوگا اور جو اللہ ہی کو واجب الوجود یا عبادت کے قابل سمجھے مؤخذ ہے۔ واجب الوجود اپنی ذات و صفات میں کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا، بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ اسی کو سب کا خالق ہونا چاہیے۔ مختصر یہ کہ توحید ہے اللہ ہی کو واجب الوجود، خالق اور معبود ماننا، اس کے برعکس شرک ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں،

”شرک ۳ قسم است: اور وجود در خالقیت و در عبادت“

ترجمہ: شرک کی تین قسمیں ہیں: واجب الوجود ہونے میں، خالق ہونے میں، اور لائق عبادت ہونے میں۔ (اشعۃ المتعرج)

اس وضاحت کے بعد فرمائیے حضور سرور کون و مکاں کی امت میں کون مشرک ہے کیا کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا کسی کو خالق، واجب الوجود، یا معبود مانتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کو روئے زمین پر کوئی ایسا بد بخت نہیں ملے گا جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بھی بنتا ہو اور پھر اللہ کے علاوہ کسی اور کو الہ بھی ماننا ہو۔ ہر مسلمان توحید کا یہی اقرار روزانہ کئی بار اذان، اقامت، کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کہہ کر یا سن کر تازہ کرتا ہی رہتا ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - حیرت ہے کہ جب ایک کافر و مشرک ایک بار کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ کلمہ گو جس کے دل میں یہ کلمہ رچا بسا ہے اور باہر اپنی زبان سے ان کی تکرار کچکا ہے، آخر اسے مسلمان کیوں نہ مانا جائے؛ اور کس بنا پر اسے شرک میں گرفتار سمجھا جائے۔

یاد رکھیں اور خوب ذہن نشین فرمائیں کہ محمدہ تعالیٰ اور پیکرہ المصطفیٰ (علیہ التحیۃ والتناء) اس امت سے شرک ہمیشہ کے لئے جاچکا یقین نہ آئے تو سب سے بڑے صادق و مہدوق اور مصدق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

إِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَشْرِكُوا بَعْدِي وَلكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافِسُوا فِيهَا - (بخاری شریف)

ترجمہ: بے شک اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں اور لیکن مجھے تمہارے دنیا میں پھیننے کا ڈر ہے۔

یہی حال بدعت کی رٹ کا ہے۔ عام مسلمانوں کو بدعتی سمجھنے والے خود اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں، یا شاید آگاہ ہونا نہیں چاہتے

بدعت لغوی اعتبار سے ایسا نیا کام ہے جس کی نظیر پہلے نہ ہو۔ اصطلاح شرع میں وہ نیا کام جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات پاک کے بعد نمودنا ہوا پھر اس کی بڑی بڑی دوسو تین ہیں۔ اگر وہ نیا کام شریعت کے مزاج اور سنت کی روح کے مطابق ہو تو اسے اچھی بدعت (بدعت محمودہ یا حسنہ) کہا جاتا ہے؛ ورنہ (اگر ناموافق ہو تو) بُری بدعت (بدعت مذمومہ یا سینئہ)

یہ بات از حد خلاف عقل ہے کہ حضور سرورِ انبیاء علیہم التحیۃ والتناء کے وصال کے ساتھ فیض نبوت رُک گیا ہو اور نیک کاموں کا آغاز مسدود ہو چکا ہو۔ (یسی اور نیکی کی ابتدا فیض رسالت کے بغیر ناممکن ہے) خوب یاد رہے کہ سید کائنات بلکہ جان کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات اکادور حیاتِ ظاہری اگرچہ تریسٹھ برس کی عمر شریف (سالئہ) میں مکمل ہو گیا مگر دویر فیضان رسالت شامِ ابد تک ہے۔ اس لئے آپ حیاتِ حقیقی کے ساتھ ہمیشہ زندہ، ہادی و نزیکی

معلم (کتاب و حکمت) اور مغیض ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ صراحت موجود ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَئِي مُشْرِكِينَ ۝ وَأَخْرَجْنَا مِنْهُمْ لَمَّا يَلْعَقُوا أَيْهَامًا

(ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پر تمہوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اور ان میں اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان لوگوں سے نہ ملے۔

ہم حرم و ہوا کے پتلیے، مگر وریا کے پیکر اور شرفِ شمس کے مجسمے حضور شہنشاہ رسالت کے ^{علیہ الصلوٰۃ والسلام} دیدار سے محروم رہیں تو الگ بات ہے ورنہ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جنہیں سرکار ابد قرار و تہ مدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر خواب میں اپنی زیارت اور مختلف قسم کی ہدایت سے نوازتے رہتے ہیں۔ بلکہ ایسے دیدار بھی موجود ہیں جو ظاہری جسمانی آنکھ سے اس جان نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں اور بالمشافہ فیض حاصل کرتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں، جس طرح صحابہ کرام ہو کر تھے۔

مثلاً ماضی میں حضور سیدنا غوث اعظم حضرت ابوالحسن خرقانی اور امام سیوطی علیہم الرحمۃ ایسے عظیم المرتبت حضرات جو اس منبع حسن یا حسن کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھتے ہیں: کیا دنیا کا کوئی محسن، عمل میں ہویانیت میں، ان سے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اور کوئی محسن کیا، ان سے نہاں ہو بھلا

جب نہ نبی ہی چھپا، ان کی نظر پر سلام

ہم اہل کے ہاندھے کسی بات کے بارے میں کیا فیصلہ دے سکتے ہیں؟ اور ہمارے فیصلے کا

وزن سی کیا ہے معیار تو ان اہل نظر کا دیکھنا ہے، بقول اقبال:

بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر

کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

یہ مومنین کا ملین جو اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں، یقیناً کتاب و سنت کے بعد باقی امت کے لئے اچھائی اور برائی کا خود بہت بڑا معیار ہیں جس کام کو یہ اچھا کہیں، یقیناً اچھا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

مَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ.

ترجمہ۔ جس کام کو مومن اچھا جائیں، سو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (مرقات شریف)

اور جو کام یہ کریں، بلاشبہ حجت ہے۔ یہ شریعت کے مزاج شناس اور سنت کے محرم اسرار ہیں یہ مقامِ عشق پر فائز ہیں، جہاں جلوہ محبوب بے حجاب دیکھتے ہیں۔ ان کا کوئی قدم رضائے جاناں کے خلاف اٹھ نہیں سکتا۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، رُکنا، سونا، جاگنا سب کچھ رضائے یار کی خاطر ہوتا ہے کیا یہ لوگ بھی کوئی نیا کام کریں تو اسے بُرا کہا جاسکتا ہے؟ وہ دیکھنے میں تو گویا بدعت ہی ہو گا مگر اصل میں ایسی بدعت جو سنت کے مخالف (مذمومہ یا سبتہ) نہیں بلکہ اس کی تشریح کرنے والی ہے (یعنی بدعتِ محمودہ یا حسنہ)۔ یہ نکتہ اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جس کام کو کسی صحابی، تابعی، مجتہد، عارف باللہ، عاشقِ رسول، مجدد، مجاہد نے شروع کیا، وہ بدعتِ حسنہ ہی کہلائے گا۔ بدعتِ مذمومہ وہ ہے جس کی ابتدا و اشاعت کسی گمراہ کے ہاتھوں ہوئی، بدعتِ حسنہ کو اگر حسن و خیر کی وجہ سے سنت یا سنتِ حسنہ کہا جائے تو بھی جائز ہے۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بھی ایسی بدعت کو جو شرع و سنت کے تقاضوں کے ماتحت ہو، سنت کہنا ہی پسند فرماتے ہیں۔ خود حدیثِ پاک میں بھی اسے سنتِ حسنہ (نیا اچھا طریقہ) ہی فرمایا گیا ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ

مَنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ رِهْمِ شَيْءٍ

۱۔ کہ ایمان والے مراد ہیں یعنی ابیاء اللہ (یا انہی ہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ جو مراد مومن جائیں، وہی راستہ درست ہے)۔ ۲۔ اگلے صفحہ

ترجمہ، جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرنے اس کو اپنے عمل کا ثواب بھی ملے گا، اور ان کے عمل کا بھی اس پر ہند
میں کاربند ہوں گے۔ پھر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے (مسلم شریف)
اس سنتِ حسنة (یا بدعتِ حسنة) نے تاریخِ اسلام میں کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے اور امتِ
مسلمہ کو کس قدر مستفید کیا، اسی سلسلے میں مرفس چند نکات پر غور فرمائیں،

قرآن حکیم کی تدوین اور بدعات

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

قرآن جس زمانے میں نازل ہو رہا تھا،

کاغذ از حد قلیل اور ہنگاماتھا بعض صحابہؓ نے اگرچہ اس پر بھی تسمیٰ حکیم لکھا، مگر عموماً کھجور کی چھال، پتھر
کی ٹوٹوں، اونٹ کے شانہ کی چوڑی بٹیوں اور چمڑے کے ٹکڑوں وغیرہ کو استعمال کیا جاتا تھا اس
دور مبارک میں اسے بچکانہ کیا گیا، اور تسمیٰ کی ضرورت ہی محسوس کی گئی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے سینوں میں قرآن مجید پوری طرح محفوظ تھا اور وہ اس بارے میں بڑے محتاط تھے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمہ کذاب کے ساتھ خونریز جنگ ہوئی، تو
بشر حفاظِ قرآن بھی شہید ہو گئے۔ ان حفاظ کے پاس قرآنی اجزا بھی لکھے ہوئے تھے، حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے اس نازک صورتِ حال کے پیش نظر قرآن حکیم کو جمع کرنے کا مشورہ دیا، حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا تَمُرُّ بِعَدُوِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ، تم وہ کام کیوں کرتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ (ترجمہ) اللہ کی قسم: اچھا کام ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر بار بار مجھے یہی کہتے رہے حتیٰ شرح
اللہ صدیقی لَدَا إِلَيْكَ (یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا) اور میری رائے

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ، حدیث پاک میں غم نہیں ہو جاتی۔ اس کے اگلے حصے کا ترجمہ یوں ہے: "اور جو اسلام میں بڑا طریقہ ایجاد کرے

اس پر اپنی بدعملی کا گناہ بھی ہے اور ان کی بدعملیوں کا گناہ بھی جو اس (ایجاد کرنے والے) کے بعد اس کا باندھ ہوا، پھر اس کے لئے ان کے گناہوں میں کچھ کمی ہو۔"

بھی عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے مل گئی۔ پھر یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی وہی سوال کیا (کَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) اس کا جواب اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی دیا یعنی هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ۔ حضرت زید اسی کیفیت سے گزر کر فرماتے ہیں کہ آخر کار اللہ نے میرا سینہ بھی کھول دیا اور میں ان دونوں سے متفق ہو گیا۔

سیدنا حضرت زید رضی اللہ عنہ کی کاوش سے اب قرآن پاک ایک جگہ نقل کیا گیا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اسی نسخے کی نقل سے کسی نسخے تیار کرائے اور مختلف صوبوں میں بھیج دیئے۔ اس طرح جو اختلافِ قرأت کی بنا پر فتنہ اٹھنے کا خطرہ تھا، ٹل گیا۔ اس زمانے کے رسم الخط کے مطابق قرآن حکیم میں نہ نقطے تھے نہ اعراب۔ یہ سعادت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے شاگرد حضرت ابوالأُسود دُکلی اور ان کے شاگرد حضرت یحییٰ بن یعمر کے حصے میں آئی۔ (یہ کام ۳۵ھ کے بعد ہوا)۔ اعراب کی موجودہ شکل عباسی عہد کے ایک عالم خلیل بن احمد علیہ الرحمۃ نے دی۔

تدوین کی اس مختصر کہانی کو سن کر فرمائیے کہ کیا حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے جو کچھ کیا، خدا و رسول ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی رضا کے خلاف تھا؟ اس بات کا سب کو اقرار ہے کہ یہ کام حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے اپنے ظاہری دورِ حیات میں سرانجام نہ فرمایا، اس کے باوجود اللہ کی قسم کھا کر اسے ختم فرمایا ہے۔ اس کو خیر سمجھنے کی وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے اس کیلئے سینہ کھول دیا ہے، اللہ شرح صدر نہ فرمائے تو بدعتِ حسنة کی حقیقت کا علم نہیں ہو سکتا۔

پھر اس قرآن پر نقطوں اور اعراب (زیر، زبر، پیش) کا لگنا، پھر تیس پاروں میں تقسیم اور ہر پارے پر چار حصے، اس قسم کی بدعتیں جو مدتوں تک ہو ہو کر قرآن مجید کو ہمارے سامنے موجود موت میں لائیں، کیا غیر ضروری تھیں۔ فرض کیجئے یہ سب کچھ نہ ہوتا، اور آج بھی قرآن پاک اسی طرح کھجور کی چھالوں، پتھروں اور ہڈیوں پر لکھا ہوتا تو کتنے لوگ کتنا استفادہ کر سکتے۔ وہ لوگ جنہوں نے یہ سب کچھ کیا، انہیں محسن سمجھنا چاہیے یا بدعتی۔ اگر وہ بالیقین محسن ہیں اور انہیں

قرآنی خدمات سرانجام دیتے وقت رب کریم اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید و رحمت میسر تھی تو مان جائے بعض بدعات اچھی بھی ہوتی ہیں اور از حد ضروری بھی۔ جو بدعتِ حسنہ جتنی ضروری اور مفید ہوگی، اسی کے مطابق اسے واجب یا مندوب بھی کہہ سکتے ہیں۔ یونہی اس کے برعکس جو بدعت جتنی بُری ہوگی اور نقصان دہ، اُس کے درجے کے مطابق اسے محرمہ مکرہہ وغیرہ بھی کہنا درست ہوگا۔ اسی طرح بعض بدعتیں محض جائز ہوں گی (یعنی ان پر ثواب ہوگا نہ گناہ)۔ مباح کہلائیں گی۔

مختلف وجوہات کی بنا پر جب جعلی حدیثیں گھڑنے کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضور سید

احادیث کی تدوین اور بدعات

عالم نبی خاتم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے غلام جو بجا طور پر دینِ حق کے پاس بان تھے، تڑپ اٹھے۔ انہوں نے ارشاداتِ رسول ﷺ کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا اور فتنہ مذکور کے خلاف بند باندھنے کے لئے راویوں اور مرویات کی جانچ پڑتال شروع کر دی اور اس سلسلے میں کئی علوم اصطلاحاً اور قواعد و ضوابط ایجاد کئے (جن سے علمِ حدیث کا کوئی طالب علم بھی بے خبر نہیں)۔ ان اچھی بدعات کا فائدہ یہ ہوا کہ سنتیں محفوظ ہو گئیں اور امت ایک شدید طوفان سے بچ گئی۔ فرمائیے! یہ لوگ ہمارے محسن ہیں یا بدعتی؟

یونہی علمِ فقہ کو بہترین انداز میں مرتب کیا گیا۔ اصولِ فقہ باقاعدہ فن کی حیثیت سے ایجاد ہوا۔ استحسان اور استصلاح

فقہ اور اصولِ فقہ

جیسی اصطلاحات معرضِ وجود میں آئیں۔ تصور فرمائیے، اگر فقہ کی وہ خدمات جو ان فقہاء نے سرانجام دیں، نہ ہوتیں تو آج کتاب و سنت کو سمجھنا کتنا دشوار ہوتا۔

یونہی فلسفہ یونان کا سیلاب آیا اور معتزلہ نے بھی عقل پسندی کا نعرہ لگایا تو اسلام کی حفاظت کے لئے علمِ کلام ایجاد کیا گیا۔ اس بدعت نے ایجادِ تشکیک، اور عقلیت کا راستہ روک دیا۔ حضرت علامہ غزالی اور امام فخر الدین رازی علیہما الرحمۃ جیسے بزرگوں نے جن پر اسلام کو ناز ہے اس سے خوب کام لیا۔

بدعتی کون؟

ان گزارشات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضورِ خواجہ کو من
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضور ہی کے ارشادات کی تعمیل میں کسی
نئے اچھے کام جاری ہوئے۔ ان کے جاری کرنے والے خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار، صحابہ
کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہار، محدثین، جلیل القدر اولیاء و اصفیاء اور اسلام کے مایہ ناز سلاطین
و مجاہدین تھے۔ کون ایسا سر پھرا ہو گا جو ان بزرگوں پر بھی مبتدع یعنی بدعتی ہونے کا فتویٰ لگائے۔
یہ وہ خدارسیدہ حضرات تھے جن کی زندگی کی ہر ساعت خدا و رسول (جَلَّ و علا فصَلَّى اللہ علیہ
وآلہ وسلم) کی رضا کے لئے وقف تھی۔ انہوں نے جو کچھ کیا، اسلام کی سر بلندی اور ملت کی خیر خواہی
کے لئے کیا۔ وہ قدسی صفات بزرگ جن کی راتیں سجود و قیام میں گزریں اور دن تبلیغ اسلام میں،
خود ہمارے لئے دلیلِ راہ ہیں، چر جائیکہ انہیں پر بدعت اور خلاف سنت ہونے کا الزام لگایا جائے،
ہمیں، یہ ہرگز بدعتی نہیں۔ اصل میں بدعتی وہ ہیں جو ان پر اعتماد نہ کر کے خود ڈیڑھ اینٹ کی الگ
مسجد بنا رہے ہیں۔ یہ تمام بزرگ تو اہل سنت ہیں۔ البتہ ان کے منکرین ضرور اہل بدعت ہیں۔
چنانچہ جبریہ (انسان کے مجبور محض ہونے کا عقیدہ رکھنے والے)، قدریہ (انسان کو پوری طرح مختار
کہنے والے)، معتزلہ (عقل پرست)، نیچری اور نجدی وغیرہم یقیناً سنت سے دور اور بدعت
میں اسیر ہیں۔

اوپر یہ بات بھی تفصیل سے آگئی ہے، بلکہ قرآن پاک کے حوالے سے بیان ہوئی ہے کہ حضور
سیدِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک اپنی امت کے ہادی و مربی ہیں جو لوگ
اس ہدایت اور تربیت سے فیض یاب ہو سکتے ہیں ان کی رائے کو غلط، خلاف سنت اور بدعت

سے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نئے اچھے کام جاری کرنے کا ثواب بیان فرما رہے ہیں (جیسا کہ حدیثِ مسلم سے
جو اسی مضمون میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، ظاہر ہے،) تو جو بھی نیا اچھا کام جاری کرے گا، اس ارشادِ عالی کی تعمیل کرے گا۔
بدعتی تو وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف کرے۔

اسے درمختار کتاب الصلوٰۃ میں ہے: «وَمُبْتَدِعِ أَيْ صَالِحٍ بِدْعَةٍ وَهِيَ (اعْتِقَادُ خِلَافِ الْعَرُوفِ عَنِ الرَّسُولِ) (بِقِيَامِ
کے پیچھے ناز کرنا ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معروف ہے)»

کیونکر کہا جاسکتا ہے یہ مومنین کا ملین ہیں۔ ان کی اتباع کا حکم خود قرآن پاک نے دیا۔ فرمایا:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۖ (سُورَةُ بَقَرَةَ)

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

یہ پاک لوگ، یہ مومنین کا ملین صراطِ مستقیم کی پہچان ہیں۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ)۔ (راستہ ان کا جن پر اسے اللہ) تو نے انعام کیا)

ان کے راستے پر چلنا دوزخ میں جانا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
لُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّ عَلَيْهِ ۗ وَسَاءَ مَصِيرًا (النساء)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر مکمل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا رہے

چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور وہ کیا ہی بُری جگہ پٹنے کی (کڑی راہ)

دیکھئے! اگر حضور مادی کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی مخالفت جرم ہے تو

ایمانِ کامل والے حضرات (اولیائے کرام) کے راستے سے پھرنا بھی خطرناک ہے۔ ان دونوں کی مزا رحمتِ خداوندی سے محروم ہونا اور سیدھے جہنم میں جانا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ ان پاکانِ

فیصلہ کرنے کا طریقہ

امتِ جن کی حیثیت مسلم ہے، کا کام بدعت و گمراہی نہیں ہو سکتا۔ ان پر اعتراض تو کجا، ان کی پیروی ضروری ہے۔ کسی کام کے جائز و ناجائز ہونے کے لئے کتاب و سنت کے بعد یہ بھی معیار ہیں، بلکہ کتاب و سنت کی اصل مراد سمجھنے کیلئے ہم ان کے محتاج ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا، یا پسند کیا، وہ کتاب و سنت کی روح کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ کسی تقریب، رسم یا عمل کے بارے میں تحقیق کرنا چاہیں تو دیکھیں اسے کس نے ایجاد کیا، یا کس نے اس پر عمل کیا۔ اگر ایجاد یا عمل کرنے والے پاکانِ امت ہوں تو جھٹ سمجھ لیجئے، یہ شرعاً جائز اور پسندیدہ عمل ہے، ورنہ ناجائز و مکروہ (باکھنوس) جب یہ گمراہ لوگوں کی ایجاد یا عمل ہو۔

مثلاً محفل میلاد شریف کا شرعی حکم کیا ہے، اس کی تحقیق مطلوب ہو تو دیکھیں اُسے کس فرقے نے شروع کیا۔ اگر اس کا موجد بہتر گمراہ فرقوں میں سے کوئی نہیں بلکہ محدثین کرام اور صوفیاء عظام ہیں تو یہی اس کے جائز و مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ دورِ حاضر کی فتنہ پرور فقہ سے پہلے کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو بڑے بڑے صوفی، محدث، مفسر اور فقیہ میلاد شریف کی برکات بیان کرتے نظر آئیں گے جن میں خصوصاً امام سیوطی، امام سخاوی، امام قسطلانی، علامہ ابن حجر، صاحب رُوح البیان، ملا علی قاری، محدث ابن جوزی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمۃ بہت نمایاں ہیں۔ کیا یہ اہل حق اور اہل علم کتاب و سنت کے خلاف فیصلہ دے سکتے ہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں، تو ماننا ہوگا، محفل میلاد شریف میں تو کوئی قباحت نہیں، قباحت ہے تو ان کے دلوں میں جو اسے روکتے ہیں۔ پھر یہ سوچیں اگر میلاد شریف کس حامی پر بزرگ اہل سنت میں تو منکرین یقیناً اہل سنت سے خارج ہیں اور جو اہل سنت سے خارج ہوں، اہل بدعت ہوتے ہیں۔

پھر اگر یہ سوال ذہن میں پیدا ہو کہ آخر ان بزرگوں نے محفل میلاد کا جواز کہاں سے نکالا تو سینکڑوں آیات و روایات مل جائیں گی اور یہ حقیقت کھل کے سامنے آجائے گی کہ ہماری بزرگ جو کچھ بھی کرتے تھے، کتاب و سنت کی بنیاد پر کرتے تھے۔ پھر اگر یہ خلش محسوس ہو کہ ذکر میلاد گو کتاب و سنت میں موجود ہے مگر محفل میلاد کی موجودہ شکل و صورت اسلام کے ابتدائی دور میں نہیں ملتی، تو سمجھ لیجئے کہ یہ ایک نیا اچھا کام ہے۔ اور نیا اچھا کام کرنے کا ثواب حدیث سے ثابت ہے۔ بلکہ اس حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک جہاں جہاں بھی محفل میلاد شریف منعقد ہوگی، اس کا ثواب منعقد کرنے والوں کو ہی نہیں اس کے ایجاد کرنے والوں کو بھی ملے گا۔

خدا نخواستہ کوئی کج فہم محفل میلاد شریف کو بدعت (یعنی بُری بدعت) کہتے پری تلا ہوا ہو تو وہ اسی کو بدعت نہیں کہہ رہا بلکہ اُن سب صوفیائے کرام، محدثین عظام اور مفسرین فحام کو بدعتی کہہ رہا ہے، جو اپنے اپنے دور میں میلاد شریف کرتے رہے، جن کی تصانیف آج

بھی روشنی کا مینار میں، جن کی تحقیقات کو اپد تک ملت کا عظیم ورثہ سمجھا جائے گا۔ یہ شخص ان بزرگوں کو معاذ اللہ یوں بدعتی و گمراہ ٹھہرا کر اپنے بدعتی و گمراہ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے اور قرآن کے فتویٰ (فصلہ جہنم) کی زمیں آکر اپنے دین و دنیا تباہ کر رہا ہے۔

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنت است دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

اسی طرح ایصالِ ثواب (تیجا، دسواں وغیرہ) کے بارے میں تحقیق کریں۔ ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچانے کی اہل تو کثیر التعداد آیات و روایات سے ثابت ہے البتہ اس کی مختلف مرد و شکلیں تحقیق طلب ہوں تو دیکھتے بزرگانِ دین کی کیا روش رہی ہے۔ اگر سلف صالحین ان کے خلاف تھے تو آپ بھی خلاف ہو جائیے اور اگر وہ قائل تھے تو آپ بھی مان جائیے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات سے ثابت ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہما کا تیجا بھی ہوا۔ (اور اس میں ۸۱ ختم قرآن اور بے شمار کلام طیبہ کا ثواب بخشا گیا)۔ یو نہی ساتویں، دسویں، چالیسویں، فائزہ جمعرات اور لاندہ عرس کے بارے میں تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بزرگانِ دین کا مدتوں سے ان پر عمل رہا ہے۔

آج کل اذان سچیلے اور بعد میں بلند آواز میں درود و سلام پڑھنے پر بھی اختلاف ہو رہا ہے، حالانکہ آج سے دو چار سو سال پہلے اس پر سب کا اتفاق و اجماع تھا۔ تحقیق کے مطابق اس کا باقاعدہ آغاز مجاہدِ اسلام حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ (متوفی ۵۸۹ھ) نے کیا تھا۔ ایسا شخص جس نے صلیبی جنگوں میں اسلام کے بدترین دشمنوں کو شکست فاش دے کر دینِ حق کی حفاظت فرمائی اور جو سیرت و کردار کے اعتبار سے تعلیماتِ قرآنی کی منہ بولتی تصویر تھا، بدعتی ہے یا ہمارا عظیم محسن۔ نیز حضرت ایوبی کی اس کارروائی کو سب علماء و موفیاء کی متفقہ تائید حاصل رہی اور صدیوں اس بدعتِ حسنة پر اجماع رہا۔ حتیٰ کہ محمد بن عبدالوہاب نے اس کی مخالفت کی اور مسجدِ بیت الاحرام کے مؤذن کو درود و سلام پڑھنے پر شہید کر دیا۔

انصاف کی بات

اس تفصیلی گفتگو کے بعد بھی اگر کوئی صاحبِ مصلحت نہ ہوں اور مسلمانوں کو بدعتی کہنے سے باز نہ آئیں تو پھر اپنے طرزِ عمل

کو بھی اپنے معیار پر رکھیں۔ کیا وہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کی زندگی بالکل حضور سید عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری دورِ حیات کے مطابق ہے۔ اور انہوں نے ہر ایسی چیز سے پرہیز کیا ہے جو اس مبارک زمانے میں نہیں تھی۔ اگر واقعی یہی دعویٰ ہے تو موجودہ شکل میں قرآن پاک ہرگز نہ پڑھیں کہ یہ شکل بعد کی بدعات سے بنی ہے جیسا کہ مفصل بیان گزرا۔ یونہی ایسی مسجد میں نماز نہ پڑھیں جو بعد کے تکلفات سے پڑھے (پہلے دور سے اب تک شکل و صورت میں جو تبدیلیاں بھی آئی ہیں، انہیں بدعات کہہ کر حقیقی مسجد تلاش کریں)۔ ایسے کسی مدرسے میں ہرگز تعلیم حاصل نہ کریں، جو اصحابِ صفحہ کے مدرسے کی ہیئت سے محروم ہو۔ کسی ایسی سواری پر سفر نہ کریں، جو بعد کی ایجاد ہو، بلکہ ایسے گھر میں بھی نہ رہیں، جس میں موجودہ دور کی سہولتیں ہوں۔ اگر تھوڑے سا توین، دسویں وغیرہ بدعت ہیں تو ہفتہ وار رسائل اور ماہنامے کیوں جائز ہوئے۔ اور دیوبند کا صد سالہ جشن کس کھاتے میں رکھیں گے؛ اور سالانہ اہل حدیث کانفرنس کا کیا بنے گا۔ اور اگر دورِ اول میں کسی نے اہل حدیث یا دیوبندی جیسا نام نہیں اپنایا تو اب یہ بدعت کیوں نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ 'ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے مناظرے میں کہا تھا کہ آپ حضرات ان چار چیزوں کی صحیح تعریف کر دیں، جس پر کوئی اعتراض نہ ہو اور وہ جامع و مانع ہو تو جس قدر چاہیں ہم سے انعام لیں۔ بدعت، شرک، دین، عبادت اور اب بھی اپنے رب کے بھروسے پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی، کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار چیزوں کی ایسی تعریف نہیں کر سکتا جس سے اس کا اپنا مذہب بچ جائے۔ آج بھی ہر دیوبندی اور ہر غیر مقلد کو اعلانِ عام ہے کہ ان کی ایسی صحیح تعریف کرو جس سے محفلِ میلاد (معاذ اللہ) حرام اور رسالہ قاسم اور پرچہ اہل حدیث حلال، اور اویا اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو اور پولیس وغیرہ سے استمداد عین توحید اور کہتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تعریفیں نہ ہو سکی ہیں، نہ ہو سکیں گی۔'

یہاں سیالکوٹ میں ایک صاحب بڑے جوش سے محفلِ میلاد پر برس رہے تھے اور اسے

بدعت کہہ رہے تھے۔ ایک بچے نے چٹ موش کی کہ سالانہ اہلحدیث کا نفرنس کیوں بدعت نہیں
 ہیں جو شش ٹنڈا ہو گیا۔ یونہی ایک دفعہ ایک پروفیسر صاحب کو وقت مقرر کرنے کے سلسلے میں
 میں نے بھی جواب کہلا بھیجا تھا کہ بدعت کا اگر یہی تصور ہے تو فرمائیے کالج میں مقررہ وقت پر بیٹھا
 میں مقررہ نصاب، مقررہ تنخواہ، ایشمول مقررہ ترقی پر پڑھانا کیوں بدعت نہیں تو جواب نہ مل سکا۔

فیصلہ کرنے کا دوسرا طریقہ

ایمان کا دار و مدار محبت پر ہے، یعنی خدائے کریم
 جل مجدہ اور حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی محبت پر۔ کثیر آیات و احادیث کے علاوہ عام انسانی عقل کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ ذرا خود سوچیں، جو
 جسے اپنا خدا مان رہا ہے، گویا اسے سب سے بڑا مان رہا ہے، اُدھ جسے اس کا نمائندہ سمجھتا ہے،
 اسے اپنے خدا کے بعد سب سے بڑا مانتا ہے، چنانچہ کسی کو خدا یا خدا کا نمائندہ ماننے والا اس کی
 محبت سے خالی نہیں ہو سکتا، اور پھر محبت چونکہ عظمت کی وجہ سے ہے لہذا اس کی تعظیم کا
 منکر بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی کسی کو خدا یا خدا کا نمائندہ مان کر اس کی محبت و تعظیم سے بے بہرہ
 ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ماننے (یعنی ایمان) کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

جب خدائی اور نبوت کے جھوٹے مدعی کا ماننے والا بھی ان کی محبت و تعظیم سے معذور ہوتا
 ہے تو سچے خدا کو اور سچے خدا کے سچے رسول کو ماننے والا اپنے خدا اور رسول کی محبت و تعظیم کے کس
 دُجے پر ہونا چاہیے۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ایمان (یعنی ماننے) کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر خدا و
 رسول کی محبت و تعظیم کا منکر یا اس سے محروم ہے تو یقیناً یقیناً اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہے۔
 اب آپ یہ جانتا چاہیں کہ کون محب و مُعظَّم (محبت و تعظیم کرنے والا) ہے تو یہ کوئی مشکل
 کام نہیں۔ اگر ایک شخص آپ کے باپ کے بارے میں کوئی رائے دے رہا ہو تو آپ اُس کے
 طرزِ کلام اور الفاظِ بیان سے جھٹ پہچان جائیں گے کہ وہ آپ کے باپ کا مخالف ہے یا دوست۔
 یونہی جو شخص حضورِ سید عالم، نورِ مجسم، حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارے میں گفتگو کر رہا
 ہے۔ آپ اُس کے طرزِ کلام اور الفاظِ بیان سے بھی فوراً اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ چاہنے والا ہے
 یا چاہت سے خالی ہے۔ جب آپ اس کے بارے میں پہچان چکے کہ یہ محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

والشّار کی محبت والا ہے تو فیصلہ کر لیں کہ یہ مومن ہے اگرچہ اُسے قرآن پاک بھی پڑھنا نہ آتا ہو۔ اور اگر آپ نے اندازہ کر لیا کہ چاہت اور محبت سے محروم ہے تو یقین کر لیں وہ کافر ہے یا منافق، اگرچہ قرآن پاک کی آیات فر فرسار ہا ہو۔ یقین کیجئے قرآن پاک اپنے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تصدیق کیلئے آیا ہے، تو مین کے لئے نہیں۔ قرآن پاک کی ہر آیت معجزہ ہے (قرآن پاک میں معجزے کو آیت ہی کہا گیا ہے)۔ معجزہ صاحب معجزہ کی تصدیق نہ کرے تو معجزہ نہیں رہتا۔ جب قرآن پاک کی ۶۶۶۶ آیات معجزات ہیں تو معلوم ہوا ہر آیت سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت ہی کا بیان ہے۔ اگر کوئی شخص ان آیات کو پڑھ کر بھی نبی کریم رُؤف رَحِیْم عَلَیْہِ الْفَلُوۃُ وَالتَّلِیْم کے کمالات کا انکار کرتا ہے تو سمجھ لیجئے، نہ یہ قرآن کو سمجھا ہے اور نہ مومن ہی ہے۔ یہ خدا کا دوست نہیں دشمن ہے؛ اسلام کا مبلغ نہیں، باغی ہے؛ امن کا حامل نہیں، تخریب کار ہے بلکہ کہیئے سب سے بڑا تخریب کار ہے کیونکہ قرآن پر بھی ظلم کر رہا ہے۔

غور کیجئے اگر کوئی منافق مسلمانوں کو سخت ترین دھوکا دینا چاہے تو کون سا طریقہ اختیار کرے گا۔ وہ قرآن پاک پڑھ کر ہی دوسروں کو مرعوب کرے گا! یا حدیث کی روایات سنا کر اپنے علم کا ٹکڑا بٹھائے گا۔ اور اگر ایسا شخص کتاب و سنت ہی کو اپنا سہارا ظاہر نہ کرے تو دھوکا دینے میں کامیاب کیونکر ہو سکتا ہے۔ واضح ہوا کہ منافق کو نہ قرآن سے تعلق ہے نہ حدیث سے، وہ صرف دھوکا دینے کیلئے ان کا حوالہ دیتا ہے جو عقیدہ اس کے اپنے خلاف ہے، اسے اپنے بچائے کتاب و سنت کے خلاف کہہ رہا ہے۔ اپنے خلاف کہتا تو داؤ نہ چلتا؛ کتاب و سنت کے خلاف ظاہر کر کے اپنی منافقت پر پردہ ڈال رہا ہے، اور اپنی گجڑوی کی صفائی پیش کر رہا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی سکیم اس کے خیال میں بڑی کامیاب رہی۔ آج ملت اسلامیہ کا سارا انتشار اسی سکیم کا نتیجہ ہے۔ لوگ اپنے باپ کے مخالف کو ایک آدھ لفظ سے ہی پہچان لیتے ہیں لیکن کتاب و سنت کی غلط ترجمانی کرنے والوں کے ارادوں کو نہیں پہچانتے۔ جبہ و دستار، ماتھے کی محراب، اونٹنی پانچامے اور نمائشی اخلاق نے ساوہ دل لوگوں کو حقیقت سے دُور کر دیا۔ آہ، صد افسوس!

تسبیح تو نے ڈال کے گردن میں لے مضم
کھینچا ہنسا کو مرغِ مصیبتی کے جال میں

اگر یہ قرآنی تشبیہ ذہن نشین رہتی کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام سی گستاخی تمام عمر کی نیکیاں تباہ کرنے کے لئے کافی ہے (المحجرات) تو اس وبا کا شکار نہ ہوتے۔
یہ توحید اور یہ سنت ایسا کہ اوپر بھی تفصیل سے گزرا، محض پہچاننے کے لئے بطور نعرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور یہ شرک اور یہ بدعت کے ڈرائے محض گستاخِ رسول بنانے کے ہتھکنڈے میں۔ یہ کتنا دردناک لطیف ہے کہ خارجیوں نے اس ذاتِ پاک پر، جسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہرِ علم کا دروازہ قرار دیا تھا (یعنی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، شرک کا ناپاک الزام لگایا۔ اور بدبختوں نے اپنے زعمِ باطل میں اپنے اس فتویٰ کو قرآنی حکم قرار دیا۔ یونہی حضرت سیدنا عثمان بن عفان کو جو جامع آیاتِ قرآن، اور تیسرے خلیفہ راشد ہیں، بلوائیوں کی طرف سے معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ بدعتی کہا گیا۔ یہ بلوائی جنہوں نے آخر میں سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، اسلام میں سب سے پہلے فتنہ کے بانی ہوئے اور خارجی جنہوں نے بالآخر سیدنا علی المرتضیٰ شہید کر دیا، تاریخ اسلام کی نڈ سے تخریب کاروں کا دوسرا ڈال تھا۔ دیکھئے جنہوں نے قرآن خود صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھ کر اس کی بہترین خدمات انجام دیں اور جنہیں خدا و رسول نے یہ عظمت بخشی کہ ان کا اپنا طریقہ بھی امت کے لئے واجب الاتباع ہے، انہیں کو مشرک اور بدعتی کہا جا رہا ہے (العیاذ باللہ)۔ معلوم یہ ہوا کہ مفدین ابتدا ہی سے اس قسم کے نعرے لگاتے آئے ہیں، صرف انہیں پہچانا ضروری ہے اور جو انہیں پہچانتا نہیں ان کے دھوکے میں آجاتا ہے اور جو دھوکے میں آجاتا ہے پھر انہی کی طرح دوسروں کو دھوکا دیتا شروع کر دیتا ہے یعنی پہلے ضال (گمراہ) ہوتا ہے اور پھر مضل (گمراہ کرنے والا) بن جاتا ہے۔ ملت کو یہ پارہ پارہ کرنے والے صالحین اور مصلحین کا لبادہ اور ڈھکرا اور خطرناک ہو جاتے ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝

ترجمہ: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد مت کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں (البقرہ)
مختصر یہ کہ شرک و بدعت کی رٹ لگانے والے کے انداز بیان اور مقصود کلام کا بازو لیجئے
اگر وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات کا انکار کر رہا ہے تو یقین جائے،
اسے خدا و رسول سے کوئی محبت ہی نہیں اور محبت نہیں تو ایمان نہیں (إِلَّا لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا

مَحَبَّةَ لَدُنَّا یعنی جس میں محبت نہیں، اس میں ایمان نہیں — حدیث شریف، مقدمہ دلائل الخیرات شریف) جب
ایمان ہی نہیں تو کہاں کی توحید اور کہاں کی سنت۔ دوسروں کو شرک و بدعت سے ڈرا رہا
ہے تو یہ وہی بلوائیوں اور خارجیوں کی سنت ہے۔ (اور انہیں جس سنت سے محبت ہے)
وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ دشمنان رسول کی سنت ہے جو خود بدعتی ہے، وہ
کسی طریقے کو بدعت کہتا پھرے، کیا ہوتا ہے، یہ تو اس کا بہانہ ہے۔ میں نے عرض کیا ہے

نام توحید کا لیتا ہے کبھی سنت کا

کرتا ہے منکر تعظیم بہانے کیا کیا

چند سال پہلے کی بات ہے کہ ایک نوجوان جو غیر مقلد خاندان کا چشم و چراغ تھا میرے
پاس آیا۔ اس نے کہا میں نے بغور مطالعہ کیا ہے اور تحقیق کے نتیجے میں اہل سنت کا مسلک ہی
درست نظر آتا ہے۔ ہاں ایک مسئلہ ضرور کھٹکتا ہے اور وہ ہے اذان سے قبل یا بعد درود شریف
پڑھنے کا۔ میں نے اسے بڑی تفصیل سے جواب دیا، جس سے وہ مطمئن بھی ہو گیا (مثلاً یہ کہ
درود شریف کا حکم کسی وقت سے مقید نہیں بلکہ مطلق ہے اور مطلق کو مقید کرنا خود بدعت
مذمومہ ہے)۔ آخر میں میں نے عرض کیا کہ اس پر غور کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ اس
نے پوچھا کونسا؟ عرض کیا: آپ منکرین درود کے باقی عقائد پر بھی غور کریں، جنہیں وہ عموماً علوم سے
چھپاتے ہیں؛ مگر ان کی کتابوں میں موجود ہیں؛ مثلاً خداوند سبح و قدوس کی صداقت کو واجب
نہ سمجھنا، حضور اکرم کی ختم نبوت کے شرعی و معروف مفہوم کا انکار، ہر مسلمان کو معاذ اللہ رحمۃ اللعلین
قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔ جن کے ایسے و ایسی عقائد ہیں، جو انہیں ایمان ہی سے دور کر رہے ہیں،

کیا ممکن ہے کہ اتنی عظیم بنیادوں کو ڈھاکر نظر پر تخصیص درود میں سچے ہوں۔ اسی طرح جس مذہب کے سب عقائد آپ خود درست مان رہے ہیں، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک عقیدے میں غلط ہو۔

تصریحات دیوبند
 بدعت کا مفہوم اچھی طرح واضح کرنے کیلئے اب قاری محمد طیب سابق ہستم دارالعلوم دیوبند کی کتاب "تصریح مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور سے" کو اقتباساً پیش کیے جاتے ہیں علم و تحقیق میں شاید دیوبند کا کوئی فاضل بھی قاری صاحب کا ہمسر نہیں۔ یہ عبارات کتاب کی پہلی عکسی طباعت ۱۹۵۱ء سے لی گئی ہیں:

۱۔ دین کے سلسلہ میں کسی مطلق کو مقید بنانے یا مقید کو مطلق کرنے، کسی عام کی تخصیص کر دینے یا خاص کو عام بنا دینے کا حق اللہ و رسول کے سوا کس کو حاصل ہے کہ اس جرأت کی گنجائش ہو؟ پھر بھی اگر کوئی غیر خدا اور رسول ایسا کرے تو حقیقتاً یہ درپردہ شائع ہونے کا دعویٰ ہے، جو بدترین بدعت بلکہ شرک فی الرسالہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ (صفحہ ۱۰۲)

۲۔ کوئی ایک ضعیف روایت بھی ساقط الاعتبار نہیں مانی گئی ہے، ورنہ ضعیف اور موضوع و منکر وغیرہ میں فرق باقی نہیں رہ سکتا۔ (صفحہ ۱۰۳)

۳۔ ضعیف روایت منافی احتجاج نہیں، اس لئے ضعیف کہنے والے محدثین حدیث کو ضعیف بھی کہتے جاتے ہیں اور حجت بھی پکڑتے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۴)

۴۔ ظاہر ہے کہ جب ضعیف کا مجموعہ حسن وغیرہ میں ہر احکام تک میں جتھے ہے۔ (صفحہ ۱۰۵)

۵۔ فضائل میں غالب ضعیف حدیث بھی معتبر ہے۔ (صفحہ ۱۰۶)

۶۔ ظاہر ہے کہ عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۱۰۷)

۷۔ اس سے واضح ہے کہ امت کے کسی معمول پر امت اور آمد کی طرف سے انکار وارد نہ ہونا اس کے اجماعی ہونے کی دلیل ہوتا ہے..... اور

۸۔ یعنی غیر معتبر۔ ۹۔ یعنی من گھڑت حدیث۔ ۱۰۔ جس کو دلیل وجہ نہ بنایا جاسکے۔ پورے فقرے کا مطلب یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو

بھی دلیل بنایا جاسکتا ہے۔ ۱۱۔ ضعیف کی معنی وہ حدیث جس میں حدیث ضعیف زیادہ قوت ہوتی ہے ۱۲۔ یعنی ہو سکتا ہے (اگلے صفحہ)

مَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا جِس كُو اِيْمَانِ وَا لِي اِيْمَانِ سَمِعِي
فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ - وَهُ خَدَا كِي نَزِيكِي يِي اِيْمَانِي حَسَنِي

كِي اَصُوْلِي پَرِ خَوَاصِي مُؤْمِنِي هُوِي يَا عَوَامِ مُؤْمِنِي سِرُّو دَوَارِ طَبَقِي اَسِي بِلَا تَكْيِي رِ اَوْرِ بِلَا شَبِي جَائِزِي بَلَكِ
قَرِيْبِي و طَاعَتِي مَاتِي چَلِي كَتِي هِي تُو كُوْنِي وَجُو نِهِي كِي اَسِي مَجْمُوعِي عَلِيهِ كَلِمِي نَهِي كِهَا جَلِي نِي سَبِي
جَاتِي هِي كِي اِسْلَامِي عَقَايِدِي كِي ثُبُوْتِي كَا دَوَارِ مَدَارِ تُو اَتْرِي پَرِي هِي ؛ لِيكِنِ اِسِي ثُبُوْتِي مِي اَدْوِيْتِي
كَا تُو اَتْرِي ضَرْوِي نِهِي هِي ، تَعَاْمَلِي كَا تُو اَتْرِي يِي كَافِي هِي جِيكِي اِسِي كِي بِنِيَادِ كِتَابِي سُنْتِي مِي مَوْجُوْدِي
۸۔ اِگَرِ كِسِي مُسْئَلِي پَرِ دَوْرِ صَحَابِي كِي بَعْدِي كِسِي دَوْرِ مِي اِجْمَاعِي مُنْعَقِدِي هُو جَا تِي ، تَبِي يِي وَه مُسْئَلِي
اِجْمَاعِي هِي سِي ثَابِتِي شَدِي مَانَا جَا تِي گَا ؛ كِيُوْنِكِي اَصُوْلِي اِجْمَاعِي كِي شَرْعِي حُجَّتِي اِسِي بَارِي مِي مُطْلَقِي
وَارِدِي هُو تِي هِي ، جِنِ مِي كِسِي عَصْرِ اَوْرِ قَرْنِي كِي قِيْدِمُوِي نِهِي . (ص ۴۰)

۹۔ بَلَكِي اَبِي مِي اَوْرِ تَرْتِي كَرِي كِي پَرِ عَرْضِي كَرُوْنِي گَا كِي اِگَرِ كِسِي مُسْئَلِي شَرْعِي مِي سَلْفِي مِي كِسِي كَا قَوْلِي
خِلَافِي مِي يِي ثَابِتِي هُو اَوْرِ اِسِي كِي بَا وُجُوْدِي كِسِي عَصْرِي اُسِي مُسْئَلِي پَرِ اِجْمَاعِي مُنْعَقِدِي هُو جَا تِي اَوْرِ اَمْتِي
كِي خَوَاصِي دَعْوَامِي مَلِ كَرِ سَبِ اِسِي پَرِ مَجْمُوعِي هُو جَا دِي ، تَبِي يِي وَه اِجْمَاعِي مُعْتَبَرِي هُو گَا . (ص ۴۰)

۱۰۔ اَخِيْرِيْنِ كَا اِجْمَاعِي اَوَّلِيْنِ كِي اِجْمَاعِي كِي خُوْدِي دَلِيْلِي هِي . (ص ۴۰)

۱۱۔ عَدْمِ ذِكْرِي كِي مَعْنِي دُنْيَا مِي كِهِي يِي مَعْنِي دِمَانَعَتِي كِي نِهِي هُو تِي . (ص ۴۰)

۱۲۔ اِگَرِ پَرِ عَدْمِ ذِكْرِي اِپِي كِي زَعْمِي مِي عَدْمِ جَوَازِي كَا مُقْتَضِي هِي تُو عَدْمِ ذِكْرِي مَانَعَتِي اِسِي اَصُوْلِي پَرِ

اِسِي كِي جَوَازِي كَا مُقْتَضِي هُو نَا چَا يِي . (ص ۴۰)

۱۳۔ كِسِي مَذْكُوْرِي شَيْءِي سِي غَيْرِ مَذْكُوْرِي شَيْءِي كِي نَفِي اَوْرِ عَدْمِ جَوَازِي پَرِ اسْتِدْلَالِي كِيَا جَانَا دَلِيْلِي هِي نِهِي

كِي اِسِي پَرِ تَنْقِيْدِي ضَرْوِي هُو . (ص ۴۰)

۱۴۔ نَظَا هِي هِي كِي عَدْمِ ذِكْرِي يَا هِمَارِي لَاعِلْمِي اِسِي كِي عَدْمِ ثُبُوْتِي كِي دَلِيْلِي نِهِي هُو سَكْتِي بِالْخَفْوِصِي

هِمَارِي لَاعِلْمِي نَهِي كُوْنِي شَرْعِي حُجَّتِي هِي نَهِي عَقْلِي . (ص ۴۰)

۱۵۔ مَطَالِبِي دَلِيْلِي كِي سَلْسَلِي مِي دَلِيْلِي خَاصِي كَا مَطَالِبِي هِي اَصُوْلًا نَا جَائِزِي هِي كِي لَلَا اِيْزِي كِي دَلِيْلِي

(بَقِيَّةُ حَاشِيَةِ صَفْحَةِ ۶۱) ؛ كُوْنِي خِيْرِي دَوْرِ اَوَّلِي مِي مَوْجُوْدِي بَلَكِي كُنُوْنِي مِي مَذْكُوْرِي هُو . (حَاشِيَةُ صَفْحَةِ ۶۱) يَعْنِي بِالِاتِّفَاقِ

مثلاً قرآن ہی سے پیش کی جائے! یا حدیث ہی سے لائی جائے، تاہم عمل صحابہ پر رسد (مقتدا) حقیقت تو یہ ہے کہ امت محمدیہ کا مشرق سے لے کر مغرب تک یہ عام تعامل و تواتر صحابہ ہی کے تعامل کی دلیل ہے! جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، نیز جبکہ صحابہ کرام سے نفی ثابت نہیں بلکہ مسئلہ سکوت عنہ کے درجہ میں رہے تو امت محمدیہ کے اجماعی تعامل کو انہی کے تعامل کی دلیل تصور کیا جائے گا، جیسا کہ اس کی تفصیلی بحث گزری چکی ہے! ورنہ بہت سے مباحث اصلہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں زیرِ عمل نہیں آئے مگر مباحث اصلہ کے تحت جائز ہیں یا بہت سے اجتہادی مسائل جو زمانہ صحابہ میں زیرِ عمل تو کیا زیرِ علم ہی نہیں آئے، مگر بعد میں کسی اصول شرعی سے مستنبط ہوئے تو وہ اس لئے ناجائز نہیں قرار پاسکتے کہ ان کے بارہ میں صحابہ کا عمل مستقول نہیں کہ وہاں سر سے عمل موجود ہی نہیں بلکہ علم ہی سامنے نہیں پس ایسے جائز مسائل پر جب بھی امت عمل پیرا ہو جائے اسے اس کا حق ہے اور وہ عمل شرعی ہو کر ہی ادا ہوگا۔ (مفت!)

۱۷۔ کتاب سنت کے اندر رہنے کا معیار اتنا تنگ نہیں ہے جتنا ان حضرات نے اسے خیال فرمایا ہے سنت نبوی کا ذخیرہ صرف بخاری و مسلم یا صحاح ستہ تک محدود نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ (مفت!)

۱۸۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے سے کادرجہ و مقام بلند کریں گے تو وہ عرض کرے گا کہ الہی یہ رتبہ مجھے کیسے مل گیا۔ فرمائیں گے تیرے بیٹے کی استغفار کی بدولت جو اس نے تیرے لئے کیا، یعنی ہم نے تیرے لئے مغفرت مانگی۔ (مفت!)

۱۹۔ اس ذکر کا حاصل جس کا نام درود شریف ہے تمام جہانوں کے مربی اعظم اور محسن اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق پہچانا اور آپ کی ذات اقدس کے ساتھ غلامانہ تعلق کو ترقی دے کر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خصوصی نسبت پیدا کرنا ہے تاکہ اس نسبت کے سبب سے ایک طرف تو حضور کو ہم گنہگار امتیوں کی طرف توجہ خصوصی ہو جائے اور ایک طرف حق تعالیٰ کی عنایت خاص ہم پر منعطف ہو جائے۔ (مفت!)

ہماری گزارش
دورِ حاضر کے سب سے بڑے دیوبندی عالم جناب قاری صاحب کے مندرجہ بالا
فرمودات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے اور بتائیے کہ کیا یہ وہی

اصول و ضوابط نہیں جو علمائے اہل سنت منکرین کے جواب میں پیش کرتے ہیں۔ کسی کام کے جائز و ناجائز یا بدعت و عدم بدعت ہونے کا فیصلہ مقصود ہو تو انہیں ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ مثلاً درود شریف پڑھنے کا حکم مطلق ہے، جو اسے کسی خاص وقت سے مقید کرتے ہیں یا کسی خاص وقت کو اس سے محروم کرنا چاہتے ہیں، وہ قاری صاحب کے نزدیک خود شارع بننے کی گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ ضعیف حدیثوں کا جو مرتبہ بیان کر رہے ہیں، اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے منکرین اسے نہیں مانتے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں کہ اجماع کسی دور کا بھی ہو، معتبر ہے بلکہ یہ اجماع صحابہ کی علامت ہے۔ یہ درست ہے تو محفل میلاد کی موجودہ شکل پر ایک زمانے میں اجماع امت رہ چکا ہے۔ اس اجماع کے قریباً پچاس سال بعد تاج الدین فاکہانی نے سب سے پہلے اس کا انکار کیا (تفصیل کیلئے دیکھیے انوارِ ساطعہ)۔ اجماع امت کی شرط جب کسی دور کے اجماع سے بھی پوری ہو سکتی ہے تو فرمائیے محفل میلاد کا انکار کیا اجماعی مسئلے کا انکار نہیں ہے! غرض ان چند سطور سے تمام اختلافی مسائل حل ہو جاتے ہیں! بشرطیکہ دل میں کجی نہ ہو۔

چند سال قبل جماعت اسلامی کے بانی اور سابق امیر جناب مولانا مودودی نے غلاف

مولانا مودودی کا تصویب بدعت

کعبہ کی نمائش کا وسیع پیمانے پر اہتمام کیا تو مخصوص ذہن کے لوگوں نے اپنی فکری روایت کے مطابق اس سب کچھ کو ناجائز و بدعت کہا۔ مولینا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”کسی فعل کو بدعت مذمومہ قرار دینے کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ وہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہوا تھا۔ لغت کے اعتبار سے تو ضرور ہر نیا کام

بدعت ہے، مگر شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے

اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے

کسی قاعدے یا حکم سے متصادم ہو، جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا کوئی

ایسی مضرت رفع کرنا متصور نہ ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے جس کا نکالنے

والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس ادعا کے ساتھ لازم کرے کہ اس کا نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے۔ یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بنا پر کہ فلاں کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوا، اسے بدعت یعنی ضلالت نہیں کہا جاسکتا۔

بخاری نے کتاب الجمع میں چار حدیثیں نقل کی ہیں، جن میں بتایا گیا ہے کہ عہد رسالت اور عبد بن جعفر کی طرف ایک اذان ہوتی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنے دور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا، لیکن اسے بدعتِ ضلالت کسی نے بھی قرار نہیں دیا بلکہ تمام امت نے اس نئی بات کو قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر صلوٰۃ صحیحیٰ (نماز چاشت) کے لئے خود بدعت اور احداث کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ افا لمن احسن ما احدثوا یہ ان بہترین نئے کاموں میں سے ہے جو لوگوں نے نکال لئے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے اور فرماتے ہیں کہ ما احدث الناس شیئا احب الی منها لوگوں نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا جو مجھے اس سے زیادہ پسند ہو۔ حضرت عمر نے تراویح کے بارے میں وہ طریقہ جاری کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے عہد میں نہ تھا۔ وہ خود اسے نیا کام کہتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں نعمت البدعت هذه (کیا ہی اچھا یہ نیا کام ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجرد نیا کام ہونے سے کوئی فعل بدعتِ مذمومہ نہیں بن جاتا۔ بلکہ اسے بدعتِ مذمومہ بنانے کے کچھ شرائط ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب میں کل بدعت ضلالت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں 'علماء نے کہا ہے کہ بدعت یعنی باعتبار لغت نئے کام کی پانچ قسمیں ہیں ایک بدعت واجب ہے، دوسری بدعت مندوب ہے (یعنی پسندیدہ)، تیسری بدعت حرام ہے چوتھی مکروہ اور پانچویں مباح ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ جو نیا کام شرعاً مستحسن کی تعریف میں آتا ہو وہ اچھا ہے

اور جو شرعاً بڑے کام کی تعریف میں آتا ہے وہ برابر ہے ورنہ پھر مباح کی قسم
میں سے ہے۔ (فتح الباری) ۱۰

زیر نظر کتاب بدعت کی حقیقت بھی اسی مسئلے کو سمجھانے کے
لئے لکھی گئی ہے۔ اس کے مصنف محقق مولانا صوفی محمد رفیع صاحب

زیر نظر کتاب

ڈپلوما انجینئر تریبیلا ڈیم میرے پرانے عزیز اور میرے قیام علی پور چٹھہ کی قیمتی کمائی ہیں۔ یہ
وہاں گورنمنٹ ہائی سکول میں زیر تعلیم تھے اور میں فرائض تدریس سرانجام دے رہا تھا میں نے
انہیں اس عنوان شباب کے دور میں جب عموماً نوجوان لائالی اور آوارہ نش ہوتے ہیں، راہ
حق کا جو یا اور خلوص وغیرت ایمانی کا پیکر پایا۔ میری ہی رہنمائی پر یہ دربار شاہ لاثانی علی پور
سیداں شریف میں حاضر ہو کر قطب الاقطاب، غوث الاعیاب، وارث مصطفیٰ، نائب مرتضیٰ
شہنشاہ ولایت، سلطان اہل طریقت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الحاج پیر علی حسین صاحب
نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے مرشد کاملین نے ان کی خوب
ترتیب فرمائی۔ روز افزوں رابطہ شیخ ان کی فطری صلاحیتوں کو نکھارتا رہا۔ وہ اخلاص وغیرت
جو ان کی سیرت کے چمکنے ہوئے عنوان تھے، چلا پاتے رہے۔ یہ ہیڈ رسول میں اور سیر بھی بن رہے
تھے اور ساتھ ساتھ لاثانی جمعیت طلبہ کی رکنیت سازی سے نوجوانوں کو تبلیغ و اشاعت دین کے
لئے منظم بھی کر رہے تھے۔ ملازمت کا آغاز ہوا تو تریبیلا ڈیم کی قسمت جاگی۔ چنانچہ وہاں ملازم
بھی ہیں اور بیسیوں دلوں کو سیراب بھی کر رہے ہیں۔ فرائض منصبی کی دیا تدارانہ ادائیگی جو کج بولستر
اٹھائے پھرنے سے، کسب حلال کے لئے زیادہ ضروری ہے، میں مصروف ہیں اور اس کے
پہلو پہ پہلو گھر پر چھوٹے بچوں کو قرآن پاک بھی پڑھاتے ہیں۔ ^{۱۴۰۸ھ} ^{اکتوبر ۱۹۸۵ء} میں عرس شہنشاہ لاثانی
میں ہمارے آقا و مولا، محسن و مصلح اعلیٰ حضرت نقشب لاثانی قدس سرہ نے اسلام کی تبلیغ کیلئے
'بزم لاثانی پاکستان' کی تشکیل کا اعلان فرمایا تو انہیں اس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا
گیا۔ چنانچہ اب تک اسی منصب پر فائز ہیں اور پیر و مرشد لاثانی علیہ الرحمۃ کی ہدایات پر جان و

دل سے عمل پیرا ہیں۔

میں چونکہ ان کی تقریری و تحریری مسامحتوں سے جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے، پُرانا قاف
ہوں؛ اس لئے ان سے عرض کی کہ قوم کے باشعور طبقے کو فکری و لدل سے نکلانے کیلئے
آپ کا میدان میں آنا ضروری ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جس جس پہانے سے امت
کا رابطہ اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کاٹا جا رہا ہے، اس اس پہانے پر قلم
اٹھایا جائے اور اس اس فتنے کا سر قلم کیا جائے۔ خدا کا نام لے کر اٹھیے اور عظمتِ محبوبِ خدا
علیہ التحیۃ والسلام کے دفاع میں سب سے پہلے قوم کو بدعت کی حقیقت سمجھائیے **إِنشَاء اللہ العزیز**
مرشدِ کامل کی توجہ شامل حال رہے گی۔ عزیزِ محترم نے میری گزارش کو قبول کیا اور اسی نام
سے کتاب لکھ دی، جو شاید اس موضوع پر اردو زبان میں جامع ترین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مصنف نے محنتِ شاقہ سے اپنی تحقیق کو نہایت مدلل انداز میں
پیش کیا ہے۔ مجھے فرمائش کرتے وقت جس قسم کی کتاب کی توقع تھی، یہ اس سے خوب تر
ہے۔ متعدد آیات، پچاس کے قریب احادیث اور قریباً اتنی ہی معتبر کتابوں کے حوالجات
نے موضوع کی وضاحت میں جان پیدا کر دی ہے۔ اپنے استدلال کو سلف صالحین، علمائے
اہل سنت بلکہ مخالفین کے اپنے اقوال سے آراستہ کیا گیا ہے۔ طرزِ بیان از حد ثائتہ
اور مُسکِن و مُسکِت ہے۔ طعن و تشنیع اور دلائل و لہجے سے ہر کہیں اجتناب برتا گیا ہے کتاب
کا مطالعہ کرنے سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ ایک شفیق سرجن نہایت ہی محتاط سرجری سے
بدن کو غلیظ و فاسد مادے سے نجات دے رہا ہے۔ طبیعت میں انصاف ہو تو اس قسم
کی بے لاگ تحقیق کی تحسین کرنی ہی پڑتی ہے۔ جہاں تک مضامین کتاب کا تعلق ہے بدعت
کی تعریف، اقسام اور ان کے احکام پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے علاوہ اجماعِ امت
کی اہمیت، حلت و حرمت کے قواعد اور وہ بہت سے معمولات جنہیں بدعات سمجھا جانا
ہے تفصیل سے زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ دورِ حاضر میں اس موضوع پر جو شبہات وارد کئے
جاتے ہیں، انہیں دور کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میرے ایک عزیز بلکہ برادرِ طریقت نے قوم کا اختلاف مٹانے کے لئے قلم اٹھایا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ کتاب کو بنظرِ غائر دیکھتے ہوئے یہی احساس ہوا جیسے مرشدِ برحق علیہ الرحمۃ نے اور ان کے تحت جگر نقشہ نقش لائانی حضور قبلہ عالمِ کلم جبرئیل سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی (سرپرستِ اعلیٰ بزم لائانی پاکستان) نے اپنے تصوفِ توجہ سے تحریر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اللہ رب العالمین جل مجدہ کی بارگاہِ عظمت پناہ میں اُس کے محبوبِ اعظم نبی مکرم سیدنا رحمۃ اللعالمین علیہ القلوۃ والسلام کے توسل سے دعا ہے کہ مصنف کی سعی مقبول و مشکور ہو اور ملتِ اسلامیہ کا داخلی انتشار ختم کرنے میں مجدد و مفید ثابت ہو۔

آمین!

سگِ بارگاہِ نقش لائانی
آسی

تقریر لطیف

علامہ العصر، فقیہ العصر، سلطان الناظرین، استاذ العلماء والباحثات علامہ
حافظ محمد سعید صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی شیخ الحدیث والتفسیر
جامعہ محمندیہ رضویہ برکات القرآن علی پور چٹھہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
'مسئلہ بدعت' وہ معرکہ الآرا مسئلہ ہے جس پر کسی کتاب میں لکھی گئیں اور کسی رسالہ تحریر
کئے گئے، لیکن یہ عقیدہ حسب سابق لایسجل بنا ہوا ہے۔ ہاں اگر ضد اور تعصب سے کنارہ کش
ہو کر اس مسئلے پر غور کریں تو یہ پیار نہیں، چھوٹا سا تودہ نظر آئے گا۔ عموماً علماء ربوہ بدعت
کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ "جو چیز قرون مشہود لہا بالآخر میں نہ پائی جائے وہ بدعت اور گمراہی
ہے اور اس کا عامل بدعتی ہے پھر اس پر کل بدعت منلالتہ اور کل منلالتہ فی النار کا فتویٰ چسپاں
کر دیا جاتا ہے۔ اور بندگان دین کے بے شمار معمولات کو حرام اور بدعت کہا جاتا ہے۔ لیکن
آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ یہی علمائے دیوبند اپنی تعریف کے مطابق خود کسی بدعات
پر عامل ہیں اور تاویل و توجیہ سے ان کو جائز قرار دیتے ہیں، کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہ
کام ان کے بزرگوں کا معمول ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے: فتاویٰ دیوبند سے ایک سوال اور اس کا جواب
سوال: عیدین کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے صحابہ یا تابعین یا
تبع تابعین نے دعا مانگی ہے یا نہیں اگر مانگی ہے تو حوالہ تحریر فرمایا جائے اگر نہیں
مانگی تو مسلمانوں کو مانگنی جائز ہے یا نہیں الی آخرہ۔

جواب: احادیث قولیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باسانید صحیحہ ہر نماز کے بعد جس میں نماز عید
بھی داخل ہے دعا مانگنے کی فضیلت و ثواب منقول ہے اگرچہ احادیث فعلیہ
میں عمل کی تصریح نہیں مگر نفی بھی منقول نہیں الی آخرہ۔

سائل کا سوال ہے کہ عیدین کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین سے دُعا مانگنے کا کوئی حوالہ ہے تو بتائیے۔ اس کے جواب میں مفتی صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ عیدین کی نماز کے بعد دُعا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین اور نہ تبع تابعین سے۔ یہ کہیں بھی منقول نہیں مگر چونکہ نفی بھی منقول نہیں اس لئے عیدین کی نماز کے بعد دُعا مانگنا جائز و مستحب ہوگا۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں، مفتی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ مشہود بہا بالخیر میں عیدین کی نماز کے بعد دُعا مانگنے کی تصریح کہیں نہیں۔ اگر یہ عمل ہوا ہوتا تو تصریح ہوتی۔ کیونکہ عیدین کی نماز تو علانیہ مجمع عام میں ادا کی جاتی ہے، گھر میں چُھپ کر تو ادا نہیں کی جاتی۔ اگر خیر القرون میں دُعا مانگی گئی ہوتی تو یقیناً تصریح ہوتی جبکہ کہیں بھی ذکر نہیں تو معلوم ہوا خیر القرون میں یہ دُعا نہیں مانگی گئی۔ اب چاہیے تھا کہ ان کے لئے بدعت، ضلالت اور فی النار ہوتی۔ لیکن مفتی دیوبند فرماتے ہیں 'عیدین کی نماز کے بعد دُعا مانگنا جائز و مستحب ہوگا'۔

اسناد ائمتین ۱۹

جو چاہے آپ کا حسن کثرت ساز کے

آپ اس تضاد پر حیران تو یقیناً ہوئے ہونگے کہ مفتی صاحب میلاد شریف گیارہویں شریف اور اس قسم کے بہت سے امور کو صرف اس لئے ناجائز اور بدعت کہتے ہیں کہ یہ امور خیر القرون میں نہیں تھے۔ جبکہ عیدین کی نماز کے بعد دُعا کو خیر القرون میں نہ ہونے کے باوجود مستحب قرار دے رہے ہیں۔ آخر مفتی صاحب کی مجبوری کیا ہے؟ آپ فتاویٰ دیوبند عزیز الفتاویٰ کا بھی مطالعہ فرمائیے؛ حقیقت حال اور واضح ہو جائے گی۔ وہاں بھی یہی سوال ہے:

مسئلہ :- بعد نماز عیدین یا بعد خطبہ دُعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں۔ اگر ان حضرات نے کبھی دُعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔

جواب :- ہمارے حضرت اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ کرام مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سابق صدر مدرس ہذا اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب

صد مدرس مدرسہ اکیڈمی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔

اب تو مفتی صاحب کی مجبوری آپ معلوم کر چکے ہوں گے کہ ان کے ہاں کسی کام کے جائز ہونے یا ناجائز ہونے کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے کہ اگر کوئی کام اکابر علماء دیوبند کا معمول ہے تو وہ جائز ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں کہیں مذکور نہ ہو، جیسا کہ دعا بعد نماز عیدین، اور اگر کوئی کام علماء دیوبند کا معمول نہیں تو وہ بدعت اور ناجائز ہے جیسا کہ دعا بعد نماز جنازہ، میلاد شریف، گیارہویں شریف، سوم اور چالیسواں وغیرہ۔ معلوم ہوا خیر القرون کا ذکر تو محض برائے وزن بیت ہے، ورنہ دیوبندی حضرات کے نزدیک جواز یا عدم جواز کا دار و مدار ان کے اپنے اکابر کے معمولات پر ہے۔

عزیز مولوی محمد صدیق صاحب ضیاء المسلمین نے اس مسئلہ کو نہایت معتبر حوالہ جات سے اتنا واضح کر دیا ہے کہ غیر متعصب شخص کو بغیر تسلیم کئے چارہ نہیں میں نے خود کئی مقامات سے کتاب کا مطالعہ کیا اور اسے بہتر پایا۔ حوالہ جات نہایت معتبر، انداز بیان نہایت ہی ہمدردانہ اور استدلال محققانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز محترم کی یہ سعی جمیل مقبول فرمائے، آمین! ثم آمین!!

ابوالشفقات حافظ محمد سعید نقشبندی مدنی
خادم جامعہ محمدیہ رضویہ برکات القرآن علی پور چھٹ

بدعت کی حقیقت

(ایک نظم)

از فصیح اللسان، ابوالبیان، ملک الشعراء، استاذ الاساتذہ

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد حسین صاحب آسی مدظلہ العالی پروفیسر

گورنمنٹ کالج اسلامیہ کالج سیالکوٹ، بانی و سرپرست اعلیٰ نزم نعت، سیالکوٹ

رسالت اصل ملت باعث تکوین ملت ہے
وہ بے بہرہ ہے ایمان کے ساتھ یا جہالت ہے
جسے کہتے ہیں رُوحِ دین وہ تعظیمِ رسالت ہے
حقیقت معرفت عرفان خورشید نبوت ہے
عروج آدمِ خاکی کی بنیاد ان کی نسبت ہے
جسے دیکھو وہی پروانہ شمعِ رسالت ہے
کوئی انکار کر سکتا نہیں یہ وہ حقیقت ہے
کیا یہ حال جب ملت اسیرِ دامِ ذلت ہے
جو سچ پوچھو تو اس ذلت کا باعث عدمِ الفت ہے
جنہیں مطلوبِ وحشت ہے جنہیں مقصودِ نفرت ہے
جسے یہ دین سمجھے میں وہی دین سے بغاوت ہے
جو ایمان تھا وہ کھٹھرا شرک جو سنت تھی بدعت ہے
کچھ ایسے بھی ہیں جن کا مدعا دین کی لتاعت ہے
جو انجمنیں نہیں ہے مگر جو ششِ حمیت ہے
خدا کے خوف نے بخشا اسے نورِ بصیرت ہے

رسالت بالیقین آئینہ انوارِ وحدت ہے
رسالت چھوڑ کر توحید کی جو بات کرتا ہے
جسے کہتے ہیں دینِ دراصل طاعت ہے رسالت کی
ابہیں جانے تو مومن ان کو پہچانے تو ہے عارف

وہی معراج والے ہیں وہی معراج دیتے ہیں
صحابہ ہوں کہ اہل بیت ^{رضی اللہ عنہم} سب قرباں ہیں آپ پر
بزدلِ عشق مومن چھا گئے تھے ساری دنیا پر
کجا وہ رنگ جب ان سے جہانِ کفر لرزاں تھا
حقیقت ہے کہ اس عزت کا باعث عشقِ مولانا تھا
قیامت ہے کہ ایسے لوگ بھی ملت میں گھس آئے
جسے کہتے ہیں یہ توحید، وہ تو ہیں سرور ہے
مرے مولا! مری ملت میں کیسا انقلاب آیا
خدا کا شکر ہے پھر بھی کہ اس دورِ حوادث میں
ضیائے محترم، یہ صوفی صدیق انجمنیں
نبی کا عشق سے سرمایہ اس کی زندگانی کا

علیہما الرضوان والرحمة

گمائے نقشِ لائلیٰ فدائے علی حضرت ہے
 نقیبِ اہل سنت ماحی ظلماتِ بدعت ہے
 مدلل ایسی لکھی اس نے بدعت کی حقیقت ہے
 عبارت سر بہ سر تنویر حسن جامعیت ہے
 جسے بھی دین کی یا دین سمجھنے کی ضرورت ہے

مرادِ نظر بھی ہے یہ میرا پیر بھائی بھی
 وفا گسترِ خیال پرورِ صفا و صدق کا مظہر
 کسی سنت کو بدعت بدعتی اب کہہ نہیں سکتا
 یہ گنجینہ ہے گویا نقلی و عقلی دلائل کا
 بغور اس کو پڑھے اور دیکھے استدلالِ کثرت

دُعایہ ہے خدا و مصطفیٰ ^{علیہ السلام} مقبول و شرمائیں
 یہی تو اسی ایک مقصودِ تحریرِ عبارت ہے

سب بارگاہِ حضورِ نقشِ لائلیٰ
 اسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدعت کی تعریف

نغوی

نعت میں ہر نئی بات اور نئی چیز یعنی کسی سابقہ نظیر (مثال) کے بغیر نوا ایجاد امر کو بدعت کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ یوں وارد ہوا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ مالک الملک کا ارشاد ہے:

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ بَعَثْنَا فِي كُلِّ قَوْمٍ رَّسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۗ

اصطلاح شرعی

دین میں جو نیا کام (بغرض ثواب) جاری کیا جائے یعنی وہ اعتقادات اور اعمال جو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظاہری میں نہ تھے بعد میں جاری ہوئے۔ یہ مرقات میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فِي الشَّرْعِ اِحْدَاثٌ مَا لَوْ كُنْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۗ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا، بدعت کہلاتا ہے“

۱۵ ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَلْبَدْعَةُ كُلُّ شَيْءٍ عَمِلَ عَلٰی غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ - یعنی جس کی مثال پہلے زمانہ میں نہ ہوئے بدعت کہتے ہیں (مرقات اول ص ۱۴۹)۔ امام نووی سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ دیکھیے قانون بدعت

ص ۲۳ گھاشیہ حسن المقصد فی عمل المولد: اود ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۵۳ بحوالہ شرح مسلم۔

۱۶ الانعام (۱۰۱) ، البقرہ (۱۱۴) ۱۷ کنز الایمان ۱۸ دیکھیے جانا بحق، اول ص ۲۱۴

۱۹ مرقات اول ص ۱۴۹: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسا ہی فرماتے ہیں (القسم الثانی من تہذیب الاسماء بحوالہ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد دوم ص ۲۲)

۲۰ اشعۃ اللمعات اول اردو ص ۲۲۲، امام سیوطی نے امام نووی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو حوزۃ المقصد اردو ص ۳۲۲ و ج ۱ اسلام سیکرٹری لاہور)

یہی محدث دہلوی فرماتے ہیں:
 بدعت سے ایسی نئی نکالی ہوئی چیز کا اعتقاد کر لینا مراد ہے جو کسی شہید اور تاول
 کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ معروف و معلوم طور پر وارد ہوا ہے،
 اس کے خلاف ہو۔

بدعتِ اعتقادی

حضور نبی کریم روف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:
 مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۚ
 (جو شخص ہمارے دین میں ایسا طریقہ ایجاد کرے جو اس میں سے نہ ہو وہ رد ہے)۔
 شاحِ مشکوٰۃ صاحبِ مرآۃ جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
 ہیں کہ: "امر سے مراد دین اسلام ہے اور ما سے مراد عقائد یعنی جو شخص خلافِ اسلام
 عقیدے ایجاد کر لے، وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل" ۱۴
 بدعتِ سپیہ ان بڑے عقائد کا نام ہے جو اسلام میں ایجاد کیے جائیں جس
 بدعت یا بدعتی کی سخت برائیاں آئی ہیں اس سے یہی مراد ہے۔ دیکھو حضرت ابن عمر
 رضی اللہ عنہما نے انکارِ تقدیر کے عقیدے کو بدعت فرمایا ہے ۱۵
 سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ الثورانی فرماتے ہیں: تمام بدعتی فرقوں میں بدترین
 وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض و عناد
 (بداعتقادی) رکھتا ہے ۱۶
 پھر فرماتے ہیں: "اعتقاد کا برا ہونا محرومی کا باعث ہے بدعتِ اعتقادی مردود ہے"

۱۴ مشکوٰۃ باب الاعتصام، الرعین نووی

۱۵ مکتوبات و فتاویٰ اول، مکتوب نمبر ۵۳

۱۶ اشعۃ اللمعات اردو ص ۱۳۲ - جلد اول مقدمہ

۱۷ مرآۃ اول ص ۱۲۶

۱۸ مرآۃ اول ص ۱۲۶

حدیث شہیر حضرت سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں:
 ”فسق اعتقادی مانند اعتزال اور رفق و غیرہ بدعت میں داخل ہے۔“
 حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: ”جو شخص ان (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم)
 کے فضائل کا منکر ہے وہ بدعتی ہے۔“

مخالفین کے امام محمد بن عبد الوہاب نجدی نے کتاب توحید لکھی اور ان کے
 پوتے عبدالرحمن بن حسن نے اس کی شرح ’فتح البجید لکھی اور عطا اللہ ثاقب نے ہدایۃ المستفید
 کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے استوی کی کیفیت جاننے کے
 بارہ میں سوال کو بدعت اور سائل کو امام بیہقی اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما کے حوالہ
 سے بدعتی لکھا گیا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں۔ جس بدعت میں ایسے شدید وعید ہیں، وہ
 بدعت فی العقائد ہے، جیسا روافض و خوارج کی بدعت ہے۔
 معلوم ہوانے عقائد بدعت ہیں۔

بدعتِ عملی

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
 حدیث محولہ بالا میں ”یا امر سے مراد دین ہے اور ما سے مراد اعمال ہیں،
 اور لیس منہ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجا
 کرے جو دین یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں، جس سے سنت اٹھ جاتی ہو۔“
 حاجی امداد اللہ ہاجر کی فرماتے ہیں: بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین
 میں داخل کر لیا جائے۔ اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱۔ فیوض الباری اول مقدمہ ص ۳۸
 ۲۔ ازلة الخفاء اردو۔ اول ص ۲۴۸
 ۳۔ ہدایۃ المستفید جلد دوم۔ ص ۱۴۵
 ۴۔ فتاویٰ رشیدیہ محبوب بطرزدی مطبوعہ کراچی ص ۱۲۸
 ۵۔ مرآة اول ص ۱۴۶
 ۶۔ فیصلہ ہفت مسند ص ۳

والہ وسلم و خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم) و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو، وہی
نئی بات (بدعت) ہے۔ اسی سے بچنا چاہیے۔

قابل غور و فکر

اب کوئی عمل اگر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ اقدس کے
بعد کیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

۱۔ یا تو وہ عمل کتاب و سنت کے مطابق ہوگا اور اس کی اصل شریعتِ مقدسہ میں موجود ہوگی۔

۲۔ یا وہ عمل کتاب و سنت کے خلاف ہوگا اور اس کی اصل شریعتِ مطہرہ میں نہ ہوگی۔

عملی بدعت کی تقسیم

پہلی صورت میں بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت۔

دوسری صورت میں بدعتِ سئیرہ یعنی بری بدعت۔

۱۵ احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۲۰۹

۱۶ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو نیک طریقے امتی نکالتے ہیں ان کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں

(خزائن العرفان ص ۳۷ تا ج کیمپی ۲۷۸- حوالہ)۔ جناب مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدعتِ حسنہ

سنت کو مٹاتی نہیں، بلکہ کبھی رائج کرتی ہے۔ دیکھو علم دین سکھانا سنت ہے۔ اب اس کے لیے کتابیں چھاپنا،

مدرسہ بنانا، وہاں تعلیم کے نصاب اور کورس بنانا اگرچہ بدعت ہیں، مگر سنت کے معاون نہ کہ مخالف۔

(مرآة اول صفحہ ۱۷۸)۔ حضرت مولانا شمس الدین احمد رضوی فرماتے ہیں: بدعتِ حسنہ وہ ہے جو کسی سنت

کے مخالف و مزاحم نہ ہو (قانون شریعت اول صفحہ ۲۵)۔ مولانا اسماعیل دہلوی کہتے ہیں: "اور وہ بدعت

جس کی اصل شریعت سے ثابت ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے" (مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان ص ۱۱۳ بحوالہ رسالہ

چہار گزہ مسائل)۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ کی عبارت فیوض الباری میں مرقوم ہے: وہی ماراۃ المؤمنون

حسنا ولا یكون مخالفا لکتاب والسنة والاشرا والاجماع۔ (یعنی جلد ۲، ص ۷۲)

ترجمہ: بدعتِ حسنہ یہ ہے کہ جسے مسلمان اچھا جانیں اور وہ کام قرآن یا سنت یا اشرا یا اجماع کے خلاف نہ ہو۔

۱۷ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ بدعت جسے قابلِ مذمت کہا جاسکے وہی ہوگی جو خلافِ سنت ہو۔

رکبیا نے سعادت اردو ص ۲۹۵، مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس۔ لاہور) فقہ کی مشہور کتب ملاحظہ ہوں

"بدعتِ سئیرہ قبیحہ وہ ہے جو کسی سنت کے مخالف و مزاحم ہو" (قانون شریعت اول صفحہ ۲۵)۔ بہار شریعت اول

نوٹ

مفتیان دین متین نے ان کے مدارج پر بھی گفتگو کی ہے۔ یعنی بدعتِ حسنہ تین طرح کی ہے: مباح، مستحب اور واجب۔ اور بدعتِ سیرۃ دو طرح کی ہے: مکروہ اور حرام۔ لیکن ہماری بحث بدعت کے حسنہ اور سیرۃ ہونے سے متعلق ہوگی۔ تو بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیرۃ میں فرق ملاحظہ کیجئے:

بدعتِ حسنہ

وہ موافق کتاب و سنت نیا کام جو دین میں شغف کی تقویت کا باعث ہو۔

بدعتِ سیرۃ

وہ نیا کام جو مزاجِ اسلام کے مخالف اور اس کا مغیر ہو۔ یعنی خلاف کتاب و سنت ہو اور اسے دین میں داخل کر لیا جائے۔

اجمال کے بعد تفصیل

بفضلہ تعالیٰ ہم نے بدعت کی اقسام (حسنہ اور سیرۃ) کی جو تعریفیں نقل کی ہیں، وہ بدعتِ حسنہ کے حسن اور بدعتِ سیرۃ کی قباحت کو خوب واضح کر رہی ہیں۔ پھر بھی ہم اجمال سے تفصیل کا رخ کرتے ہیں۔ کتاب و سنت ہمارے اصل ماخذ ہیں۔ نصوص قطعہ انہیں سے حاصل ہوتی ہیں۔

تو آئیے دیکھئے کتاب اللہ بدعتِ حسنہ کے استحسان پر نص قائم کرتی ہے: ارشاد ہوتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهَابِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

۱۔ ماہر القاعدی کہتے ہیں کہ پھر ان ایک دوسرے دین میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا اس لیے یہ بدعتِ سیرۃ (کا ہے) کو سونے لگیں (بدعت کیا ہے ص ۶۳)

فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَهُمْ أَحْرَمُ وَأَجْرُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ - ۲۷

ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

اور اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے پیروؤں کے دل میں (ہم نے) نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا کہ اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہترے فاسق ہیں۔

ترجمہ مولانا اشرف علی تھالوی

اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کیا اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا۔ ہم نے اس کو ان پر واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس رہبانیت کی پوری رعایت نہ کی سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر (موعود) دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔

ترجمہ مولانا مودودی

اور جن لوگوں نے ان کی پیروی اختیار کی۔ ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہوئے تھے ان

کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔“

غور فرمائیں یہ بیانیہ کی بدعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں نے خود اپنی طرف سے ایجاد کی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض و واجب نہ تھی۔ ان لوگوں کی نیت اچھی تھی اور مقصود رضائے الہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس بدعت کو شرف قبولیت سے نوازا اور اس کا تذکرہ اپنی آخری کتاب مقدس یعنی قرآن پاک میں فرمایا۔ پھر جو لوگ خود ایجاد کردہ بدعت کو نہ تباہ کئے یعنی اس پر پابندی سے عمل نہ کر سکے، ان سے اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوا۔ فرمایا ان لوگوں نے خود ہی یہ بدعت نکالی اور اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اس کا اہتمام نہ کیا گیا۔

لیکن انہوں نے جو شہودی خدا کے لیے جس بدعت کو ایجاد کر لیا قرآن نے اس کے باعث رضائے الہی ہونے سے انکار نہ فرمایا بلکہ اس کے حق میں ڈگری دے دی اور خود ان لوگوں کا مقصد حصول رضائے الہی بھی بتا دیا اور پسند یہ فرمایا کہ وہ اسے تباہ متئے اور پابندی اختیار کرتے۔

رب تعالیٰ کی اس پسندیدگی سے اس بدعت کا (ان کے لیے) حسنہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور بدعت حسنہ کا باعث ثواب ہونا۔

اسی کے بارے میں جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”معلوم ہوا دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں، ثواب کا باعث ہیں“ بلکہ کہ ”یہاں ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نہ تباہ ہونے پر (ہوا)“ لے
حضرت صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی نئی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الہی مقصود ہو تو بہتر ہے اس پر ثواب ملتا ہے اس کو جاری رکھنا

لے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں: ”پس نگہداشت ان نیکو دین حق نگہداشتن آن
لے علم القرآن ص ۶۳ ۳۵ ج ۱ الحق اول ص ۲۵ نعیمی کتب خانہ گجرات لے خزائن العرفان مطبوعہ تاج کتب خانہ مطبوعہ تاج کتب خانہ

چاہیے۔ اسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ البتہ دین میں مبری بات نکالنا۔
 بدعتِ سیئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور بدعتِ سیئہ حدیثِ شریف میں
 وہ بتائی گئی ہے جو خلاف سنت ہو اور اس کے نکلنے سے کوئی سنت اٹھ جائے اس
 سے ہزار ہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے؛ جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اپنی ہوائے
 نفسانی سے ایسے امور خیر کو بدعت بنا کر منع کرتے ہیں؛ جن سے دین کی تقویت و تائید
 ہوتی ہے؛ اور مسلمانوں کو آخری فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات میں فوق و
 شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں؛ ایسے امور کو بدعتِ سیئہ (بتانا قرآن مجید کی
 اس آیت کے صریح خلاف ہے)۔

قرآن کریم کی اس واضح شہادت کے بعد احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

پہلی حدیث شریف

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ
 بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ هِيَ شَيْءٌ وَمَنْ
 سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ
 عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ هِيَ شَيْءٌ۔
 (رواہ مسلم)

ترجمہ

جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب
 ہے جو اس پر کاربند ہوں ان کا ثواب کم ہوئے بغیر۔ اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ
 ایجاد کرے اس پر اپنی بد عملی کا گناہ اور ان کی بد عملیوں کا جو اس کے بعد اس پر

۱۔ مشکوٰۃ کتاب العلم۔ ریاض الصالحین باب من سن سنة حسنة او سيئة۔ التفسير من ظہری جلد ششم اردو۔ کراچی
 ایسی ہی ایک حدیث شریف ترمذی ابواب العلم اور ابن ماجہ جلد اول باب من سن سنة حسنة او سيئة میں بھی موجود ہے

کار بند ہوں اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۔ (مرآة)
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں، جناب صدیق الاعظم
 مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے خزائن العرفان میں اور مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری
 (رحمۃ اللہ علیہم) نے انوار ساطعہ میں مجمع البحار اور شرح مسلم کے حوالہ سے ایسا ہی
 ترجمہ کیا ہے۔

یہاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئی ایجاد کو لفظ سنت سے تعبیر فرمایا
 ہے یعنی جو اچھا طریقہ (بدعتِ حسنہ) جاری کرے گا وہ ثواب در ثواب کا مستحق ہے
 اور جو بُرا طریقہ (بدعتِ سیئہ) جاری کرے گا وہ ہر لحظہ گناہوں کے بوجھ تلے دبتا
 چلا جائے گا۔ مرآة شرح مشکوٰۃ میں ہے: "اس حدیث سے بدعتِ حسنہ کے خیر
 ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہوا۔ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعت کی
 برائیاں آئیں۔ صاف معلوم ہوا کہ بدعتِ سیئہ بُری ہے اور ان احادیث میں یہی مراد ہے۔
 یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرما رہی ہے! بدعتِ حسنہ اور سیئہ۔ اس میں کسی
 قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔" ^۱

مولانا اسماعیل دہلوی کہتے ہیں:

"و در حسن بود بعض بدعات شبہ نیست اجر من عملھا

(ترجمہ) اور بعض بدعتوں کے حسنہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس کا
 اثبات بہت سی حدیثوں سے کیا جاسکتا ہے جیسا کہ وارد ہے کہ "جو اچھا طریقہ رائج
 کرے گا، اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا!"

۱۔ امام ابن حمام سے منقول ہے "لغت میں سنت اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو عام مروج ہو، خواہ اچھا
 ہو یا بُرا (سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم)۔ جناب سید یوسف سید ہاشم (کویت) فرماتے ہیں کہ لغت عرب اور
 اصطلاح شریعت میں سنت کا معنی ہے طریقہ اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے
 (اسلامی عقائد ۲۲۵ اردو ترجمہ اولیٰ اہل السنۃ والجماعت)

۲۔ مرآة اول ^۱ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ بحوالہ رسالہ چہارہ مسائل

ابن ماجہ اور ریاض الصالحین وغیرہ کے ابواب من سن سنة حسنة اوسنة سے بھی خوب ظاہر ہے کہ کتب احادیث کے مطابق نئے طریقہ کے لیے حسنة اور سنیہ کی تقسیم درست ہے۔^۴

پھر مخالفین کے مفتی و عظیم مفتی محمد شفیع کہتے ہیں کہ "بدعت لغت میں ہر نئے کام کو کہتے ہیں خواہ عادت ہو یا عبادت۔ جن لوگوں نے یہ معنی لیے ہیں انہوں نے بدعت کی تقسیم دو قسم کی ہے سنیہ اور حسنة۔^۵

بہر حال یہ تو معلوم ہو گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت حسنة یعنی نیک اور حسنة طریقہ جاری کرنے کی عام اجازت کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی وعدہ تو ابھی

دوسری حدیث شریف

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)^۶
جو شخص ہمارے دین میں ایسا طریقہ ایجاد کرے جو اس میں سے نہ ہو وہ رد ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من أحدث

فی امرنا هذا) جس شخص نے نکالی ہمارے اس دین میں جو روشن و ظاہر ہے (ما

لیس منه) ایسی چیز جو اس میں سے نہ ہو یعنی ایسی نئی بات نکالی جو کتاب و سنت میں

نہ تو صراحتاً مذکور ہو اور نہ ہی قواعد استنباط سے اخذ کی گئی ہو اور نہ ہی کتاب نے اس

کی صحت کی تصدیق کی ہو ہمارے اس معنی کے مطابق فی امرنا هذا میں اجماع

اور قیاس بھی داخل ہو گیا۔ غرض یہ کہ ایسی چیز مراد ہے جو کتاب و سنت کے خلاف اور

اسے تبدیل کرنے والی ہو (فہو رد) تو وہ چیز یا ایسی بات نکالتے والا شخص باطل و

^۴ لیکن ادارہ اسلامیات لاہور اور عامر عثمانی فاضل دیوبند کا اسلام ملاحظہ کریں اور ان کی دیانت کا اندازہ فرمائیں

بڑی بے باکی سے کہتے ہیں، "حدیث کی ایک ایک کتاب اٹھا کر دیکھیے، کسی جگہ آپ کو نہیں ملے گا کہ شریعت

نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں" (بدعت کیا ہے ص ۲۲۳)۔ استغفر اللہ!

^۵ سنت و بدعت ص ۸۱ مشکوٰۃ باب الاعتصام، ریاض الصالحین۔

مردود ہے؟

جناب مولانا عبدالستیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ "جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اس حدیث میں فقہوردا" حکم ہے، یہ اصل احداث پر راجع نہ ہوگا، بلکہ اس کی قید جو مَالِيسٍ مِنْهُ ہے اس کی طرف راجع ہوگا۔ یعنی جو نئی بات مخالف اور تغیر دینے والی دین کی ہو وہ رد ہے نہ یہ کہ جو کوئی بات عمدہ اور صالح اور نیک اصول دین کے موافق نکالی جائے وہ بھی رقبہ ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:

"یہ بات علی العموم صحیح نہیں کہ جو فعل خیر آپ نے نہ کیا وہ بدعت (سیتہ) اور مخالف سنت ہوتا ہے۔ حق الامزیہ ہے کہ مخالف سنت و بدعت وہی امر ہوگا، جو امر وہی شارع کے خلاف ہوگا۔ اس طرح کا امر جو کوئی احداث کرے گا، وہ داخل ارشادِ مَنْ اَحَدَتْ فِيْ اَمْرِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ہوگا اور وہ فعل مکروہ و بدعت (سیتہ) و ضلالت کہلائے گا۔"

مولانا اسماعیل دہلوی کہتے ہیں:

(ترجمہ) اس حدیث سے اس بدعت کا مردود ہونا ثابت ہوا جس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو اور وہ بدعت جس کی اصل شرع سے ثابت ہو وہ حسنة ہے۔" لہٰذا ممکن ہے کوئی صاحب اعتراض کریں کہ اس جگہ مطلق بدعت مراد ہے، اور وہی مردود ہے تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہاں مطلق بدعت مراد ہوتی تو "ماليسٍ مِنْهُ" کے الفاظ مبارکہ کی ضرورت نہ تھی۔ اب ان الفاظ نے بدعت (نئی چیز) کو مطلق ہرگز نہ رہنے دیا اور بدعت کو حسنة اور سیتہ میں تقسیم کر دیا۔

اگر سوال کیا جائے کہ ایسی تقسیم کیونکر جائز ہوئی تو جواباً عرض ہے کہ "مالیس منہ کے معانی ہیں جو دین میں سے نہیں" اگر ہر نئی بات بلا تخصیص بدعت ستیہ ہوتی تو یہاں یہ الفاظ وارد نہ ہوتے اور حدیث پاک ایسے ہوتی: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا فَهُوَ رَدٌّ؛ جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالے تو وہ رد ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے اور اس میں جملہ "مالیس منہ" دلیل ہے ہمارے دعویٰ کی، کہ ایسی نئی بات جس کی اصل شرع شریف میں مفقود ہے وہ رد ہے اور جس کی اصل شریعت مطہرہ میں موجود ہے وہ رد نہیں ہے۔

دورِ حاضر کے عظیم سکالر جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے الفاظ میں حدیث پاک کا دوسرا مبارک پہلو یوں ہے کہ — "جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جس کی اصل دین میں ہے وہ محبوب ہے" لہ

مسک مجد والف ثانی علیہ الرحمہ

اور یہ جو امام ربانی ستیدنا مجد والف ثانی رضی اللہ عنہ نے دفتر اول مکتوب^{۱۳۴} میں یہی حدیث درج کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جو مردود ہے اس میں حسن کہاں۔ بالکل صحیح ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو مردود ہے وہی ستیہ ہے اور جو مردود نہیں وہ منقول (حسنہ) ہے۔ اب حضرت مجد والف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردود مقبول کیا ہے؟ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے، جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے متفرق ہوئے ہیں۔ اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی

۱۔ جان جاناں ص ۱۳۵ حیدرآباد۔ اور بہار شریعت حصہ اول میں ہے کہ:

"جس امر کی اصل شرع شریف سے ثابت ہو وہ ہرگز بدعت قبیحہ نہیں ہو سکتا"

اصول کے سوا اور جو کچھ ہو خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور ان کے کشف و الہام اگر ان اصولوں کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود ہے۔

پتہ یہ چلا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک اگر کوئی چیز کتاب و سنت، علما کے اجماع اور مجتہدین کے اجتہاد کے موافق ہے تو مقبول ہے ورنہ مردود، پس اگر مردود میں حُسن نہیں تو جو مقبول ہے وہ حُسن سے خالی بھی نہیں اور سُنہ اسی کا نام ہے۔

رہا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ ہر بدعت سیرۃ ہی ہوگی تو یہ ہمیں مفسر نہیں، اس لیے کہ وہ رفع سنت کے بغیر کسی امر نیک کو بدعت نہیں سمجھتے بلکہ سنت جانتے ہیں۔ مثلاً صرف دُخو کا علم ہے اور جب رفع سنت واقع ہو جائے تو دیگر علماء بھی سیرۃ کہہ کر رو کر دیتے ہیں۔ اور کسی قید کے بغیر لفظ بدعت کا اطلاق عموماً خلاف سنت امور پر ہی ہوتا ہے۔

چشم حق میں سے انصاف کی امید پر ہم نے مسلک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر مختصر مگر جامع بحث کی ہے۔ اللہ تعالیٰ درست قوت فیصلہ عطا فرمائے۔

تیسری حدیث پاک

مَنْ ابْتَدَعَ بَدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ
الْإِثْمِ مِثْلُ اثْمِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا

۱۔ مکتوبات شریف اردو۔ دفتر اہل بکتوب ۲۱۷

۲۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی نقطہ نظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیر نظر حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ "اسی بنا پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسے علوم جو حصول دین کے ذرائع اور وسائل ہیں جیسے علم صرف و نحو، سنت میں داخل ہیں۔ اور حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ ان پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے، کیونکہ آپ کے نزدیک بدعت میں کوئی حُسن نہیں۔ (انجیح الحاجرہ حاشیابن ماجہ بحوالہ مسلک امام ربانی ص ۲۳۸)

۳۔ اور مولوی غلام علی صاحب کہتے ہیں کہ یہاں کہیں بدعت کو مطلق سمجھو گے تو یہ بدعت سیرۃ (خلافت مراد ہوتی ہے) (شفا اربعیل ترجمہ قول اربعیل۔ حاشیہ ص ۱۷۷)

”جو شخص گمراہی کی بدعت نکالے جس سے اللہ اور رسولِ راضی نہ ہوں، اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔“

مولانا اسماعیل دہلوی اس حدیثِ پاک سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”اور وہ بدعت جو مردود ہے وہ بدعتِ متقید ضلالت سے ہے۔“ لہٰذا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی نے فرمایا:

”جس نے کوئی بدعتِ ضلالت (گمراہی کی بدعت) جاری کی جس سے خدا تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش نہ ہوں بخلاف بدعتِ حسنہ کے جس میں دین کی بہتری اور اس کی تقویت اور ترویج ہو کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے، اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند ہے۔ الخ لہٰذا گویا اس جگہ بدعتِ ضلالت سے مراد گمراہی کی بدعت ہے اور ضلالت کی قید اچھی بدعت کو اس حکم سے نکالنے کے لیے ہے۔“

صاحبِ انوارِ ساطعہ مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”معنی حدیث کے یہ ہوں گے کہ جس نے نکالی ایسی بدعتِ ضلالت ہے الیٰ آخرہ“ ہم کہتے ہیں اس میں بھی بدعتِ حسنہ کا ثبوت ہے اس لیے کہ نکرہ کو نکرہ کے ساتھ صفت کرنے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ وہ فائدہ دیتا ہے تخصیص کا، پس صفتِ ضلالت نے اپنے موصوف بدعت کو جو شامل ضلالت و ہدیٰ کو تھا، خاص کر دیا اور تمیز دے دی بعض افراد کو یعنی بدعتِ ضلالت کو بعض سے یعنی بدعتِ ہدیٰ و حسنہ سے جیسے رجل عالم میں صفت عالم نے تمیز دے دی رجل کو غیر عالم سے۔“ لہٰذا اسی طرح مرآة شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ

یہاں بدعت موصوف ہے اور ضلالت صفت۔ اور جب نکرہ نکرے کی صفت ہو تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہاں ضلالت کی قید بدعتِ حسنہ کو نکالنے کے لیے ہے (مرقاۃ) یعنی بڑی بدعتوں کا موجد مجرم ہے جیسے اردو میں نماز و اذان۔ یا اور تمام خلاف سنت کام اور اچھی بدعتوں کا موجد ثواب کا مستحق جیسے علم صرف و نحو کے موجد۔

پونجی حدیث مقدس

فرمایا: لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ ۗ

میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور فضیلت ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اس امت کو نوازا کہ آپ کی امت جس چیز پر اتفاق کرے گی وہ حق و ثواب ہی ہوگا۔
مدارج الثبوت شریف میں فرمایا:

اس امت کے خصائص میں سے یہ ہے کہ یہ ضلالت و گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔ یہ حدیث کثیر سندوں سے مشہور ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت ضلالت و گمراہی پر مجتمع نہ ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے میرے سوال کو قبول فرمایا اور یہ عنایت فرمائی یہ 'اجماع' کی حجت پر دلیل ہے۔
تکمیل الایمان میں خلفاء اربعہ کی فضیلت کے زیر عنوان فرمایا:

جس چیز پر سب نے اجماع کر لیا، وہ حق ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود ڈاکٹر میٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے بقول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: نَعْلَمَنَّ الْمُسْلِمِينَ كَلِمَةً لَا يَجْهَلُونَ السُّنَّةَ۔ (ہم یقینی طور پر جانتے

۱۶۸ ص ۱۷۸ مشکوٰۃ (ترمذی) ج ۱۰ مکتوبات ۳۷۷ اشعۃ المعانی اردو جلد اول ص ۲۷۸

۱۷۷ ص ۱۷۸ مدارج الثبوت اردو اول ص ۲۷۷ ۱۷۷ تکمیل الایمان اردو ص ۱۵۷

ہیں کہ سارے کے سارے مسلمان کبھی بھی سنت سے نا آشنا نہیں رہ سکتے۔
 "مخدوم ام حضرت دانا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب
 'کشف المحجوب' میں اجماع امت کے تیسرا رکن شریعت ہونے پر اسی حدیث کو
 دلیل بنایا ہے۔" ۱

مخالفین کے نامور امام مولانا رشید احمد گنگوہی بھی کہتے ہیں کہ:
 "یہ حدیث اجماع کے قطعی ہونے پر دلیل ہے۔" ۲
 مرآة شرح مشکوٰۃ میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:
 "یہ امت کی خصوصیت ہے۔ اس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع
 برحق ہے۔" ۳

امام یوسف نبہانی، امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرماتے ہیں کہ
 "اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ
 فرمادیا ہے، پس وہ گمراہی پر کسی بھی بنیادی یا فروعی بات میں اتفاق نہیں کر سکتی۔" ۴
 حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مسلمانوں کو اس بات سے
 محفوظ رکھا گیا ہے کہ ساری امت گمراہی پر متفق ہو جائے۔" ۵
 حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث مبارک سے استناد فرماتے ہیں۔
 حضرت علامہ ابوالحسن زبید فاروقی دہلوی بھی اجماع کے حجت ہونے پر اسی
 سے استدلال کرتے ہیں۔ ۶

- ۱ آثار الحدیث جلد اول ص ۵۵ دارالمعارف اردو پبلشرز لاہور ۱۹۸۹ء
 ۲ کشف المحجوب اردو ص ۸۸ ترجمہ ابوالحنات قادری ۵۳ قاوی رشیدیہ ص ۵۸
 ۳ مرآة اول ص ۱۰۵ جواہر البحار اردو۔ اول ص ۵۴۹
 ۴ انحصائیں صغریٰ اردو ص ۳۵۵ دفتر آریل مکتوب نمبر ۵۰
 ۵ دیکھیے سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ص ۱۱۹

اب خود فرمائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی" لیکن مانعین بدعتِ حسنہ اور قائلین گمراہی یعنی ہر بدعت کو گمراہی کہنے والے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشہور ارشادِ گرامی کو پس پشت ڈال کر آپ کی امت کو گمراہی بلکہ گمراہیوں پر جمع مانتے ہیں کیونکہ مانعین بدعتِ حسنہ کے مطابق ہر بدعت گمراہی ہو تو پھر بیسیوں بدعات پر عمل پیرا ہونے کے باعث خیر الامم کا گمراہی پر جمع ہونا ظاہر ہے جبکہ یہ ناممکن ہے اس لیے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے انکار فرمادیا ہے۔

دیکھیے انہی مخالفین کے مایہ ناز عالم اور دیوبند کے سابق مہتمم جناب قاری طیب بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"امت کے ہر ہر وعدہ اور ہر ہر قرن کے لیے یہ بشارت عام ہے کہ وہ گمراہی پر جمع نہیں ہوگا۔ اگر ایک قرن بھی کسی مسئلہ میں گمراہی پر جمع شدہ مان لیا جائے، تو پوری امت پر بحیثیتِ مجموعی ضلالت کا دھبہ آجانا ہے جس سے امت کو بڑی شد و مد سے بری ثابت کیا گیا ہے۔" ۱۷

گویا ہر بدعت گمراہی نہیں ہوتی اسی لیے تو امت ان بدعاتِ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر نیکیاں حاصل کر رہی ہے۔ اگر یہ بدعات گمراہی ہوتیں تو امت عملاً جمع نہ ہوتی پس امت کا اجتماع ان بدعات کے استحسان کی زبردست دلیل ہے۔

مدارِ حسن و قبح

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اقامتِ القیامت میں فرماتے ہیں کہ

جس کام کی خوبی صراحتاً یا اشارتاً قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ بیشک حسن

۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳

ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو۔ اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد وہ بے شک قبیح
کھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔^{۱۵}

جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے سُننے فرماتے ہیں:

ہرچہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہوا بدعت
بدعت است از آنچه موافق اصول و قواعد سنت است و قیاس کردہ شد است بر آن
کہلاتا ہے اور اس میں جو کچھ اصول و قواعد سنت کے مطابق ہو اور کتاب و سنت پر قیاس کیا گیا
انرا بدعت حسنہ گویند و آنچه مخالف آن باشد
یعنی ضلالت خوانند۔^{۱۶}

مرقات میں حضرت ملا علی قاری، حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
(ترجمہ) اگر کوئی ایسی چیز ایجاد کی گئی ہو جو کتاب و سنت، آثار صحابہ یا اجماع کے
خلاف ہو تو وہ گمراہی ہے اور اگر ایسی اچھی بات ایجاد کی گئی ہو جو ان میں سے کسی کے
مخالف نہ ہو تو وہ بُری نہیں۔^{۱۷}

اور ایسا ہی امام شافعی سے اعلیٰ حضرت نے اقامۃ القیامہ ص ۳۳ میں اور امام
جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد فی عمل المولود میں نقل فرمایا ہے (علیہم الرحمۃ)

امام ابن حجر عسقلانی سے منقول ہے، نسخ الباری میں فرماتے ہیں:
(ترجمہ) "بدعت اگر ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو
وہ اچھی ہے۔ اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے
تو وہ بُری ہے۔ اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔"
حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: آپ فرماتے ہیں:

"جو بات کتاب و سنت کے موافق ہو، اسے قبول کرو اور جو موافق نہ ہو، اسے چھوڑ دو۔"

۱۵ اشعة اللمعات باب الاعتصام (کھنوا) ص ۱۹۱ مرقات اول ص ۱۹۱

۱۶ اقامۃ القیامہ ص ۳۲

۱۷ عجائب الفقہ مقدمہ ص ۳۸، شیر برادرزہ۔ لاہور

۱۸ اقامۃ القیامہ ص ۳۳

محدث و فقیر علامہ سید محمد رفیع فرماتے ہیں:

”اگر کوئی نئی بات، اصول و قواعد شرع کے خلاف ہو اس کو بدعتِ سیئہ ابری بدعت، اور جو موافق ہو اسے بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) کہتے ہیں۔“^۱ علامہ شبلی نے الغزالی میں احیاء العلوم کا ترجمہ یوں نقل کیا کہ ”بدعت ناجائز صرف وہ ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو جس سے شریعت کا کوئی حکم یا وجود بقائے علت کے باطل ہو جائے ورنہ حالات کے اقتضا کے موافق بعض ایجادات مستحب اور پسندیدہ ہیں۔“^۲

حضرت پیر بہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدعت دو قسم ہے، سیئہ جو برخلاف ہو، ماجاہدہ الرسول کے اور دوسری حسنہ جو زیر معلوم حکم خدا اور رسول کے داخل ہو۔ مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اعتقاد، اس کا حسنہ اور سیئہ ہونا موقوف زمانہ پر نہیں بلکہ اس کا مدار مخالفت اور عدم مخالفت شرع پر ہے۔^۳ مخالفین کے مفتی اعظم محمد شفیع کراچی لکھتے ہیں:

”جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحتاً، یا اشارتاً وہ بدعت نہیں ہو سکتی۔“^۴

مولانا عبدالحق دیوبندی اکوڑہ خٹک کہتے ہیں: ”ہر امر شرعی کہ موافق شرع ہو وہ حسنہ ہے، خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا: اور ہر امر جو شریعت کے خلاف ہے (دعوات حق جناب عام عثمانی فاضل دیوبند کہتے ہیں: جلد دوم ص ۱۵)

دیگر امور جو کسی حکم شرعی کے خلاف نہ ہوں باعتبار دور مبارک کے لغتاً بدعت ہوں ان پر شریعت کو کچھ اعتراض نہیں! ہاں اگر ان سے کوئی حکم شرعی ٹوٹتا ہے تو بے شک شریعت

۱۔ دین مصطفیٰ ص ۲۰۵

۲۔ الغزالی ص ۲۷ مطبوعہ کراچی

۳۔ سنت و بدعت ص ۱۱-۱۲

۴۔ الوارحاطہ ص ۲۳

۵۔ فتاویٰ بہرہ ص ۲۳

ان پر معترض ہوتی ہے۔ لہ

حضرت سید یوسف سید ہاشم رفاعی (کویت) کا فیصلہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں،
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا طریقہ یہ ہے کہ جو عبادت اور
 کارِ خیر شریعت کے مخالف نہ ہو بلکہ موافق ہو، اسے قبول کر لیا جائے اور جو مخالف
 ہو، اسے رد کر دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی وہ سنت اور یہی وہ طریقہ
 ہے جس پر آپ کے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام عمل پیرا ہوئے اور علمائے کرام نے اسکی یہ قاعدہ
 مستنبط کیا کہ ہر نوپیدا چیز کو شریعت کے قواعد اور اس کی نصوص پر پیش کرنا ضروری ہے شریعت
 جس کے حسن کی گواہی دے وہ حسن اور مقبول ہے اور جس کے خلاف اور قبیح ہونے
 کی گواہی دے وہ مردود ہے اور بدعت مذمومہ ہے۔ بعض اوقات پہلی قسم کو نوپیدا
 ہونے کے سبب لغوی طور پر بدعت حسنہ کہہ دیتے ہیں ورنہ واقع میں وہ شرعی بدعت
 نہیں ہے بلکہ وہ سنتِ مستنبطہ ہے کیونکہ شریعت کے دلائل و شواہد اس کے مقبول
 ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ لہ

چنانچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ خواہ کوئی فعل ہو اس کا اچھا یا بُرا ہونا زمانہ ایجاد پر
 موقوف نہیں بلکہ اس کا انحصار محض موافقت ^{لہ} اور مخالفتِ منشاءِ شریعت پر ہے۔

اب یہ قاعدہ کہ

”جس کسی فعل کا نام و بیان صراحتاً و تشریحاً ظاہری زمانہ نبوت میں تھا وہ اچھا ہے
 اور بعد میں جاری ہونے والا بُرا“ ————— درست قاعدہ نہیں ہے۔

اور یہ قاعدہ کہ

”جس امر کا منشاء شریعتِ مقدسہ میں موجود نہ ہو وہ مردود ہے اور وہی بدعتِ ضلالت

لہ اولتہ اہل سنت و الجماعت (اسلامی عقائد)

لہ بدعت کیا ہے ص ۲۳

لہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ قرآن اور تفسیری حاشیہ یوں موید ہیں:
 وَعَمَلٌ صَالِحًا۔ پ۔ المائدہ (۶۹)۔ ترجمہ اور کارگزاری اچھی کرے۔ تفسیری حاشیہ ”یعنی
 موافق قانون شریعت کے“۔ پس اب کسی اشرفی کو اس قاعدہ سے انکار نہیں کرنا چاہیے (مؤلف)

بھی یعنی کسی امر کا باعث ظاہری نہانہ رسالت میں موجود ہو یا نہ ہو، اور موجود ہونے کی صورت میں اگرچہ مانع بھی کوئی نہ ہو اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ کریں، یا آپ سے اس کا صدور منقول نہ ہو، اسی وقت بدعتِ سنیہ ہوگا جب مزاجِ اسلام کے خلاف ہوگا اور اگر اس امر کا منشا شریعت کے مطابق ہوگا تو بدعتِ حسنہ، نیک اور جائز ہوگا۔

ایک درست قاعدہ ہے۔

دیگر ہم نے اعانتِ مبارکہ پیش کی ہیں؛ خصوصاً پہلی حدیث شریف پر غور فرمائیں، اس میں لفظ 'من' دو بار وارد ہوا ہے۔ یہ 'من' عام ہے جو نہ تو زمانہ سے مقید ہے اور نہ ہی کسی خاص طبقہ امت سے، گویا جب بھی اور جس زمانہ میں بھی اور امت میں سے جو شخص بھی سنتِ حسنہ رائج کر دے اُسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ مستحقِ ثواب بھی ہے اور یہ استحقاق خود سرکارِ دو عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے، یا جو شخص بڑا طریقہ جاری کر دے وہ سخت ترین گنہگار ہے۔ پس امت میں سے جو شخص بھی ایسا امر جاری کر دے جو دین کی منشا کے

۱۔ علامہ سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں: اگر کوئی نیک کام کرے تو وہ نیک ہی قرار پائے گا۔ اس کے فسق کی وجہ سے وہ کام قبض نہیں ہو جائے گا (فیوض الباری ص ۳۲۷)۔
جیسا کہ حجاج بن یوسف نے قرآن کریم پر اعراب لگائے۔
سیدنا محمد الف ثانی قدس سرہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فتور اور فحور والے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے، جیسا کہ سید الانبیاء علیہ وسلم و علی اکہ الصلوٰت و التسلیمات لے ایک فاجر شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے (دقراول مکتوب نمبر ۱۷، ص ۳۳)۔

مولانا اشرف علی تھانوی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں: اچھی بات گو کافر کی ہو کسی درجہ میں اچھی ہے۔
پس کسی مبذوم شخص کے جاری کیے ہوئے نیک کام کو برا کہنے کا جواز نہ رہا۔ ورنہ کہتا ہوگا کہ انہیں نیکی کرنی جائز نہیں اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔ (مؤلف)

خلاف نہ ہو، بلکہ دین میں شغف کی تقویت کا باعث ہو یعنی موافقت شریعت میں طریقہ حسنہ جاری کر دے اسے ثواب ہوگا۔

پتہ چل گیا کہ حدیث شریف نے کسی نو ایجاد امر کے حسن و قبح کے لیے کسی طبقہ امت کو خاص نہیں فرمایا اور نہ ہی زمانہ اجراء کی قید لگائی ہے بلکہ قید اگر ہے تو حسنہ اور سنیہ کی ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ معلوم ہوا کسی امر خاص کے لیے حسنہ اور سنیہ کی قید چھوڑ کر زمانہ اجراء کی قید لگانا دین میں مداخلت، خوفِ خدا سے بغاوت اور بجائے خود بدعتِ ضلالت ہے۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

وجوب بدعتِ حسنہ

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ضروری نہیں کہ بدعت کو نامناسب ہی کہا جائے کیونکہ بہتری بدعتیں ایسی ہیں کہ نیک اور پسندیدہ ہیں۔ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں، نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے؛ لیکن یہ ایک نیک بدعت ہے۔ پس وہ بدعت جسے قابلِ مذمت کہا جاسکے وہی ہوگی جو خلاف سنت ہو۔

”ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ممانعت اسی بدعت کی ہے جس کے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت کے قائم رہنے کے اس امر کو دور کر دے بلکہ بعض احوال میں جب اسباب بدل جاویں، بدعت کا ایجاد

۱۰ حسنہ کہنے سے مراد بدعت میں حسن پیدا کرنا نہیں بلکہ ان امور کا استنحان بیان کرنا ہے جو بطور بدعت معروف ہو چکے ہیں؛ ترویج سنت کا باعث ہیں اور لغواً بدعت شمار ہوتے ہیں ان امور کی اصل سنت ہونے کی بنا پر اگر کوئی بدعت حسنہ کی بجائے سنت کہے تو گویا یہ بھی جائز ہے۔ (مؤلف)

واجب ہو جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور وہ بدعت جو سنت کو بدل دے وہ مردود و مذموم ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے لیکن وہ جو ایسی نہ ہو بلکہ سنت کو تقویت دینے والی اور رواج دینے والی ہو اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ یہ مصلحت و حکمت کی رعایت کی بنا پر جائز ہے علماء فرماتے ہیں کہ بعض بدعتیں ایسی ہیں جن کا کرنا واجب ہے۔

اور جو بدعاتِ حسنہ ہیں ان میں سے بعض کا اختیار کرنا واجب و ضروری ہے، جیسے علمِ صرف و نحو کا سیکھنا سکھانا کہ اسی کے ذریعے آیات و احادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح کتب و سنت کے غرائب اور مشکل مقامات کا حفظ اور ذہن نشین کرنا اور دوسری بہت سی چیزیں اور علوم جن پر دین و ملت کی حفاظت موقوف ہے۔

شامی جلد اول کے حوالہ سے منقول ہے (ترجمہ)

”بدعت کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں والوں پر رد کے دلائل قائم کرنا اور علمِ نحو سیکھنا جو قرآن و حدیث سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔“

اب دیکھیے مشاہیر امت فرماتے ہیں، بدعت کا ایجاد واجب بھی ہو جاتا ہے یا بعض بدعتیں ایسی ہیں کہ جن کا کرنا واجب ہے تو کیا اب جو بدعت واجب ہے وہ سیر ہو سکتی ہے یا بدعتِ سیرہ کا کرنا واجب ہو سکتا ہے، نہیں اور یقیناً نہیں۔

۱۰ احیاء العلوم جلد دوم اردو ص ۹ ترجمہ محمد حسن صدیقی۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ احیاء العلوم قرآن مجید کے لگ بھگ ہے (الغزالی ص ۴۹)۔ امداد المشتاق ص ۹۲ ملفوظ نمبر ۱۸۳، ملاحظہ ہو مرقوم ہے کہ ”ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پر طبعی جاتی ہے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال توجہ سے سن رہے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کون سی کتاب ہے عرض کیا گیا احیاء العلوم حجۃ الاسلام امام غزالی کی ہے۔“

۱۱ مدارج النبوت اردو اول ص ۵۳ اشعۃ اللمعات اردو جلد اول ص ۴۲۲ ۱۲ عجائب الفقہ ص ۶۱ شہیر راز
اردو بازار۔ لاہور

لیکن ہمارے اکابر تو بعض بدعات کو واجب فرما رہے ہیں۔ اور جب واجب فرمایا تو ضروریہ نیک اور جائز ہوں گی، ورنہ وجوب بدعت کے حکم کی ضرورت؟
 مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بخورد ملاحظہ فرمائیے:
 واجب اور مستحب اور مباح وہی چیز ہو سکتی ہے جس میں رنگِ حُسن موجود ہو اور اسی حُسن کے سبب ایسی بدعتوں کو صفتِ حسنہ نصیب ہوئی۔^۱
 پس واجب بدعت کے لیے حسنہ ہونا ضروری ہو گیا۔

اگرچہ اب تمام شکوک و شبہات دور ہو جانے چاہئیں لیکن پھر بھی حدیث
 كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کی آڑ میں کوئی شہد باقی ہو، تو مانعین بدعتِ حسنہ، اور عادی
 متشککین سے ہماری درخواست یہ ہے کہ وہ ان احادیث میں مطابقت قائم کر دکھائیں
 کیونکہ بظاہر ان میں تضاد موجود ہے اور ہمارے نزدیک تطبیق کی ہی صورت ہے کہ حضور
 نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں بدعت کو عام رکھا ہے وہاں بدعتِ سنیہ مراد لی جائے۔^۲
 اور جہاں خاص فرمایا ہے وہاں اسی تخصیص کا لحاظ رکھتے ہوئے بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سنیہ
 کی تقسیم درست مان لی جائے، بصورتِ دیگر اگر "کل بدعت ضلالہ" کی عمومیت کے یہاں
 ہر نئی بات اور نئے طریقے کو بدعتِ سنیہ مان لیا گیا تو مَا لَيْسَ مِنْهُ اَوْ مِنْ سُنِّ فِي الْاِسْلَامِ
 سُنَّةٌ حَسَنَةٌ کی توجیہ کیا ہوگی؟

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو نئی بات کو سنتِ حسنہ بھی فرمایا ہے۔
 اب کوئی سلیم العقل اور صاحبِ ایمان اس سنتِ حسنہ کو گمراہی کہنے کی جسارت

۱ انوارِ سلطنت ص ۳۱-۳۲

۲ مخالفین کے جناب مولوی خرم علی صاحب بھی کہتے ہیں کہ

"جہاں کہیں بدعت کو مطلق چھوڑتے ہیں، بدعتِ سنیہ مراد ہوتی ہے"
 (شفار العیال ترجمہ القول الجلیل - حاشیہ ص ۴)

کیونکر کر سکتا ہے (نحوذ باللہ)

پھر حدیث عرباض رضی اللہ عنہ میں کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ سے متصل پہلے
اِشَادَةٌ بِهَا كَلَّ مُحَمَّدٌ بِدْعَةً ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اب یہ عمومیت تو

لے بدعت حسنہ کے مخالفین کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی (کراچی) نے سنت و بدعت ص ۲۵ میں
اسے نقل کیا اور صفحہ ۱۳ پر بحوالہ مسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سے کل محدثہ
بدعت کا جملہ بھی نقل کیا جس سے ظاہر ہے کہ ہر احداث بدعت ہے۔ لیکن ابن نامرہ مفتی اعظم صاحب
نے حدیث پاک سے دیدہ دانستہ روگردانی کی۔ اور دین و دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہہ دیا کہ
یہ سب چیزیں، مروجہ کسب اسلام اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے لوازمات اور قرآن و حدیث
سمجھنے کے لیے صرف دعو اور ادب عربی اور فصاحت و بلاغت کے فنون یا مخالف اسلام فرقوں کا رد
کرنے کیلئے منطق و فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ اور جدید طریق جنگ کی تعلیم وغیرہ۔
— اپنی ذات میں عبادت میں نہ کوئی ان کو اس نیت سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ
چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں۔ گویا یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ
احداث للدين ہے اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے احداث للدين کی نہیں! (سنت و
بدعت ص ۱۲، سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۱)

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مفتی صاحب نے احادیث بھی نقل کیں اور ہر احداث کے بدعت اور ممنوع ہونے کا انکار بھی کر دیا، اور
من گھڑت فتویٰ جاری کرتے ہوئے احداث کی دو قسمیں احداث فی الدین اور احداث للدين بھی وضع
کیں۔ پھر حدیث پاک کل محدثہ بدعتہ کا کھلا انکار کیا اور کہا، احادیث میں ممانعت احداث
فی الدین کی آئی ہے احداث للدين کی نہیں! (استغفر اللہ)۔ یہاں محفل میں کیا للدين اور فی الدین
دونوں شامل نہیں؟ اگر حدیث پاک کی اس طرح کھلی مخالفت پر مفتی اعظم کا خطاب ملتا ہے تو ان ہی
مفتی صاحب کو مبارک ہو۔

لیکن مفتی اعظم کا خطاب ہی کیا ہے! اس مکتبہ فکر میں تو ایسے کارناموں پر حکیم الامت کا خطاب بھی
حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ مکتبہ فکر جنہیں حکیم الامت کہتا ہے وہ بھی اپنی حکمت کے موتی ٹانے ہوئے کہتے ہیں کہ

”دین کے متعلق کسی ایجاد کی دو قسمیں ہیں ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدين۔
اول بدعت ہے اور دوسری قسم جو نہ کسی نامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں
بلکہ بدعت نہیں! (الانفاضات الیومیہ حصہ ہفتم ص ۱۳۱)

”ایک احداث للدين ہے اور ایک احداث فی الدین۔ احداث للدين معنی سنت ہے (باقی حصہ اگلے صفحہ پر)

مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکروں کا استعمال، تار، گھڑی، نی نی سواریاں اور چھلنی وغیرہ کو بھی بدعت ثابت کرتی ہے، تو کیا یہ سب گمراہیاں ہو گئیں! لفظ "کل" تو دونوں جملوں میں موجود ہے۔ دیگر قرآن پاک میں قوم عاد کی تباہ کی گئی بعض اشیائے عالم کو بھی آیت کریمہ "تدمر کل شیئ با مر رہا" میں لفظ "کل" ہی سے بیان فرمایا گیا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: "وَوَيْتٌ مِّنْ كُلِّ شَيْءٍ" بلقیس کو ہر چیز دی گئی (پہنچا) ایک اور مقام پر فرمایا: "وَلَقَدْ آرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا (طہ-۵۸)" اور ہم نے دکھلائی دعویٰ کو سب نشاتیاں" (ترجمہ محمود الحسن)

مفسر قرآن حضرت قاضی شمس الدین فرماتے ہیں کہ اکثر کو "کل" کا حکم ہوتا ہے (تفسیر تفسیری اردو مولانا) مذکورہ حدیث پاک کے بارے میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (یہ دونوں آیتیں ذکر کریں) عام مخصوص البعض ہے۔ (مسک امام ربانی ص ۳۲۹)

بلکہ کل محدثہ بدعتہ کی بحث میں تو مخالفین کے حکیم الامت اور مفتی اعظم بھی اللہ دین اور فی الدین کی تقسیم کے ساتھ بعض نئے امور کو بدعت سے خارج کر چکے ہیں؛ لہذا ہماری تخصیص انوکھی بات نہیں؛ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مانعین بدعت حسنة کا استدلال درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

(بقیہ حصہ صفحہ گذشتہ) اور احادیث فی الدین بدعت ہے" (الافاضات الیومیہ۔ حصہ اول ص ۲۳)

مخالفین کے مفتی اعظم اور حکیم الامت کی بیباکی ملاحظہ کریں کہ حدیث پاک کی مخالفت کس زور سے کر رہے ہیں۔ ہم انشاء اللہ آئندہ صفحات میں ان کے للہ دین اور فی الدین کا علیحدہ جائزہ بھی لیں گے۔ یہاں صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ حدیث پاک کے مخالفین کو بدعتی قرار دینے کی بجائے بعض لوگ انہیں اپنا مفتی اعظم اور حکیم الامت بنائے بیٹھے ہیں۔ اب فرمائیے ان لوگوں کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا ایمان ہے۔ اور یہ لوگ احکام شریعت کا کس قدر مذاق اڑاتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ ان لوگوں سے بچئیے! اگر ان کی تقسیم درست ہے تو حسد اور حسد کی کیوں نہیں۔ ماننا ہو گا کہ یہ تقسیم بھی درست ہے۔

فرق مراتب

ایمان کی ضد کفر ہے یا بدعت سیئہ اعتقاد یہ ہے اور بدعت عملی ایمان کی ضد نہیں ہے۔ یا اگر سیئہ ہو تو بدعت حسنة (جس پر عمل سے ثواب ہوتا ہے) کی ضد ہے۔ یا پھر سنت حسنة کی ضد ہونے کی بنا پر سیئہ ہو جائے گی ورنہ حسنة ہوگی یعنی سنت کی معاون اور اسے رواج دینے والی۔

دیکھیے حدیث شریف میں اجرائے سنت حسنة پر مژدہ ثواب اور اجرائے بدعت سیئہ پر وعید گناہ موجود ہے اور ثواب و گناہ کا تعلق ایمان سے ہے، ضد ایمان یعنی کفر اسے نہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

”من سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیہ ذرہا“

اگر عملی بدعت سیئہ ضد ایمان ہوتی تو کان علیہ ذرہا کی جگہ فضل اور افضل یا لا دین لمن سن سنة سیئة“ ایسے الفاظ ہوتے، جبکہ ایسا نہیں ہے گویا عملی بدعت سیئہ سنت حسنة کی ضد ہے نہ کہ ایمان کی۔ گویا کفر اور ہے اور بدعت عملی کچھ اور۔ پس جب کفر اور بدعت عملی میں مغایرت و اجنبیت موجود ہے تو شریعت پاک میں ان کے احکام بھی جدا جدا ہوں گے۔

سے ماہر القادی، ابو جبر جابر الجزائری اور سید شتاق علی ندوی بھی لکھ چکے ہیں کہ

”بدعت سنت کی ضد ہے“ (بدعت کیا ہے ص ۸۲۔ محفل میلاد ص ۱۱ مطبوعہ مجددہ)

مولانا عبد السمیع رامپوری فرماتے ہیں ”بدعت مقابل سنت ہے اور کفر مقابل ایمان“ (انوار ساطعہ ص ۳۱)

۲ امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل سنت و جماعت کی جو رسات نشانیاں متعین فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ”کسی مومن کو گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہے (سوانح بیہائے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ص ۱۸۲)“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”کیونکہ گناہ مومن کو ایمان سے محروم نہیں کرتا۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گنہگار فاسقوں کی نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے ہی ان کے واسطے دعا و استغفار کرتے رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنہگار اسلام سے خارج نہیں ہوتا“ (تحفیل الایمان ص ۱۰۳ مکتبہ نبویہ لاہور)

اب کفر (ضد ایمان) کے بارے میں حکم قرآنی ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوا:
 وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ (پ۔ نساء: ۱۳۶)

اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔
 ہماری ہدایت و نجات کی ضامن کتاب اللہ نے کفر (جو ایمان کی ضد ہے) کے لیے لفظ 'ضلال' کا اطلاق فرمایا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ بدعتِ عملی اور کفر کے احکام مختلف ہوں گے بلکہ اسی اختلاف کی وضاحت میں عیسائیوں کی رہبانیت کی بدعت (جو بدعتِ عملی کی بہترین مثال ہے) کے استخسان پر ہماری پہلے سے پیش کردہ نصِ قرآن ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ پس بدعت کو ضلالت بمعنی عام بدعت نہیں لیا جاسکتا۔ جبکہ کَلَّ بَدْعَةَ ضَلَالَةٍ میں بدعت کو ضلالت سے موسوم فرمادیا گیا ہے۔ لہذا یہاں "عام مخصوص البعض کے قانون کے مطابق "بدعتِ سنیہ" اعتقاد یہ مراد ہوگی نہ کہ عام بدعت اور بدعتِ سنیہ اعتقاد یہ ہی ایمان کی ضد کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اگر کہیں یہی مراد ہو تو پھر یقیناً ضلالت ہے۔ ایسے میں بدعتی کی منشاء رضائے الہی کی بجائے عقائدِ حق کی مخالفت ہوگی جو سراسر گمراہی ہے کیونکہ ایمان تو صحیح الاعتقادی اور حصولِ رضائے الہی کی غرض کا نام ہے۔
 حضرت علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی (کویت) محدثِ حلیل شیخ عبد اللہ محمد صدیق کی رائے کے تحت فرماتے ہیں کہ

"بغیر کسی استثنا کے جو بدعتِ ضلالت ہے وہ بدعتِ اعتقاد یہ ہے مثلاً وہ عقائد جو معتزلہ، قدریہ، مرجیہ وغیرہم نے سلفِ صالحین کے عقائد کے خلاف نکالے یہ بدعتِ سنیہ اعتقاد یہ ہیں معلوم ہوا بعض بدعات گمراہی ہیں بعض گناہ اور بعض ثواب۔ پس ہر بدعت گمراہی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اس کی مختلف صورتوں کے فرق کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔"

۱۰ کنز الایمان ۱۱ اس سے مراد اصولِ شریعت سے موافق اعتقاد ہے۔

۱۲ اسلامی عقائد ص ۲۸۱۔ مکتبہ قادریہ، لاہور۔ اردو ترجمہ اولیٰ اہل سنت والجماعت

دیکھیے فیوض الباری شرح بخاری میں مرقوم ہے،
 "شریعت کا جو حکم اور ہدایت جس مرتبہ اور درجہ کا ہے اس کو اسی مرتبہ اور
 درجہ میں رکھنا ضروری اور لازمی ہے۔ شریعت کی کسی ہدایت میں اپنی طرف سے
 غلو و شدت و سختی مذموم ہے۔ پھر جو حکم یا ہدایت جس درجہ اور مرتبہ کا ہے وہ اسی
 درجہ کی دلیل شرعی ثابت ہوگا۔"

شریعت سے جاہل اور جعلی متقی اس مرض میں مبتلا دیکھے گئے ہیں کہ وہ
 بعض مسائل میں بے جا شدت و غلو کرتے ہیں اور بزمِ خود سمجھتے ہیں کہ ہم تبلیغ کر رہے
 ہیں۔ حالانکہ وہ تبلیغ نہیں فتنہ و فساد پھیلا رہے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا
 خان صاحب فرزند اعلیٰ حضرت اکی ایک ضابطے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ
 ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور
 ایک مرتبہ کی بات کے لیے اس سے اعلیٰ مرتبہ کی دلیل مانگے، وہ جاہل ہو قوف ہے یا
 مکار فیلسوف۔ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد۔^{۱۵}
 اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بہر حال فرق مراتب نہ کرنا جنون نہیں تو بد مذہبی ہے، بد مذہبی نہیں تو جنون ہے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی سورۃ الحجرات کی دوسری آیت کے تحت کہتے ہیں:
 "فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔"

مولانا عبد السمیع فرق مراتب کو مد نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پس ایک بدعت وہ نکلے گی جو ضلالت نہیں۔ پھر ایسی بدعت اگر ضابطہ اباحت
 میں داخل ہوگی تو مباح ہوگی اور اگر کلیہ استحباب میں شامل ہوگی تو مستحب ہوگی اور اگر
 قاعدہ ایجاب کے تحت مندرج ہوگی تو واجب ہوگی۔ انہیں تین قسم کی بدعت کو

بدعتِ حسنة کہتے ہیں، کیونکہ واجب اور مستحب اور مباح وہی چیز ہو سکتی ہے جس میں رنگِ حسن موجود ہو۔ اسی حسن کے سبب ایسی بدعتوں کو صفتِ حسنة نصیب ہوئی اور ایسا ہی ہم نے اشکالِ ششم کے حل میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے بحوالہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہما نقل کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ شاہ احمد سعید دہلوی کی کتاب مقاماتِ سعیدیہ ص ۱۲۵ اور حضرت علامہ محمد مراد کی قدس سرہا کے مکتوبات کے حوالہ سے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ بدعتِ حسنة حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے مطابق اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے یعنی جسے دوسرے علماء بدعتِ سیئہ کہتے ہیں حضرت مجدد اسے بدعت کہتے ہیں اور جسے دیگر علماء بدعتِ حسنة کہتے ہیں حضرت مجدد اسے سنت پر محمول فرماتے ہیں۔ اور یہ محض نزاعِ لفظی ہے۔

گویا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں بدعت اور گمراہی وہی ہے جسے دیگر علماء بدعتِ سیئہ اور گمراہی کہتے ہیں۔ ہر بات آپ کے نزدیک بھی گمراہی نہیں اور جو نئے امور گمراہی نہیں انہیں بدعتِ حسنة کی بجائے سنت جانتے ہیں۔

لہذا فرقِ مراتب بہت ضروری ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

۵ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی فرقِ مراتب نہ کرنے والا زندیق ہے۔

سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

حضور سرکارِ ابد قرار . منی تاجدارِ عرش و فرش کے شہر بارِ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا
فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ بِهِ
کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو شخص بھی زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف
دیکھے گا۔ لہذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہنا۔
اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الثورانی مکتوبات شریف میں "الَّذِينَ هُمُ
عَلَىٰ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس مقام پر صاحبِ شریعت
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر
کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کرام کا ہے اور نجات کا طریقہ
صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے۔" لہ

پس اب ہم اپنے زیر بحث اختلاف کے حل کیلئے سنت خلفائے راشدین رضی اللہ
عنہم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اور نہایت ہی جلیل المرتبت خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ
کا قول و فعل پیش کر دیتے ہیں تاکہ ہر قسم کا اختلاف دور ہو جائے۔ سنیے! یہ ان کا
قول مقدس ہے جن کے طریقہ سے طریقہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی بھی خوب خوب نشانی
ہوتی ہے۔ یہ مراد مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء بھی ہیں اور ترجمان و مہربان نبوت بھی۔
عشرہ مبشرہ میں شامل بھی اور علمِ راسخ میں کامل بھی۔ حق اس ہدایت یافتہ خلیفہ راشد
کی حمایت کرتا ہے اور شیطان سائے سے بھاگتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ - ۱۵

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا۔

إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ لِقَوْلِهِ - ۱۶

اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق رکھ دیا جسے وہ بولتے ہیں۔

مَا لَقِيكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجَا قَطُّ إِلَّا سَلَّكَ فَجَا غَيْرَ فَجَاكَ ۝

شیطان تم سے نہیں ملتا کسی راستہ میں چلتا ہوا مگر وہ تمہاری راہ کے علاوہ

دوسری راہ چلتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ ساری امت انہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسے منفرد

لقب سے یاد کرتی ہے۔ پھر یہ قول و فعل بھی ایسا ہے کہ امت میں سے کسی نے

بھی تو انکار نہیں کیا۔ کبھی بھی تو اس کی تردید واقع نہیں ہوئی اور اس پر ایسا

اجماع امت ہے کہ کہیں مشکل ہی سے ملے پھر مخالفین بدعت حسد بھی تو اس

کی قوت سے انکار نہیں کر سکے۔

یہ بات بھی خوب ذہن نشین رکھی جائے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

بلا واسطہ فیض یافتہ درگاہ نبوت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلمیذ کبیر

ہیں۔ لہذا وہ احادیث کو خوب سمجھتے ہیں اور ہم سے زیادہ فہم و ادراک کے مالک

ہیں۔ صرف حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی قرآن فہمی کو حق بتانے والے خوب غور

فرمائیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا احادیث بھی ضرور سنی ہوں

گی۔ اور آپ بدعت اور بدعتی کے مفہوم سے بھی ضرور آگاہ ہوں گے، بلکہ آپ کی

شان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

۱۵ ایضاً

۱۵ مشکوٰۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

۱۶ مشکوٰۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، بخاری جلد ۱۱، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

تم میں سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں (اس وقت) کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے: لہ

اس مختصر تمہید کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ملاحظہ کیجئے۔
فرمایا،

نِعِمَّتِ الْيَدُوعَةُ هَذِهِ . ۱۲

یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

خود فرمایا آپ نے کہ حضرت نے یہ الفاظ کب اور کیوں ارشاد فرمائے؟ ہم نقل کرتے ہیں۔ توجہ فرمائیں، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منسوب غنیۃ الطالبین میں ہے:

”نماز تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ نے ایک یا دو یا تین راتیں (باختلاف روایات) تراویح کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حجہ مقلد سے آپ کے باہر تشریف لانے کے منتظر رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شانہ منبوت سے باہر تشریف نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں (تراویح کیلئے) باہر آجاتا تو تم پر تراویح فرض ہو جاتیں۔“ لہ

وَلِكَيْ تَخْشَيْتُمْ أَنْ تَفْرُصَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا . ۱۳

”لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔“
حیٰ کہ ہم صدیقی اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہما کا کچھ حصہ لوگوں کو یہ نماز متفرق پڑھتے گزرا، باقاعدہ جماعت نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۱۲ صحیح بخاری باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ ۱۷ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان

۱۳ غنیۃ الطالبین اردو ص ۳۶۶۔ ایسا ہی ابن جوزی نے الوفا (اردو) ص ۵۶۲ میں اور علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے کتاب التراویح میں نقل فرمایا (کتاب التراویح ص ۷)

۱۴ صحیح بخاری باب فضل من قام رمضان ۱۵ دیکھیے کتاب التراویح ص ۷ اور فیوض الباری پ شتم ص ۸۸

نے اپنے دورِ خلافت میں سنتِ تراویح کا باجماعت اجراء فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جو بہترین قاری تھے انہیں امام مقرر فرمادیا۔ پھر لوگوں کو یہ نماز باجماعت ادا کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

نَعَمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ. ۲

اور یوں یہ نماز تراویح جب سے اب تک باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ یہ ایک نیا کام تھا۔ اس لیے اسے بدعت سے موسوم کیا۔ لیکن دین میں شغف کی تقویت

۱۔ بخاری شریف (فضل من قام رمضان) مشکوٰۃ: باب قیام شھر رمضان (مختصراً)
۲۔ فاضل دیوبند ایڈیٹر تجلی جناب عامر عثمانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ بدعت شرعی معنی میں نہیں لغوی معنی میں استعمال کیا (بدعت کیا ہے ص ۲۳۳) اس قول عمر رضی اللہ عنہ میں لفظ بدعت اگر شرعی معنی میں لیا جائے تو اقوال رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب ہوتی ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مطلقاً بالکل مردود ٹھہرایا (بدعت کیا ہے ص ۲۲۵)

ہم کہتے ہیں تکذیب کا قول درست نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ درست ہے کہ بدعت کو مطلقاً بالکل مردود ٹھہرایا ہے تو لغوی بدعت بھی تو اسی مطلق میں شامل ہے، لہذا وہ بھی مردود۔ ایسی ہی آپ کے بقول تکذیب تو ہو گئی۔ العیاذ باللہ۔ جبکہ ایسا نہیں ہے اور بدعت کو بالکل مردود نہیں ٹھہرایا گیا ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں اس پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ پھر سے ملاحظہ کر لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کا یہ قول کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مطلقاً بالکل مردود ٹھہرایا، کھلا افتراء اور واضح بتان ہے۔ اللہ تعالیٰ ادارہ اسلامیات لاہور کو ایسی افتراء پر دانیوں کی اشاعت سے توبہ کی توفیق بخشے۔

۳۔ ادارہ اسلامیات لاہور کے محقق ماسٹر قادری صاحب کہتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے باجماعت نماز تراویح پر مداومت نہیں فرمائی؛ (بدعت کیا ہے ص ۶۵)
غزالی زمانِ محدثہ دورانِ امام المحدثین سند المتکلمین حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز العمال جلد ۲ ص ۲۸۴ سے ایک حدیث نمبر ۵۷۸۷ نقل فرمائی ہے انہی سے اس کا ترجمہ سنئے:
”سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں امر (حکم) فرمایا کہ اے ابی بن کعب لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قرأت قرآن بخوبی ادا نہیں کر سکتے لہذا کیا اچھا ہوتا کہ آپ ان پر (امام صلوٰۃ ہونے کی حالت میں) قرأت فرمادیا کرتے حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا (یا امیر المؤمنین ہذا شبی لکرمین) اے امیر المؤمنین یہ ایسی چیز ہے (ابو ابی کلثوم ص ۶۱)

کا سبب ہونے کے باعث اچھا تعاون کے مخالف نہ تھا اس لیے نعمت البدعة (اچھی بدعت) سے ملقب فرمایا۔ اب بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت موجود تھی، کسی نے بھی اعتراض نہ کیا بلکہ اسے اچھی بدعت جان کر اس پر عمل کیا۔ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ہی اس بدعت حسنة کو اپنے عمل سے مشرف و ممتاز فرمایا بلکہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین، شارحین، متکلمین، اولیائے کاملین، علمائے دین متین اور جملہ مسلمین نے اس پر عمل کیا جیسا کہ اس کے بدعت حسنة ہونے کے کسی بھی طبقہ امت نے انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ چونکہ یہ عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالالتزام ثابت نہیں اس لیے ہم کیوں یا جماعت پر طعنیں۔

ہماری اس مختصر گفتگو سے درج ذیل امور بڑی وضاحت سے ثابت ہو جاتے ہیں :

- ۱۔ جو کام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں نہ ہوا، وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاری کر دیا اور بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری امت نے اس پر عملاً اجماع فرمایا۔
- ۲۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے مقدس فعل کو بدعت فرما دیا۔
- ۳۔ انہوں نے اپنے فعل کو نعمت البدعة (بدعت حسنة) سے ملقب فرمایا۔

گویا بدعت ہمیشہ کسیرۃ ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ کبھی حسنة بھی ہوتی ہے۔ یہ آپ سے ثابت، بدعت پر حسنة کا اطلاق جائز اور آپ کی سنت بھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے سوکتہ)

جو پہلے نہ تھی یعنی اہتمام خاص کے ساتھ تراویح کی جماعت اس سے پہلے نہ ہوتی تھی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ وَ لَكِنَّهُ حَسَنٌ اِیْنِ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن یہ کام اچھا ہے پس حضرت ابی ابن کعب نے لوگوں کو ہمیشہ رکعت نماز تراویح پڑھائی۔ (کتاب التراویح ص ۲۱۸ مکتبہ فریدیہ بیہاول)

لے غزال دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ۳ھ میں امر تراویح کا استقرار ہوا یعنی اجتماع علی الامم اداء اہتمام کے ساتھ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح کا امر فرمایا۔ (کتاب التراویح ص ۲۱۸)

- ۴۔ بدعتِ حسنہ کا اجرا سنتِ فاروقی رضی اللہ عنہ ثابت ہو گیا۔
- ۵۔ بدعت کوئی نفسہا یا سمجھنا، کسی بدعت کو جائز اور حسنہ نہ ماننا یا بدعتِ حسنہ کے اجرا کو خلافِ سنت جانتا اور اس پر عمل کو معیوب سمجھنا درست نہیں ہے۔
- ۶۔ ہر بدعتِ حسنہ کا اجرا باعثِ ثواب ہے اگر گناہ ہوتا تو آپ ہرگز ایسا نہ کرتے اور نہ ہی امتِ اجماع فرماتی۔

۷۔ حدیث شریف میں جس بدعتی کی تعظیم میں وعید وارد ہوئی ہے وہاں اعتقادی و عملی

لے مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں: "حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے۔ انہوں نے فرمایا: جب مدینہ جاؤ تو روضہ اقدس پر میرا سلام عرض کرنا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہنا۔ بدعتی اس لیے فرمایا کہ ان سے بعض باتیں بصورتِ بدعت صادر ہوتی تھیں، اگرچہ واقع میں بدعت (بدعتِ سنیہ) نہ تھیں البتہ۔ (اشرف الموعظ ص ۱۵۵) یعنی واقع میں وہ سنت تھیں اور ان کی اصل سنت سے ثابت ملتی صرف ظاہر کے لحاظ سے بدعت تھیں، لہذا ہر بدعت معیوب نہ ہوگی جیسا۔ صاحب فیوض الباری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو بدعتِ حسنہ قرار دیا۔ معلوم ہوا ہر بدعت کو بدعتِ سنیہ قرار دے دینا درست نہیں ہے۔ ہر نیا کام اگر شریعت کے خلاف نہیں ہے تو کم از کم مباح کے درجہ میں ہے۔ ہر نئے کام کو حرام و ناجائز قرار دینا زیادتی ہے۔" (فیوض الباری پ ۸۹ ص ۸۹)

حضرت سید محمد بن علوی مالکی استاذ الحدیث مکہ مکرمہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) "ہر بدعتِ حرام نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو نماز تراویح میں ایک امام کے پیچھے لوگوں کو جمع کرنا بھی حرام ہوتا، جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا اور نعمت البدعة ہذا فرمایا۔"

(جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹ مطبوعہ مبارکپور بھارت)

۸۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام۔ "مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ آعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ۔" جس نے بدعتی کی تعظیم و توقیر کی تو بے شک اس نے اسلام کے گرانے میں مدد دی۔

حدیث دہلوی فرماتے ہیں: کیونکہ بدعتی کی تعظیم و توقیر میں سنت کی اہانت اور اس کا استخفاف ہے اور سنت کی اہانت و حقارتِ اسلام کے ویران کرنے کا موجب ہے۔ اسی قباس کے مطابق متبع سنت کی تعظیم و توقیر اسلام کی آبادی اور اس کی عمارت و ترقی کا ذریعہ ہے کہ اس کے سبب سنت کی عظمت بڑھے گی اور

اسے رواج حاصل ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات۔ اردو)

بدعتِ کبیرہ کے حامل بدعتی کی تعظیم مراد ہوگی ورنہ نہ تو آپ یہ سنت جاری کرتے
 اور نہ ہی اسے "نعمت البدعت" سے ملقب فرماتے۔ پھر ان کی اس سنت پر اُمت
 کے لیے عمل بھی ضروری نہ ہوتا بلکہ آپ کی تعظیم بھی جائز نہ ہوتی (معاذ اللہ)۔ جبکہ
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ "اَكْرِمُوا اصْحَابِي" گویا آپ رضی
 اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان کے لیے توشہٴ آخرت ہے۔ پھر نبی کریم رؤف و رحیم
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی سنت کی پابندی ضروری قرار دے دی ہے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ.

(تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت ضروری ہے)

اس سنت پر پابندی سے عمل کا فائدہ بھی خود ہی ارشاد فرمایا:

اصْحَابِي كَالنَّجُومِ فَبِآيَتِهِمْ اِتَّدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

صحابہ آسمانِ رشد کے روشن ستارے ہیں

رہِ حق کے دکھانے کو یہ نورانی منارے ہیں

آپ نے سنتِ خلفائے راشدین اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت و اقاویت
 ملاحظہ کی۔ محولہ بالا ثابت شدہ امور پر ایک اجمالی نظر اور ڈال لے کہ بدعتِ حسنہ کا احسرا
 سنتِ فاروقی ہے جس کی پابندی لازم و ضروری اور اس میں ہدایت کی بشارت و ضمانت
 بھی اور وہ بھی ناقابلِ ضبطی۔

پس اُمت میں سے اگر کوئی شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا اور خلفائے راشدین رضی
 اللہ عنہم کی سنت کی پابندی میں بدعتِ حسنہ یعنی نیک اور اچھا طریقہ جاری کر دے تو

لہ جلیل احسن ندوی لکھتے ہیں:

بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس نے اسلام کے اندر کوئی ایسا نظریہ (اعتقاد) یا عمل داخل کیا
 جو اسلام سے ٹکراتا ہے یا اس سے میل نہیں کھاتا۔ (راہِ عمل ص ۲۵۷ اسلامک پبلیکیشنز لاہور)

۱۷ مشکوٰۃ باب مناقب الصحابة - ۳۷۱ ایضاً

یہ بدعت "مذمومہ" ہرگز نہیں ہوگی۔

اب اگر بدعتِ حسنہ کا اجرا گناہ قرار دے دیا جائے تو سنتِ خلفائے راشدین اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل کیوں کر ہو جب بدعتِ حسنہ کا اجرا سنتِ فاروقی رضی اللہ عنہ ثابت ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنتِ فاروقی رضی اللہ عنہ پر عمل ضروری تو یہ گناہ کیسے قرار دی جاسکتی ہے بلکہ

اگر شارعِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے مطابق سنتِ خلفائے راشدین اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل میں بھی ثواب نہیں ہے تو اور ثواب کی صورت کیا ہے؟ کیا اس ثواب کا انکار جناب شارعِ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عدمِ اعتماد کا مظہر نہیں ہے؟ اور ہمارے نزدیک تو اصل گمراہی یہی عدمِ اعتماد ہے۔

۵ اے چشمِ اشکبار، ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

۱۰ مخالفین کے مولانا اشرف علی تھانوی اپنی نئی بات (بدعت) کو درست اور جائز ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ایک عمل کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں:

میں نے جو لوگوں کے زعم میں ایک نئی بات (بدعت) جاری کی ہے جو اپنے بزرگوں میں اس درجہ نہ تھی اور وہ محاسبہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت بغیر اس کے کام چلنا دشوار تھا۔ اس کی نظیر (مثال) یہ ہے کہ حدِ عمر (شراب پینے والوں کے لیے سزا کی حد) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مقرر اور قائم کی جو نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی، نہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض کرے (معاذ اللہ) جو مجھ پر کیا جاتا ہے کہ وہ کام کتاب ہے جو بزرگوں نے نہیں کیا تو جو جواب اس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوگا، وہی میری طرف سے بھی خیال کر لیا جاوے الخ۔ (الافاضات الیومیہ جہد اول ص ۱۸۷ ملتان) —

۲۱۹ لیکن کیا کیا جائے انہی کے عامر عثمانی کہتے ہیں: "حصولِ ثواب کچھ طریقے ایجاد کرنا بربادی اور خسران کا باعث ہیں بلکہ بدعت کی بات ہے لے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اگر شارعِ علیہ السلام سے منہ کے بعد بھی تردد اور قلبی خلجان باقی رہے تو اس سے بہتر کسی اور دین و مشرب کی تلاش کرنا چاہیے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ ایمان کی حقیقت بس اسی میں ہے جب شارعِ علیہ السلام سے منہ کو توبہ قبول کرنے میں چکچکا ہٹ محسوس نہ کرو لیکن اگر تم نے اپنی عقل کو ایمان پر مقدم جانا تو تمہارا ایمان عقل پر تو کامل ہو سکتا ہے شارعِ علیہ السلام پر نہیں" (تکمیل الایمان اردو ص ۴۳ مکتبہ نبویہ لاہور)

مسلمانوں کی راہ اور ایک تشبیہ

فروت نام ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

تمام امت نے اس بدعتِ حسنہ نعمت البدعة ہذبہ کے وجود کو مانا،
اسے مستحسن جانا، اس پر عمل کیا اور انشاء اللہ تاقیام قیامت اس پر عمل کرتی رہے گی۔
پس بدعتِ حسنہ کو جائز جانا اور اس پر عمل کرنا ہی مسلمانوں کی راہ ہے بقیۃ اللہ تعالیٰ
ہم نے مسلمانوں کی راہ کو خوب واضح کر دیا ہے اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ وہ بات
ضرور درست ہوئی ہے جسے مسلمان درست جانیں۔ کئی حدیث مبارک میں رحمتِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَلَهُ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ

جس کو مسلمان اچھا سمجھیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

۱۔ اسی کے تحت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مستحب و محبوب ہے، جسے مسلمان اچھا سمجھیں“ (برکات میلاد شریف ص ۲۳)

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہم العالیہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

”بدعتِ حسنہ یہ ہے کہ جسے مسلمان اچھا جانیں اور وہ کام قرآن یا حدیث یا سنت یا اجماع کے خلاف نہ ہو۔“

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع ہے تو ایسے ان کی ماہنامہ ”سوانح بے بہائے“

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مصنف حضرت شاہ ابوالحسن زینفادوقی نقشبندی مجددی نقل کرتے ہیں کہ

”مسائل کے استنباط و استخراج کے سلسلہ میں آپ کے ساتھ ہول ہیں ان میں سے ایک اور طرح طریقہ

ہے جس پر بندگانِ خدا کا مال ہو۔“ (سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ص ۱۱۳)

پھر وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”امام موفوق نے سہل بن مزاحم سے روایت کی ہے نہ ترجمہ ابو حنیفہ

(رحمۃ اللہ علیہ) کی بات یہ تھی کہ وہ مستند اور صحیح کو لیتے اور بُرے سے دور رہتے تھے۔ وہ لوگوں کے معاملات

پر نظر رکھتے تھے اور دیکھتے تھے کہ ان کا صحیح رویہ کیا ہے اور ان کے امور کس ڈھب پر درست ہوتے ہیں۔“

(باقی صفحہ)

دوسری جگہ فرمان عالی شان صادر ہوتا ہے :

أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ لَهُ تَمَّ لَوْكَ زَمِينَ مِثْلُ اللَّهِ كِ الْوَاهِ هُوَ۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

بِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ لَمْ كَمْ لَوْكُونِمْ پَرِ الْوَاهِ هُوَ۔

اب مسلمان جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں وہ تو اچھا سمجھیں اور درست کہیں جن کا اچھا سمجھنا اور درست کہنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اچھا ہونے کی دلیل بھی ہے تو پھر ہمیں کیا عذر ہے۔ ہم علیحدہ کیوں رہیں، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

ہم تو مسلمان ہیں لہذا ہم پر مسلمانوں کی موافقت ضروری کہ اس راہ سے علیحدہ راہ میں ہلاکت اور دین سے دوری۔ اور یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے۔ کتاب و سنت کا یہی اعلان ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ قادر قدیر کا ارشاد ہے :

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) — حضرت امام قیاس کر کے مسئلہ حل کرتے تھے اور جب قیاس میں قباحت پیدا ہوتی تھی، استخسان سے حل کرتے جب تک کہ استخسان ساتھ دیتا تھا اور جب معاملہ ملک جاتا تھا آپ مسلمانوں کے طور طریقوں اور ان کے تعامل کی طرف رجوع کرتے۔

اس بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ پہلے آپ قیاس اور استخسان سے مسئلہ حل کرنے کی سعی کرتے اگر قیاس و استخسان سے راہ سہولت نہیں نکلتی تھی، آپ لوگوں کے تامل اور عرف سے مسئلہ حل کرتے تھے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ اصول سنیہ (چھ اصول) کے بعد عرف سے حضرت امام استدلال کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے ارشاد "ما راہ المؤمنون حسنا فهو عند اللہ حسن" جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے، سے عرف کا دلیل ہونا ثابت کرتے تھے۔ (سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۲۳-۱۲۴)۔

اور اسی طرح ابو زہرہ مصری نے بھی عرف و عادات کے تحت سہل بن مزاحم سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ دیکھیے حیات حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اردو ص ۱۲۴، ملک سنز فیصل آباد۔

۱۔ بخاری جلد ۱، ص ۱۸۳، باب ثنا الناس علی البیت، مشکوٰۃ باب المشی بالجنازہ۔ اس حدیث شریف سے مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی استدلال کیا ہے۔ (اشرف المواعظ ص ۱۲۳)

۲۔ البقرہ، ۳۵ کنز الایمان

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
 الْمُؤْمِنِينَ لُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝۳۵
 اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں
 کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں
 داخل کریں گے کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی ہے

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اکابر علماء نے
 اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے" ۳۵
 اسی جگہ تفسیر مظہری میں ہے "اتباع اجماع واجب ہے" ۳۶
 تفسیر نعیمی میں ہے کہ اجماع امت دلیل قطعی ہے۔ اس کا انکار ایسا ہی
 کفر ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کفر ہے۔ یہ فائدہ "ويتبع غير سبيل
 المؤمنين" سے حاصل ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 اور مخالفت اجماع دونوں کی سزا جہنم قرار دی۔ لہذا مخالفت صدیقی و فاروقی (رضی اللہ
 عنہم) کا منکر قطعی کفر ہے کہ وہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کا انکاری ہے" ۳۶

۳۵ پ ۵۔ نساء (۱۱۵)

لیکن ادارہ اسلامیات لاہور اور اس کے مقالہ نگاران قرآن کے اس اٹلاد کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں:
 "فحص یہ بات کہ بعض طریقے نہ صرف عوام بلکہ خواص میں بھی رائج و مقبول ہو گئے ہیں اور ان کی ابتدا
 کرنے والوں میں بڑے بڑے نیک لوگ شامل ہیں۔ اس بات کیلئے کافی نہیں کہ اسے دین سمجھ لیا جائے۔"
 (بدعت کیا ہے ص ۲۱۹)

یعنی ان کو جہنم کا ایندھن بننا تو منظور ہے، مسلمانوں کی راہ کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ راہ اور دین
 سمجھنا منظور نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ خدا اور تعصب نے ان لوگوں کو کہاں پہنچا دیا!
 ۳۵ تفسیر شبیر احمد عثمانی۔ تاج کبینی
 ۳۶ تفسیر نعیمی، پ ۵
 ۳۷ کنز الایمان
 ۳۸ تفسیر مظہری۔ اردو

اَب اللہ تعالیٰ کے پیارے اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مزید ارشادات
طبیات ملاحظہ کریں، فرمایا:

۱۔ بِئِذِ اللّٰهِ عَلٰی الْجُمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شُدِّي فِي النَّارِ لَهٗ

جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دستِ کرم ہے جو شخص جماعت سے الگ ہو گیا، علیحدہ ہی
دونخ میں جائے گا۔

۲۔ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهُ مَن شَدَّ شُدِّي فِي النَّارِ لَهٗ

بڑے گروہ کی پیروی کرو، بے شک جو شخص علیحدہ رہا وہ علیحدہ ہی آگ میں جائیگا۔

۳۔ مَنْ فَارَقَ الْجُمَاعَةَ شَيْبًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ لَهٗ

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی بچھڑا (علیحدہ ہوا) اس نے اسلام کی رسی

اپنی گردن سے اتار دی ہے

۴۔ فَعَلَيْكَ يَا جُمَاعَةَ فَاِنَّ مَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ لَهٗ

تم پر جماعت لازم ہے۔ بھیریا دور ولے جانور ہی کو کھاتا ہے۔

”بھیریا سے مراد شیطان ہے۔“

۱۱ مشکوٰۃ باب الاعتصام

۱۲ مشکوٰۃ باب الاعتصام - حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سوادِ اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو اور چونکہ سب مذاہب ان چار

کے علاوہ مفقود ہو گئے تو ان مذاہب (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ) کی اتباع سوادِ اعظم کی اتباع اور ان

سے باہر نکلنا سوادِ اعظم سے باہر نکلنا ہے (حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کرنے والے غیر عقلمند

غور فرمائیں - ضمیمہ)

”عقد الجدید باب مترجم مد ۵۶ قرآن محل کراچی“ اسے پروفیسر محمد سرور نے بھی ارمان شاہ ولی اللہ میں نقل

کیا ہے دیکھیے ص ۱۴۳-۱۴۴

۱۳ مشکوٰۃ باب الاعتصام ۱۴۵ ڈاکٹر خالد محمود ڈاکٹر کبیر اسلامک اکیڈمی ماچسٹر انگلینڈ لکھتے ہیں کہ ”طیحا

(رسی) یہ ہے کہ مومن مسلمانوں کے اجماع سے بغاوت نہ کرے اپنی علیحدہ راہ نہ چلے کیونکہ حوزہ اسلام سے خروج کرنے والا

۱۴ مشکوٰۃ باب الجماعۃ

بالآخر اسلام سے ہی نکل جاتا ہے (امام الحدیث جلد اول ص ۳۵)

۵. وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ لَهُ

اور جماعت اور اکثریت کے طریقے کے پابند رہو۔

اللہ اللہ! قرآن مقدس نے مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلنے پر دوزخ کی وعید سنائی تو احادیث مبارکہ نے اس کی تائید و تفسیر بیان فرمادی۔ گویا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب و سنت کے احکام غیر منصوصہ (جو نص سے واضح نہیں ہیں) کی وضاحت سے متعلق غلط اور درست کے فیصلہ کے لیے اجماع امت کو معیار مقرر فرمایا کہ اس کی مخالفت کو گمراہی قرار دے دیا ہے۔

مولانا مودودی کہتے ہیں کہ

وہ امور جن کے لیے بالآخر قانون ساز (شارع علیہ السلام) نے کوئی قطعی احکام نہیں دیے نہ حدود اور اصول متعین کیے ہیں ان میں اسلام کی اسپرٹ اور اس کے اصول عامہ کے مطابق مقتضی ہر ضرورت کے لیے قانون سازی کر سکتی ہے۔ کیونکہ ان کے بارہ میں کوئی حکم نہ ہوتا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ شارع علیہ السلام نے ان کو اہل ایمان کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔

لیجئے ہم نے تمام حجت کر دیا ہے فیصلہ قارئین کو خود کرنا ہے کہ انہیں کون سی راہ پسند ہے۔ دوزخ کی آگ سے بچنے کے لیے مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي كَمَا مَسَدَّقٌ بِنْتَاهُ بِنْتَاهُ۔ اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باقی امت کی طرح ہم بھی بدعت حسنة کے وجود اور اس کے استحسان کے قائل ہو جائیں، ہر نو ایجاد امر کو گمراہی نہ سمجھیں اور یوں اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہت سے اچھے اچھے نئے کام کئے مثلاً جمع قرآن اور باجماعت نماز تراویح کا باقاعدہ اجرا وغیرہ۔

اسی نہج پر بعد ازاں کئی دیگر امورِ خیر کا احداث و اجرا ہوا، مثلاً اعرابِ ستران، تقلیدِ شخصی، صرف و نحو اور شش کلمات وغیرہ۔ اگر ان جملہ امور کے احداث کو ”مَنْ احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو ردّ“ کے تحت رد نہیں کیا جاسکتا تو کیوں؟ اسی لیے کہ ان کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا ہے کہ ان میں اصل دین ہے۔ یہ کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کا باعث ہیں اور ان میں موافقتِ شریعت موجود ہے اور امت کا اسی پر عمل ہے۔ یہی مسلمانوں کی راہ ہے تو بتائیے اب کون سا امر خاص مانع ہے جو آپ اس قدر متروک ہیں۔ خوب یاد رکھیے کہ حقائق سے اغماض اور حق سے انحراف مسلمانوں کی راہ نہیں ہے جبکہ حصولِ فلاح کے لیے مسلمانوں کی راہ چلنا بہت ضروری ہے اور یہ موافقت عقائد و اعمال سب میں معتبر ہوگی۔

مانو، نہ مانو، جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھاتے جاتے ہیں

چند اعتراضات کا جائزہ

در بارہ بدعت بعض دستوں کے ذہنوں میں چند ایک سوالات عموماً اُبھرتے ہیں۔ ان کی تفصیل اور نمبر وار حل ملاحظہ کیجئے۔ ہم نے سوال کو ”اشکال“ کا نام دیا ہے اور جواب کے لیے لفظ ”حل“ استعمال کیا ہے۔

۱۔ مخالفین کے ”مفتی اعظم“ کی معتبر تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۲۴۲-۲۴۳ میں زیر آیت نمبر ۱۴۳ سورۃ بقرہ (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰی النَّاسِ) امام حصص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، ”آپ نے فرمایا: اس آیت میں اس کی دلیل ہے کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجماع معتبر ہے اجماع کا حجت ہونا صرف قرن اول یا کسی خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ آیت میں پوری امت کو خطاب ہے۔“

اشکال اول

کیا یہ درست ہے کہ

بدعت تو ہر حال میں بدعت ہے خواہ اس کی ایجاد کا زمانہ معلوم ہو یا نہ ہو۔

حل

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اگر مراد یہ ہے کہ بدعت کے حسنہ اور کستہ ہونے کا تعلق زمانہ اجرا سے نہیں، اس کا انحصار تو موافقت و مخالفت شریعت پر ہے تو یہ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق و تائید ہے جس کی درستگی ہم مدارِ حسن و قبح کے عنوان کے تحت ثابت کر چکے ہیں۔

اور اگر صاحب اشکال نیلوی صاحب کے نزدیک بدعت کے حسنہ اور کستہ ہونے کا باعث موافقت اور مخالفت شریعت نہیں بلکہ ہر امر کسی زمانہ میں کوئی بھی ایجاد کردے بدعت (کستہ) ہی ہے تو اس پر دلیل قائم کرنا انہی کی ذمہ داری ہے البتہ اس لحاظ سے مینہ و مشرف کی طرف اجرا کی نسبت و قید باطل ہو گئی اس لیے کہ "ہر حال" میں کوئی استثنیٰ نہیں جس سے کسی نیک شخص کا جاری کیا گیا عمل ہی درست قرار پا جائے۔

جب زمانہ اجرا ان کے نزدیک بھی اچھائی اور برائی کی اساس نہیں تو پھر اس

۱۔ کتاب "عید اللہ علیہ وسلم اور اس کی شرعی حیثیت" مصنفہ مولوی محمد حسین نیلوی
(کل اوراق بارہ ہیں)

۲۔ مذکورہ کتاب میں نیلوی صاحب نے یہ قید بھی وضع کر دی ہے۔
maafat.com

اسی نہج پر بعد ازاں کئی دیگر امورِ خیر کا احداث و اجراء ہوا، مثلاً اعرابِ ستران، تقلیدِ شخصی، صرف و نحو اور شش کلمات وغیرہ۔ اگر ان جملہ امور کے احداث کو "مَنْ احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد" کے تحت رو نہیں کیا جاسکتا تو کیوں؟ اسی لیے کہ ان کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا ہے کہ ان میں اصل دین ہے۔ یہ کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کا باعث ہیں اور ان میں موافقتِ شریعت موجود ہے اور امت کا اسی پر عمل ہے۔ یہی مسلمانوں کی راہ ہے تو بتائیے اب کون سا امر خاص مانع ہے جو آپ اس قدر متروک ہیں۔ خوب یاد رکھیے کہ حقائق سے اغماض اور حق سے انحراف مسلمانوں کی راہ نہیں ہے جبکہ حصولِ فلاح کے لیے مسلمانوں کی راہ چلنا بہت ضروری ہے اور یہ موافقتِ عقائد و اعمال سب میں معتبر ہوگی۔

مانو، نہ مانو، جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھتے جاتے ہیں

چند اعتراضات کا جائزہ

در بارہ بدعت بعض دستوں کے ذہنوں میں چند ایک سوالات عموماً ابھرا کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل اور نمبر وار حل ملاحظہ کیجئے۔ ہم نے سوال کو "اشکال" کا نام دیا ہے اور جواب کے لیے لفظ "حل" استعمال کیا ہے۔

۱۔ مخالفین کے "مفتی اعظم" کی معتبر تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۳۴۲-۳۴۳ میں زیر آیت
نمبر ۱۳۳ سورۃ بقرہ (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰی
النَّاسِ) امام حصص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، "آپ نے فرمایا، اس آیت میں اس کی
دلیل ہے کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجماع معتبر ہے اجماع کا حجت ہونا صرف قرن اول یا کسی
خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ آیت میں پوری امت کو خطاب ہے۔"

اشکال اول

کیا یہ درست ہے کہ

”بدعت تو ہر حال میں بدعت ہے خواہ اس کی ایجاد کا زمانہ معلوم ہو یا نہ ہو“

حل

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جوشے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اگر مراد یہ ہے کہ بدعت کے حسنہ اور کستیرہ ہونے کا تعلق زمانہ اجراء سے نہیں، اس کا انحصار تو موافقت و مخالفت شریعت پر ہے تو یہ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق و تائید ہے جس کی درستگی ہم مدارِ حسن و قبح کے عنوان کے تحت ثابت کر چکے ہیں۔

اور اگر صاحب اشکال نیلوی صاحب کے نزدیک بدعت کے حسنہ اور کستیرہ ہونے کا باعث موافقت اور مخالفت شریعت نہیں بلکہ ہر امر کسی زمانہ میں کوئی بھی ایجاد کردئے بدعت (کستیرہ) ہی ہے تو اس پر دلیل قائم کرنا انہی کی ذمہ داری ہے البتہ اس لحاظ سے مبنیہ و منسرف کی طرف اجراء کی نسبت و قید باطل ہوگئی اس لیے کہ ”ہر حال“ میں کوئی استثنیٰ نہیں جس سے کسی نیک شخص کا جاری کیا گیا عمل ہی درست قرار پا جائے۔

جب زمانہ اجراء ان کے نزدیک بھی اچھائی اور برائی کی اساس نہیں تو پھر اس

۱۔ کتاب ”عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شرعی حیثیت“ مصنفہ مولوی محمد حسین نیلوی
(کل ادوات بارہ ہیں)

۲۔ مذکورہ کتاب میں نیلوی صاحب نے یہ قید بھی وضع کر دی ہے۔
maafat.com

کا کیا مطلب ہے کہ شاہِ اربل نے فلاں زمانہ میں اس کو رواج دیا، اور یوں یہ قید بھی باطل ہوتی نظر آتی ہے۔

دیگر زمانہ اجراء سے بے تعلق ہونا اور بات ہے اور زمانہ ایجاد کا معلوم نہ ہونا علیحدہ بات۔ یہ معلوم نہ ہونا "عدم علم ہے اور عدم علم جہالت پر وال بے علمی میں جاری کیا گیا کوئی بھی فتویٰ کتاب و سنت سے اعراض اور جناب شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عدم اعتماد کا منظر ہو کر گمراہی قرار پائے گا۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

فَاسْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا ۗ

بے علمی میں فتویٰ دیں گے گمراہ ہوں گے، گمراہ کریں گے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۗ

یعنی حکم یہ ہے کہ جو شخص نہیں جانتا وہ اہل علم سے دریافت کرے۔
اب اہل علم تو بتلاوے گا لیکن جو شخص خود بے علم اور جاہل ہو وہ کیا بتلائے گا۔ گویا یہ اشکال بالکل بلا جواز اور انتہائی پریشان ہے۔

فیض نظر کیلئے ضبط سخن چاہیے

حرف پریشاں نہ کہہ اہل نظر کے حضور

۱۰ بارہ درقی مذکورہ کتاب میں نیلوی صاحب نے یہ دوسری قید بھی اپنی طرف سے وضع کر دی ہوئی ہے:

کہ جناب قاری طیب سابق بہتم دیوبند کہتے ہیں:

"عدم ذکر یا ہماری لاعلمی اس کے عدم ثبوت کی دلیل نہیں ہو سکتی بالخصوص ہماری لاعلمی نہ کوئی

شرعی جہت ہے نہ عقلی۔ (کلمہ طیبہ ص ۱۹)

مولانا اسماعیل دیوبند کہتے ہیں:

"سببی حکم کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اور علم کا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۱۵ بحوالہ رسالہ چہارمہ مسائل)

اشکال دوم

کیا مفتی جنگ کا یہ قول درست ہے کہ

سُرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں جو عمل دین کے طور پر نہیں تھا اسے دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

حل

بدعت کی مذکورہ تعریف بعض وجوہ سے باطل ہے۔

- ۱۔ اگر یہ تعریف دینی کام ہے (غیر دین نہیں) تو اس کا مذکورہ ادوار میں حدیث سے ثابت ہونا ضروری ہوا جبکہ ایسی کوئی روایت نہیں، پس یہ تعریف خود بخود بدعت ہوئی۔
- ۲۔ ان کی جماعت کے مفتی، اعظم مفتی محمد شفیع کراچی کہتے ہیں کہ نیا کام ایک حیثیت سے عبادت بھی ہو سکتا ہے؛ اور اس نماز میں نہ ہونے کے باوجود بدعت بھی نہیں۔ جبکہ مفتی جنگ ہرنے کام کو بدعت کہنے پر مُصر ہیں؛ اور ایسا کہنا ان کے مفتی، اعظم کے نزدیک غلط ہے۔ ملاحظہ کیجئے ان کے مفتی، اعظم کہتے ہیں:

۱۔ جنگ میگزین راولپنڈی ۱۵ نومبر تا ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء

یوں تو چودھویں صدی کی ایجاد یہ چلہ کش "تبلیغی جماعت" بھی بدعت ہوئی اور بانی جماعت مولانا ایس صاحب کا طریقہ تبلیغ بھی۔ مولانا ایس صاحب نے خود فرمایا ہے کہ تعلیم تو ان (اشرف علی تھانوی صاحب) کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا (ملفوظات لیاں)۔ تعلیم و طریقہ سے کوئی لیک بھی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب نہیں ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین تین دن کے چلوں والی تبلیغ کہیں ثابت بھی نہیں۔

اُد محقق دورانِ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے مطابق تبلیغیوں کے کارائے وند میں عرفات کے اجتماع کی نقل کرنا اور بغیر تکلف شری کے لوگوں کو (ہر سال) جمع کرنا بھی بدعت ہے، ملخصاً۔ (جان جاناں ص ۱۳)

مروجہ مدارس اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے
 (نشر و اشاعت کے اداروں کو دینی کہہ دیا ہے) اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے
 صرف و نحو اور ادب عربی اور فصاحت و بلاغت کے فتون یا مخالف اسلام فرقوں
 کا رد کرنے کیلئے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ اور جدید طریق
 جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت (یعنی دینی عمل) بھی
 ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں موجود بھی تھے۔ مگر پھر ان
 کو بدعت اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب اور داعی اور ضرورت اس عہد مبارک
 میں موجود نہ تھی۔

لہذا اشکال میں پیش کردہ بدعت کی تعریف باطل ہوئی کہ انہی کے مفتی اعظم نے
 بعض امور کو مذکورہ ادوار میں موجود نہ ہونے کے باوجود عبادت اور دینی بھی کہا اور بدعت
 ہونے سے انکار بھی کیا۔

۳۔ اس تعریف کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جو عمل دین کے طور
 پر نہیں تھا اسے دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے حالانکہ نعمت البدعہ ہذا کے مطابق اس
 وقت جو عمل دین کے طور پر تھا وہ بھی بدعت شمار ہوا۔ یوں بھی یہ تعریف باطل ہوئی۔
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ عام عثمانی فاضل دیوبند نے کہا:

"اپنا کوئی نیا طرز عبادت نکال کر یہ ثابت کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی عبادتیں ناکافی ہیں اللہ کے قہر و
 غضب کو بھڑکانے کا باعث ہوگا" (بدعت کیا ہے ص ۳۱۸) — لیکن کیا کریں مفتی صاحب تو ان
 کے بقول اللہ کے قہر و غضب کو بھڑکانے کا اس دنیا کے فانی سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ زندہ ہوتے
 تو خود توبہ کرتے یا عام عثمانی کو غلط فتووں پر سرزنش فرماتے۔ بہر حال دونوں میں سے ایک ضرورت کی
 مخالفت میں جان نثار کر چکا ہے۔

۲۔ سنت و بدعت ص ۱۲

جوئی تھی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دعد میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ تھیں بدعت کہلاتیں گی تاہم وہ بدعتِ ضلالہ نہیں ہیں بلکہ بدعتِ حسنہ ہوں گی۔ ۱۷

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تو اپنے زمانہ کی ایجاد کو بدعت (نعمت البدعت) فرماتے ہیں لیکن مفتی جگ اس اقرار پر انکار کرتے ہیں۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مرتکب مفتی صاحب "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَهْلِي" کے مصداق نہ رہے لہذا ایسے قول ناروا سے ضرور توبہ کر لینی چاہیے حضرت مدظلہ العالی خزان العرفان میں زیر آیت بقرہ ۵۸ فرماتے ہیں کہ مشہور (علانیہ) گناہ کی توبہ باعلان ہونی چاہیے۔

فائدہ

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ ۝ يَغْتَابُ اللَّهُ تَوَّابِينَ ۝ يَغْتَابُ اللَّهُ تَوَّابِينَ ۝ يَغْتَابُ اللَّهُ تَوَّابِينَ ۝
تعب سے جو لوگ مذاہبِ اربعہ کو درست مانیں اور تقلیدِ شخصی کو واجب نہ جانیں وہی ایسا من گھڑت قاعدہ بنا لیں جسے نہ عقل درست مانتی ہو اور نہ ہی نقل روا جاتی ہو حالانکہ انہیں خوب علم ہے کہ مذاہبِ اربعہ اور تقلیدِ شخصی وغیرہ امور مذکورہ کتابوں میں نہ تھے۔ اب یہ تو خود انہی کو پتانا ہو گا کہ یہ امور دینی کام ہیں یا نہیں؟

۱۷ اشعۃ اللمعات اردو اول ص ۴۲۲ . ۱۸ البقرہ (۲۲۲)

۱۹ علمائے دین کی معتبر کتاب میں مرقوم ہے: "اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جاوے بلکہ واجب ہے (المختصر علی المقدم مترجم ص ۳۲) ۲۰ مولانا محمد تقی عثمانی نے کہا کہ

صحابہ و تابعین کے زمانے میں کسی ایک امام کی تقلیدِ شخصی واجب نہ تھی (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۷۸) ۲۱ مشکوٰۃ باب الاعتصام بروایت ترمذی (طبع حمام - کراچی)

کہنے کو ان سے کہہ رہا ہوں حالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پر شکوہ گراں نہ ہو

توضیح

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں
بہت سے مباحثِ اصلیہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں زیرِ عمل نہیں
آئے مگر اباحتِ اصلیہ کے تحت جائز ہیں۔ یا بہت سے اجتہادی مسائل جو زمانہ
صحابہ میں زیرِ عمل تو کیا زیرِ علم بھی نہیں آئے مگر بعد میں کسی اصولِ شرعی سے مستنبط
ہوئے تو وہ اس لیے ناجائز نہیں قرار پاسکتے کہ ان کے بارہ میں صحابہ کا عمل منقول
نہیں کہ سرے سے عمل موجود ہی نہیں بلکہ علم بھی سامنے نہیں۔ پس ایسے جائز مسائل
پر جب بھی امت عمل پیرا ہو جائے اسے اس کا حق ہے اور وہ عمل شرعی (دینی) ہو
کر ہی ادا ہوگا۔

اشکال سوم

کیا یہ بات درست ہے کہ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کے کسی عمل
کو نہ تو بدعت کہیں گے اور نہ سمجھیں گے بلکہ خلفائے راشدین کا طریقہ بھی قابل
عمل اور قابلِ تقلید ہے۔ اگر کوئی شخص خلفائے راشدین کے کسی عمل کو بدعت
کہتا ہے یا سمجھتا ہے تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ شخص فرمانِ نبوی
(صلی اللہ علیہ وسلم) سے ناواقف ہے یا اپنے آپ کو خلفائے راشدین (رضی اللہ
عنہم) سے بڑھ کر نہ سمجھتا ہے۔ (اظہارِ حقیقت ص ۴)

حل

مصنف اظہار حقیقت نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کسی عمل کو بدعت کہنے یا سمجھنے والے کو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف بتایا ہے اور ایسا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے ذکر بھی نہیں کیا حالانکہ ایسا فرمان اقدس اگر ثابت ہو تو اس کا اخفا درست نہیں اظہار ضروری ہے کیونکہ اظہار حقیقت کیا جا رہا ہے۔ اب ناواقف کون ہے؟ ہم نشاندہی کرتے ہیں فیصلہ قارئین کرام پر رہا۔

اشکال دوم کے حل کے علاوہ سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عنوان کے تحت ہم بڑی تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ نَعَصَتِ الْبِدْعَةَ هَذِهِ میں خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے جاری کردہ عمل کو بدعت (حسنا) کہہ دیا ہوا ہے۔ پس اپنے عمل کو بدعت احسن کہنا خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی سنت ہوتی۔ اب اس سنت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس بلکہ میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ (مشکوٰۃ)
تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت ضروری ہے۔

پس خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے خلیفہ ثانی کے اس عمل کو بدعت (حسنا) کہیں یا سمجھیں تو یہ ان کی سنت پر عمل ہی ہوگا اور عمل کرنے والوں کی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت کا ثبوت بھی بلکہ منکرین کی جہالت کا اشارہ بھی۔

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف انکو

علاوہ ازیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کسی عمل کو بدعت (حسنا) سمجھنے والے کے پاسے میں یہ کہنا کہ ایسا شخص اپنے آپ کو خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) سے

بڑھ کر نہ ہی برابر سمجھتا ہے "عقلاً درست نہیں۔ ہر باشعور جانتا ہے کہ تمہاری اور برابری کا ارادہ رکھنے والا شخص مقابل کی بات نہیں مانا کرتا اور نہ ہی اس کے جاری کیے ہوئے قول پر عمل کو جائز تسلیم کرتا ہے۔ وہ اگرچہ دکھاوے کے طور پر قابل تقلید کی رٹ لگانا رہے عملاً انکار کر دیتا ہے اور یہاں انکار کس سے صادر ہوا ہے؟ محتاج بیان نہیں۔

تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھیں
کہ ہے کون سا خوبصورت زیادہ

اور حق بات وہی ہے جو خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے خود فرمائی ہے۔ اب اس حقیقت سے انکار کو بھی اگر کوئی اظہار حقیقت کہہ دے تو کیا یہ آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات نہیں؟

اشکال چہارم

جناب مفتی جنگ کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ
"بدعتی در پردہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

اسے یہ مفتی صاحب نے پردے میں سے کیونکہ جھانک لیا۔ لفظ در پردہ دعویٰ اور علم غیب کا غماز ہے۔ اگر ایسا نہیں تو کذب سے خالی نہیں۔ انہی مفتی صاحب کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی الاعراف ۹۹ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: یعنی لوگوں کے اعمال و اخلاق میں تہہ اور حقیقت تلاش نہ کیجیے بلکہ ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی سے اچھا ہوا سو کھلائی پر محمول کیجیے۔ باطن کا حال اللہ کے سپرد کیجیے۔ نہ معلوم مفتی صاحب تک یہ الفاظ پہنچے بھی ہیں یا نہیں۔

جن کو اپنی خبر نہیں اب تک وہ میرے دل کا راز کیا جانیں

اب دیکھتے ہیں یہ مفتی صاحب الجھن اور بے خبری سے بچنے کے لیے ان الفاظ سے دستبرداری کا اعلان

کب کرتے ہیں؟ کیونکہ تھانوی صاحب کے مطابق یہ اصرار اچھی بات نہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرار قلبی پر حکم دینے سے نہ صرف منع فرمایا بلکہ اس کی حوصلہ شکنی بھی فرمائی۔ غزالیؒ دوراں حضرت علامہ کاظمی صاحب کی نقل کردہ حدیث پاک سنئے: **أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِكَ عَشِي تَعْلَمُ أَقَالَهُمْ لَا**۔ (توجہ) تو نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہارے دل سے کلمہ کہلے یا نہیں (تفسیر المقل ص ۱۵)

دولم کاہل دین لے کر نہیں آئے۔" (جنگ میگزین۔ ۱۹ نومبر ۲۰۱۵ء نمبر ۱۹۸۲ء)

حل

۱۔ یہ اشہول بھی ایک فریب ہے۔ کتاب و سنت سے کوئی بھی سند اس کے ثبوت میں نہیں بتا سکتا بلکہ موجود بھی نہیں۔ جب کتاب و سنت میں یہ مضمون موجود ہی نہیں تو اس کے اجرا کا مقصد اور استحقاق کیا ہے۔ گویا انہوں نے دین میں اس مضمون کے فتویٰ کی کمی سمجھی اور بقول خود نامکمل دین کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ (معاذ اللہ)

چسمن میں تلخ نوالی مری گوارا کر

کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کاتریاتی

۲۔ نِعْمَتِ الْبَيْعَةِ هَذِهِ یعنی باجماعت نماز تراویح کا باقاعدہ اجرا کرنے والے خود خلیفہ دوم ہیں تو کیا انہوں نے اسے جاری کر کے کوئی دعویٰ نبوت کیا ہے یا دین کو نامکمل سمجھا ہے (معاذ اللہ) نہیں بلکہ انہوں نے مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً کے پیارے ارشاد پاک کو راہ عمل بنایا ہے۔ پھر یہ حدیث پاک بھی اچھے طریقے کے بانی کو درجہ نبوت نہیں دیتی بلکہ محض ثواب کا وعدہ کرتی ہے پس اگر یہ کہہ دیا جائے کہ بدعتی (کسی بھی بدعت کا مرتکب) درپردہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو ہمارے نزدیک یہ جناب سیدنا فاروق اعظم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر محض الزام و اتہام ہے۔ اور ایسے میں آیہ کریمہ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ پر ان کا ایمان ثابت کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ تو اس قسم کی جسارت انہی مفتی صاحب کو روا ہو سکتی ہے، کیونکہ اس سے پہلے اشکال میں بھی ان سے مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم واقع ہو چکی ہے (اور وہ توبہ سے لے نیا نہ ہوئے بیٹھے ہیں)۔ اب مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑی شقاوت اور کیا ہو سکتی ہے؟

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ

الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ - لہذا اس سنت سے اعراض و انحراف شریعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء میں تو روا نہیں کہیں اور ہو تو ہمیں علم نہیں۔
 الحمد للہ ہماری اس مختصر تقریر سے اخباری کالم کا مکروفریب آفتابِ میروز کی مثل ظاہر ہو گیا۔

اعتراض

بدعتِ حسنہ کے نام پر جو طریقے دین اور شعائرِ اسلام میں نکالے گئے وہ طریقے اسلام کے پہلے انصار اور مہاجر کی راہ (طریقے) سے ہٹاتے ہیں یا نہیں۔ اور بدعتِ حسنہ پر عمل کرنے سے کیا اسلام کے پہلے انصار و مہاجر کی پیروی ہو سکتی ہے؟ (اظہارِ حقیقت)

جائزہ

یہ تو آپ نے ملاحظہ فرمایا لیا ہو گا کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے باجماعت نماز تراویح کا باقاعدہ اجرا کیا اور اس کو بدعتِ حسنہ (نعمت البدعہ) بھی خود فرمایا جس پر وقت کے تمام انصار و مہاجرین نے عمل کیا۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس خوبصورت طریقے اور عمل سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ بدعتِ حسنہ کے نام سے ایسے طریقے انصار و مہاجرین کی راہ سے ہٹاتے نہیں بلکہ ان کی راہ پر چلاتے ہیں۔ پس ان کے طریقے پر قائم رہنے یعنی ان کی مکمل پیروی کے لیے بدعتِ حسنہ "باجماعت نماز تراویح" وغیرہ پر عمل ضروری ہوا۔ بصورتِ دیگر پیروی نہیں ہوگی بلکہ وہی حقیقت ہوگی جس کا اظہار مصنف "اظہارِ حقیقت" کر رہے ہیں

اشکال و مخم

کیا بعض لوگوں کا ایسا کہنا درست ہے کہ
اسلام میں نئے طریقوں کا ایجاد کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ عالم اسباب کی چیزوں
کو بدعت نہیں کہیں گے۔ (اہل ہدایت ص ۷)

حل

اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب کو بنایا اور اپنا نام بدیع فرمایا۔ دیکھئے قرآن پاک
میں ہے: **يَدْبِغُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** بے کسی نور کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔
پس جب اللہ رب العزت نے عالم اسباب کو بنانے پر خود کو بدیع فرمایا تو
ان لوگوں کا عالم اسباب کی نئی چیزوں کو بدعت ماننے سے انکار درست نہ رہا بلکہ ان
سے مخالفت قرآن بھی واقع ہو گئی (نعوذ باللہ)

حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ ہر احداث بدعت ہے۔

اس ہر احداث میں عالم اسباب کی نئی چیزیں اور دیگر امور سب شامل ہیں۔
جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے۔ اقوال صحیحہ اور اقوال علماء و فقہاء
اور محدثین کے خلاف ہے۔ کل محدثۃ بدعة (مشکوٰۃ باب الاعتصام) ہر نیا
کام بدعت ہے اس میں دینی یا دنیوی کی قید نہیں ہے۔

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی احیاء العلوم میں قدمائے سلف کا یہ مقولہ
نقل کیا ہے کہ چار چیزیں بدعت ہیں جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد ایجاد

ہوئیں۔ کھانے کی مینر یا صندوقیاں، پھلنی، اشنان، پیٹے بھر کھانا۔ ان اقوال کے بعد سمجھتے ہیں کہ گو دسترخوان پر کھانا اچھا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مندری پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس قسم کا کوئی حکم شریعت میں وارد نہیں.....

... جن چار چیزوں کو بدعت کہا گیا ہے سب یکساں نہیں ہیں یہ فرمائیے کتاب و سنت اور علماء کی تصریحات کے سامنے ان کا عالم اسباب کی نئی چیزوں کو بدعت ماننے سے انکار کیا معنی رکھتا ہے؟ گویا اشکال قطعاً بے بنیاد ہے۔ صاحب اشکال یا تو متعصب ہیں یا نرے جاہل اور علم و عقل سے کورے، ورنہ کتاب و سنت کی مخالفت نہ کرتے۔

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف انکو

اشکال ششم

ادارہ اسلامیات لاہور کے ایک محقق کہتے ہیں کہ بدعت سے مراد وہی امور ہو سکتے ہیں جو بظاہر باعتبار شکل و شبہت دینی امور معلوم ہوتے ہیں لیکن دین میں ان کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ کیا یہ درست ہے؟

حل

اس اشکال میں دو اصول وضع کیے گئے ہیں:

۱۔ بدعت سے مراد وہی امور ہو سکتے ہیں جو دینی معلوم ہوں۔

۲۔ جن کے کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہو۔

جہاں تک پہلے اصول کا معاملہ ہے تو اس کا رد اس سے پہلے اشکال میں موجود ہے وہیں ملاحظہ کیجیے۔ باقی رہا ان کا دوسرا اصول تو اس کا من گھڑت ہونا بھی

ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ہماری معروضات فورے مٹینے،
 'کل محدثۃ بدعتہ' حدیث پاک ہے اور صاحب اشکال عثمانی
 صاحب کے مضمون میں بھی ص ۱۲ پر نقل کی گئی ہے۔ آپ فرمائیے اس حدیث پاک میں کہیں
 کسی احداث یعنی نئے کام کے لیے حکم ہونے یا نہ ہونے کا ذکر ہے؟
 'کل محدثۃ بدعتہ' کا تو مطلب ہے 'ہر احداث بدعت ہے'۔
 یعنی اس میں کسی حکم کا کہیں ذکر نہیں ہے لہذا عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ جس کام
 کے کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہو وہ بدعت ہے ایک من گھڑت قول اور حدیث پاک
 میں تحریف ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے شروع میں ایک حدیث کا ملاحظہ فرمائی جس میں ارشاد ہوا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها

جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اس کا ثواب ہے۔

یہاں بھی کسی کام اور کسی نئے طریقہ کیلئے حکم کی شرط موجود نہیں بلکہ اذن عام ہے۔ فرمایا
 جو کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے گا ثواب پائے گا۔

جبکہ عثمانی صاحب کے مطابق تو کسی بھی اچھے طریقے کے بانی کو گناہ ہونا چاہیے
 (استغفر اللہ)۔ اور یہ تو حضور نبی کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی مخالفت
 ہے۔ جو عام عثمانی صاحب ایسے کسی فاضل دیوبندی کو زیب دیتی ہے۔ یہ
 بے خوف لوگ ہیں اللہ ان سے بچائے۔

ہم نے آئندہ صفحات میں ایک بے جان شبہ اور ابطال شبہ کے عنوان کے
 تحت پانچ آیات کریمہ اور چار احادیث مبارکہ کے علاوہ کئی ایک اقوال نقل کیے
 ہیں، ضرور ملاحظہ فرمائیے، ان صاحب کی ساری فریب کاری ظاہر ہو جائیگی (انشار اللہ)
 یہاں ہم صرف سینا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصریح پیش کرنے کی سعادت
 حاصل کرتے ہیں۔ آپ غور فرمائیے! سینا غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

جس کام کا شرع میں کوئی حکم نہیں بائیں معنی کہ نہ وہ سخت منع نہ حکم و خوب میں بلکہ مہمل ہے، اس میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے خواہ وہ تصرف کرے یا نہ کرے۔
یس اسی کا نام مباح ہے لہ

فرمائیے جو لوگ "مباح اور مستحب" کو نہیں سمجھتے ان میں دینی سوجھ بوجھ کیا ہو گی! اور اسی لئے دینی سوجھ بوجھ سے عاری یہ لوگ مباح امور کو بھی بدعت کہہ رہے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَافْتُوا الْغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا

بے علمی میں فتوے دیں گے، گمراہ ہوں گے گمراہ کریں گے۔

گویا جو خوبے راہِ روی کا شکار میں ان سے کسی راہنمائی کی توقع عبث ہے۔

ہم نے "حسن و قبح" کے عنوان سے کسی کام کا اچھا بُرا ہونا بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کیجیے۔ یہاں عام عثمانی صاحب کی جو اس بانٹگی کا نمونہ دیکھیے، خود ہی اپنے اشکال کی تردید اور ہماری تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"کوئی بھی ایسا طریقہ جس میں دین کے کسی حکم کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اس (کرنیوالے) کے لیے جائز ہوگا اور بدعت نہ کہلائے گا" ۵۲

اسی طرح دیگر امور ہیں جو کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہوں اور باعتبار دور مبارک کے لغتاً بدعت ہوں ان پر شریعت کو کچھ اعتراض نہیں" ۵۳

اب تو عثمانی صاحب کے اپنے کلام سے ظاہر ہو گیا کہ اشکال قطعاً بے بنیاد واضح طور پر خلاف شرع اور سراسر مردود ہے۔

۱۵ فتوح الغیب عربی / اردو ص ۳۲ (مقالہ دوم)

۵۲ بدعت کیا ہے ص ۲۱۷

۵۳ بدعت کیا ہے ص ۲۳۷

اشکال، مفہم

مفتی برجگ جناب مولانا عبدالرحمن صاحب (جامعہ اشرفیہ لاہور) کہتے ہیں کہ "سہری چیز جسے دین سمجھ کر کیا جائے (اس سے) بچنا فرض ہوا" لہٰذا کیا یہ بات درست ہے۔

حل

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا
مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب
جناب مفتی صاحب نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی اور دین سمجھ کر کی گئی سہری چیز
سے بچنا فرض قرار دے کر دین میں خود ایک نیا فرض داخل کر لیا ہے۔ اگر یہ بات
درست ہوتی تو اس کے لیے نص قرآن و حدیث میں موجود ہوتی جبکہ کتاب و سنت
اس من گھڑت حکم سے بری ہیں۔ ملاحظہ کیجیے جنگ میگزین ۳ جون تا ۹ جون ۱۹۸۳ء
ایک سوال کے جواب میں یہی مفتی صاحب خود فرماتے ہیں کہ
"اگر فرض کہنا قرآن یا متواتر حدیث میں نہ ہو تو یہ فرض کہنا خدا اور رسول
پر تہمت ہوگی جس کا انجام جہنم ہے۔"

دونوں فتاویٰ پھر سے بغور پڑھیے لیجئے خود ہی ایک کالم میں ایک فتویٰ جاری
کیا اور خود ہی دوسرے موقع پر اپنے فتویٰ کی تردید بھی کی اور سزا بھی جہنم کی سنا
دی۔ اگر فتاویٰ جاری کرتے وقت کتاب و سنت کو اس کا بنیاب جانا تو یہ
صورتِ حال نہ ہوتی۔

کیوں کسی غریب سے شکوہ بیداد کروں
لطف جب تک کہ تجھی سے تری فریاد کروں

یہ ہے خانہ ساز شریعت، متصادف فتاویٰ مفتی صاحب کے علم و فن کی خوبیاں
ظاہر کر رہے ہیں۔ اشکال میں پیش کردہ فتویٰ چونکہ قرآن یا متواتر حدیث میں نہیں
ہے، پس انہی کے قاعدہ کے مطابق اس فتویٰ سے بچنا فرض ہو گیا ہے (کیونکہ
ایک تو یہ دین میں نئی چیز ہوگئی اور دوسرے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر
تہمت) اور بقول خود مفتی صاحب تارکِ فرض اس لیے کہ اسے بھی تو دین سمجھ
کر ہی جاری کیا گیا ہے۔

توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیسرا؟

ہے تجھ میں مگر جانے کی جرات تو مگر جا

دیگر حدیث پاک مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فِي
کیا جو اچھی سنت جاری ہوگی، نئی چیز نہ ہوگی؛ یقیناً ہوگی کیونکہ تبدیل شدہ اور
بوسیدہ کی تجدید ہوتی ہے اجرا نہیں ہوتا تو ماننا پڑے گا کہ یہ اچھی سنت نئی
چیز ہے اور کیا غیر دین کو اچھی سنت کہا جاسکتا ہے؛ بالکل نہیں کہا جاسکتا اب
حدیث کہتی ہے جو اچھا طریقہ جاری کر دے وہ مستحق ثواب ہے لیکن یہ مفتی صاحب
مانتے ہی نہیں بلکہ کہتے ہیں اس سے بچنا فرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دیتے
ہیں یہ روکتے ہیں۔ انہوں نے اطاعت کی بجائے مخالفت ہی سر لے رکھی ہے العوذ
باللہ من ذلک (اللہ سے اس سے محفوظ رہوں گا)۔ متنوی شریف میں ہے:

قول پیغمبر شنو اے جان من

دور کن از خویش متن انکار و ظن

ہم امید کرتے ہیں کہ اپنی فلاح کی خاطر اس مذموم عادت سے رجوع فرما کر اہل
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مقصد حیات بنایا جائے گا۔

قرآن فرماتا ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۗ

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

من آنچه شرط طاعت است با تو می گویم
تو خواه از شخصم پند گیر و خواه طلال

اشکال، شتم

کیا بدعتی لعنتِ خداوندی کا مستحق ہوتا ہے اور اس پر لعنت کرنا کیسا ہے؟

حل

لعنت کا معنی ہے خدا تعالیٰ کا اپنی درگاہِ رحمت سے راندنا اور دور ڈال

دینا ہے

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں، جس بدعت میں ایسے شدید وعیدیں وہ بدعت فی العقائد ہے۔ پس بدعت سے مراد بدعتِ سنیہ اعتقادیہ ہو تو پھر بدعتی (بدعتِ سنیہ اعتقادیہ کا مترکب) اپنے وصف کے ساتھ نہ کہ نام کے ساتھ بلاشبہ ایسا ہی ہے لیکن یہاں بدعت کو مطلق جان کر بدعتِ حسنہ کے بانی و مترکب (مستحقِ ثواب) کو مستحقِ لعنت سمجھنا بجائے خود لعنت ہے۔ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مختصر یہ کہ لعنت کرنا ایک بُری عادت ہے اور اگر وہ شخص لعنت کا مستحق

۱۷ القرآن پ ۲۶

۱۷ اشعۃ اللمعات جلد ۱ (اردو) ص ۲۳۷ - فیوض الباری پ اول ص ۱۷۵

۱۷ فتاویٰ رشیدیہ کامل محبوب بطرز جدید ص ۱۲۸

نہ ہو تو وہ لعنت، لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے“ لہ
 حدیث شریف میں فرمایا عورتیں اکثر جہنمی ہیں کیونکہ وہ لعنت زیادہ کرتی ہیں^{۵۲}
 دوسری حدیث شریف میں فرمایا:
 لَعْنُ الصُّومِ كَقَتْلِهِ - مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کر دینے کے مترادف ہے^{۵۳}
 پس اس جگہ مطلق بدعت مراد لینا معصیت سے غالی نہیں اور لعنت
 کرنے سے اجتناب بہتر ہے؛ اس لیے کہ یہ عبادت نہیں ہے اور نہ ہی یہ علاماتِ
 سنیت سے ہے؛ یہ تو روافض کی خصوصیت ہے۔

اشکالِ نہم

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ حدیثِ پاک ہے۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ بدعت
 ہمیشہ سٹیہ ہی ہوتی ہے اور بدعتِ حسنة کا تصور باطل ہے۔ دیکھیے مفتی محمد شفیع
 کراچوی اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ
 ”اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحِ شرع میں ہر بدعتِ سٹیہ اور گمراہی ہے۔ کسی
 بدعتِ اصطلاحی کو بدعتِ حسنة نہیں کہا جاسکتا۔ (سنت و بدعت، شیخ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

حل

اچھا جی تو آپ بھی مفتی صاحب کے مغالطہ میں آگئے۔ یہاں اصطلاحی بدعت
 ان کی لفاظی ہے ورنہ وہ تو اپنی اسی کتاب میں احداث فی الدین (دین میں بدعت)
 اور احداث للدين (دین کے لیے بدعت) کی تقسیم کرنے کے بعد احداث للدين کی

۱۵ اشعة اللمعات اردو جلد ۱ ص ۲۳۷

۱۶ مشکوٰۃ کتاب الایمان (مختصراً)

۱۷ فیوض الباری شرح بخاری پ ۱ ص ۱۷۱

مانعت سے انکار کر چکے ہیں (دیکھیے سنت و بدعت ص ۱۲)۔ انہوں نے یہاں بھی فریب دیا ہے۔ ہم نے "وجوب بدعتِ حسنة" کے عنوان کے تحت پہلے ہی ان کی ایسی بیشتر تاویلات و تفسیحات کو طشت از بام کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ ہماری معروضات پر پھر سے غور فرمائیں۔ انشاء اللہ حق ضرور واضح ہو جائیگا۔

یہاں ہم علمائے حق کی تصریحات نقل کرتے ہیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ یہ مفتی صاحب جماعت سے کتنے دُورہ کر بھیر ٹریے کا شکار ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے مبحث میں شامل نہیں پھر بھی ہم اختصار سے بیان کر دیتے ہیں۔ سینے علماء نے بدعت کو مختلف مدارج میں تقسیم فرما دیا ہے۔

مولانا عبد السمیع رامپوری علیہ الرحمہ علامہ برکلی، مناوی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی سید جمال الدین محدث، علامہ ابن حجر اور علامہ ابن عابد سے نقل فرماتے ہیں کہ

بعض بدعتیں واجب ہیں اور بعض حرام اور بعض مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں اور بعض مباح یعنی ان کے کرنے میں نہ ثواب نہ عذاب بلکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تہذیب الاسماء واللغات سے نقل فرمایا: (ترجمہ) بدعت شرعی اصطلاح میں اس نئی چیز کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی۔ اس کی دو قسمیں ہیں، بدعتِ حسنة اور قبیحہ۔ (الْبِدْعَةُ بِكسْرِ الْبَاءِ فِي الشَّرْعِ هِيَ اِحْدَاثُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. وَهِيَ مُنْقَسِمَةٌ اِلَى حَسَنَةٍ اَوْ قَبِيْحَةٍ) اور شیخ عزالدین بن عبد السلام کی القواعد کے حوالہ سے بدعت کی قسمیں یوں بیان کی ہیں کہ

۵۔ اگر یہ قواعد ایجاب میں داخل ہو تو واجب ہے

- ۵۔ اگر تحریم میں ہو تو حرام ہے۔
 ۵۔ اگر نذیب میں ہو تو مندوب ہے۔
 ۵۔ اگر مکروہ میں ہو تو مکروہ ہے۔
 ۵۔ اگر اباحت میں ہو تو یہ مباح ہے لہ
- آگے بیہقی کی مناقب شافعی سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے

ہیں کہ

”بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب و سنت اور اثر و اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت ضلالت ہے اور دوسری وہ جسے کسی نیک مقصد کے لیے ایجاد کیا گیا ہو، اور کتاب و سنت اور اثر و اجماع میں سے کسی کے مخالف نہ ہو؛ ایسی بدعت غیر مذمومہ ہے (یعنی شرعاً اس میں کوئی برائی نہیں) جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان (تراویح) کے بارہ میں فرمایا نعمت البدعة هذه (کتی اچھی بدعت ہے) لہ آپ نے مفتی صاحب کی توجیہ و تاویل کا رد ملاحظہ فرمایا۔ یہ تو بزرگ آئمہ و علماء تھے۔ ممکن ہے آپ کو پھر بھی اطمینان نہ ہوا ہو، اس لیے ہم آپ کی توجہ مفتی صاحب کے ایک ادر بیان کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ دیکھیں انہوں نے یہاں کیسے ٹھوکر کھائی اور خود ہی بدعت کے کئی درجات بیان کر دیے، کہتے ہیں: البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں؛ بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں

۱۵ دیکھیے حسن المقصد فی عمل المولد، اردو ص ۳۲-۳۳۔ اور ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد دوم ص ۵۲-۵۳ میں بھی منقول ہے۔

۱۶ اسے مولانا اسماعیل دہلوی نے بھی اپنے رسالہ چہارہ مسائل میں ذکر کیا ہے۔ (مولانا اسماعیل دہلوی، تقویت الایمان ص ۱۱۴)

۱۷ حسن المقصد فی عمل المولد، ص ۳۳-۳۴۔ اردو

بعض مکروہ تحریمی، بعض اکروہ (متزیہی) یہ

اب مفتی صاحب کی ذریت سے پوچھے کیا یہ تینوں ہی گمراہی ہیں؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہو ابدیت کہلاتا ہے۔ پھر اس میں سے جو کچھ اعمول کے موافق اور قواعد سنت کے

لہ سنت و بدعت

لیکن مفتی شفیق صاحب کو تو حضرت امام شافعی اور دیگر آئمہ و فقہاء سے سخت بغض اور شدید اختلاف ہے اس لیے وہ لوگوں کو ہر گوں سے برگشتہ کرنے کے لیے بڑے طعناں سے کہتے ہیں کہ

فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کے ارشاد یا بعض ہند گوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعت حسنة کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ (سنت و بدعت ص ۱۷)

ایسی طرح ماہر القادی بھی نعمت البدعۃ سے بدعت حسنة کے استدلال کو نکتہ آفرینی کی بدترین مثال قرار دیتے ہیں: (بدعت کیا ہے ص ۶۵) استغفر اللہ! تم استغفر اللہ!

نوٹ:

پتہ نہیں آئمہ و فقہاء بلکہ ساری امت سے اختلاف کے بعد ان کے دامن میں رہ گیا ہے؟

اصل میں ان لوگوں کا ذہنی توازن کہیں قرار نہیں پکڑتا۔ دیکھیے اپنے نظریے کی خود ہی کیسے دھجیاں اڑاتے ہیں، کہتے ہیں:

ان چیزوں کو بدعت حسنة کہہ دیتے ہیں جو مزج طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں تھیں: بعد میں کسی ضرورت کی بنا پر ان کو اختیار کیا جیسے آج کل ملائک اسلامیہ اور ان میں پٹھلے جانے والے علوم و فنون۔ (سنت و بدعت ص ۲)

ان کی عبارتیں غور سے دیکھیے اور ان کی منصبی لاپرواہی کا اندازہ فرمائیے۔ کیا ایسے لوگوں سے درست راہنمائی کی امید کی جاسکتی ہے؟ درست فرمایا حضرت علامہ تقی اللہ علیہ نے

شیخ مکتب کے طسریوں سے کثرت دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو چکی کا پیراغ

مطابق ہو اور کتاب و سنت پر قیاس کیا گیا ہو بدعتِ حسنة کہلاتا ہے۔ اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے بدعتِ ضلالت کہتے ہیں اور کل بدعتہ ضلالتہ کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔^۱ یہ دیکھ لیا آپ نے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا ہے۔ اگر اشکال درست ہوتا تو ان کی تفسیر مختلف نہ ہوتی۔ آپ نے بدعت کی قسمیں بھی بتادیں اور کل بدعتِ ضلالتہ کا جس بدعت کے ساتھ تعلق ہے اس کی تفسیر بھی کر دی۔ آگے فرمایا:

”اور جو جو نئی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بدعت کہلائیں گی تاہم وہ بدعتِ ضلالتہ نہیں ہیں بلکہ بدعتِ حسنة ہوں گی؛ بدعت بھی نہیں اور حقیقت سنت میں داخل ہیں۔“^۲

اب ہے کوئی ثقافت پسند جو ایجادات صحابہ کو گمراہی کہہ سکے۔ البتہ روافض و خوارج کی جماعت میں شمولیت کا مہتمنی ایسا کہہ دے تو کون روک سکتا ہے؟ دیگر جناب من! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود بدعت کو نعمت البدیۃ (بدعت حسنة) کہا ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ پس بدعت ہمیشہ سنیہ ہی نہیں ہو کرتی کبھی حسنة بھی ہوتی ہے۔ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ بدعتِ حسنة کا تصور باطل نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

مولانا اسماعیل دہلوی کہتے ہیں: ”و در حُسن بود بعض بدعات شبہ نیست“ یعنی بعض بدعتوں کے حسنة ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔^۳

۱ اشعة اللمعات جلد ۱ (اردو) ص ۴۲۲

۲ رسالہ چہارہ مسائل بحوالہ مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان ص ۱۱۲

صاحب اشکال مفتی اعظم خود بھی کہتے ہیں :
 آیت لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایسی چیزوں
 کو بدعتِ حسنہ کہہ دیتے ہیں :

پھر کہتے ہیں: "بدعت لغت میں ہر نئے کام کو کہتے ہیں، خواہ عادت ہو یا عبادت
 جن لوگوں نے یہ معنی لیے ہیں انہوں نے بدعت کی تقسیم دو قسمیں کی ہیں اسیۃً اور حسنۃً
 اب دیکھیے ان مفتی صاحب بہادر کی دیانت داری۔ ہمیں کہا ہر بدعت گمراہی
 ہے، لیکن خود حدیثِ پاک کی مخالفت میں لغوی اور اصطلاحی کی تقسیم کے ساتھ لغوی
 بدعت کو گمراہی ماننے سے انکار کر دیا خود لغوی بدعت کو بدعت سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔
 اب پتہ نہیں انہیں یہاں حدیثِ پاک کی مخالفت کیوں نہیں نظر آتی؟
 مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں:

"جس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے۔ مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے
 مطلب سب کا واحد ہے۔"

یعنی بدعتِ حسنہ کو سنت کہہ کر اصطلاحی تفریق کے باوجود ان میں مطلب کی
 یگانگت و وحدانیت کا اقرار کر لیا گیا ہے۔ بتائیے اگر بدعتِ حسنہ کا تصور باطل ہے
 تو یہ سنت کیسے ہوگی اور اگر ہر بدعت گمراہی ہے تو یہاں کون سی بدعت کو بدعتِ حسنہ
 بلکہ سنت کہا گیا ہے۔ گویا نہ تو بدعتِ حسنہ کا تصور باطل ہے اور نہ ہی ہر بدعت گمراہی۔

اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو
 تیرے لیے ہے میرا شعلہ نواقتسدیل

اشکالِ دہم

مولوی محمد حسین صاحب نیلوی رقم طراز ہیں :

ہم نہیں کہتے کہ اس (شاہ اربل) نے کسی بُری نیت سے ایسا کیا تھا۔ ممکن ہے اس کی نیت اچھی ہو لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس فعل کی نیت اچھی ہو خود وہ فعل بھی اچھا ہو۔

کیا یہ بات واقعی درست ہے اور کیا واقعی نیت فعل پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے؟

حل

ہر کار کا راز برائے حق بود

کار او پیوستہ بار و نلق بود

رسول خدا حبیب کبریا علیہ التحیۃ و الشناہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِّمَّا نَوَىٰ مِنْهَا

اعمال صرف نیتوں سے ہیں اور انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

لیکن معلوم ہوتا ہے صاحب اشکال شیخ الحدیث صاحب کو یا تو یہ حدیث پاک یاد

نہیں یا اس پر اعتماد نہیں کیونکہ ان کے یہاں نیت قابل اعتبار نہیں یعنی نیت خیر

بے اثر ہے۔ جبکہ حدیث شریف نے عمل کے ثواب کو نیت کی اچھائی پر منحصر کر

دیا ہے لیکن یہ شیخ الحدیث صاحب "ضروری نہیں جانتے۔ بتائیے جو حدیث کے

ضروری کو غیر ضروری جانیں، وہ بھی شیخ الحدیث ہوتے ہیں؟

۱۔ محفل میلاد شریف کا آغاز — تفصیل کے لیے علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی صلیب جاناں

کا مطالعہ از حد مفید رہے گا۔

۲۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شرعی حیثیت

۳۔ بخاری شریف جلد ۱، مطبوعہ پاکستان چوک کراچی، مشکوٰۃ، مدارج النبوت العین نووی

ریاض الصالحین، ابن ماجہ شریف باب السنۃ۔

کی غرض کا نام ہے اور مخالفتِ شریعت میں رضائے الہی ہوتی ہی نہیں۔ گویا یہاں ان امور کو نیت پر منحصر کیا جا رہا ہے جن پر شریعت میں ممانعت وارد نہیں ہوئی۔
 توجیب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ "ممكن ہے شاہِ اربل کی نیت درست ہو۔ تو پھر کام کی اچھائی سے انکار کی وجہ؟ کیا حدیثِ پاک پر آپ کو واقعی اعتماد نہیں یا اشکال میں نیت کی درستگی کا اقرار محض اسی لیے ہے کہ اس پر شریعت میں حکم ممانعت نظر نہیں آیا ورنہ ضرور دلیل قائم کر دی جاتی۔ خواہ مخواہ حدیثِ پاک کی مخالفت کر دی اور اس مخالفت کے بدعتِ سیئہ ہونے میں کون شک کر سکتا ہے، تو گویا ان صاحب نے سنتِ سیئہ کا اجرا کر دیا، اس طرح اپنا اور حمایت کرنے والوں کا گناہ اپنے ذمہ لے لیا۔ ہم تو توبہ ہی کی درخواست کریں گے۔

گندہ جاعقل سے آگے کہ یہ نور
 چسراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

جناب من! وہ عمل تو مباح ہوتا ہے جس کے لیے شریعت میں ممانعت و کراہت وارد نہ ہو۔ جس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو، تو جو مباح ہو وہ حسن نیت سے باصواب ہو جائے گا اس لیے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔ حدیث "الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرٍءٍ مَا نَوَى" کے تحت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، دیکھیے فیوض الباری ص ۲۲۲
 وَهِيَ الْحَسَنَةُ عَلَى نِيَّةٍ الْخَيْرِ مُطْلَقًا وَإِنَّهُ يُثَابُ عَلَى النِّيَّةِ (عینی جلد اول)
 اس حدیث میں نیتِ خیر کی ترغیب دی گئی ہے مطلقاً اور یہ کہ آدمی کو اس کے عمل کا ثواب نیت کی وجہ سے مل جائے گا۔

۱۵ مولانا اشرف علی تھانوی 'سورہ مائدہ آیت (۳) وَمَا ذُبحَ عَلَى النَّصَبِ کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "مدارِ حرمت کا نیتِ خبیثہ پر ہے۔"

فتاویٰ عزیزی جلد اول ص ۲۱ سے غزالی زبان سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ (ترجمہ) ذبحِ کل حلت و حرمت کا دار و مدار ذابح کی نیت و قصد پر ہے (تصریح المقال ص ۲۱)

جناب مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ثانی جلد پنجم بحث قربانی سے نقل کرتے ہوئے مرقات سے موید فرماتے ہیں:

(ترجمہ) نیت خیر عادات کو عبادت بنا دیتی ہے۔ اسی طرح مرقات بحث نیت میں بھی ہے۔^{۲۱}

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر سے منقول ہے کہ

الامور بمقاصدھا۔ امور اپنے مقاصد کے تابع ہوتے ہیں لہ

مولانا محمد متین ہاشمی کہتے ہیں کہ

”اعمال پر نیت اس قدر اثر انداز ہوتی ہے کہ عمل کا حکم تک تبدیل ہو جاتا ہے“^{۲۲}

اسی طرح علامہ ناصر الدین ابن النخیر سے بھی منقول ہے کہ

”مقاصد فعل کے احکام کو تبدیل کر دیتے ہیں“^{۲۳}

اسے نقل کرنے کے بعد محقق العصر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایک دلچسپ مثال سے وضاحت فرماتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ کیجیے، کہتے ہیں مثلاً

”ایک شخص اپنے بچوں کی شادی پر چراغاں کرتا ہے۔ ہزاروں روپے خرچ کرتا ہے۔ دوسرا شخص جشن عید میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چراغاں کرتا ہے۔ ہزاروں روپے خرچ کرتا ہے۔ دونوں نے چراغاں کیا، دونوں نے ہزاروں روپے خرچ کیے۔ مگر ایک کا مقصود نمود و نمائش کے سوا کچھ نہیں، اور دوسرے کا مقصد تعظیم و تکریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پہلے کی نیت مردود، مقصد ناپسندیدہ اور دوسرے کی نیت مقبول اور مقصد پسندیدہ۔ اسی لیے متحدہ عرب امارات کی عدالت شرعیہ کے چیف جسٹس شیخ احمد عبدالعزیز المبارک نے محفل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار خیال کرتے

۲۱ جا الحق۔ اول ص ۲۱

۲۲ روشنی جلد دوم ص ۲۴۱۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

۲۳ اسلامی عقائد ص ۲۴۴، جانِ جاناں ص ۱۳۷

ہوئے فرمایا :

"بدعت کا مدار اس کے ہونے والے اچھے اور بُرے امور پر منحصر ہے اگر وہ اچھے ہیں تو وہ پسندیدہ ہیں اور اگر بُرے ہیں تو قابلِ مذمت۔ (انوارِ قطبِ مدینہ مطبوعہ لاہور ص ۱۲۶)"

امام محمد بن یوسف الصالحی شامی امام جزیری سے نقل فرماتے ہیں کہ "میلاد شریف کا متنا بدعتِ حسدہ ہے اور بدعتِ صرف اس وقت مکروہ ہوتی ہے جب وہ سنت کے مخالف ہوں اور جب کسی کام میں سنت کی خلاف ورزی نہ ہو وہ مکروہ نہیں، اور میلاد شریف کے دن ظہارِ شادمانی و مسرت پر حسبِ نیت انسان کو ثواب مل جاتا ہے" شارحِ بخاری صاحبِ فیوضِ الباری دینِ مصطفیٰ میں فرماتے ہیں :

"اس حدیث میں اعمال سے کوئی خاص عمل مراد نہیں ہے لہذا اس میں وہ عمل بھی داخل ہے جس کے متعلق شریعت میں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نہ اس سے منع کیا گیا ہے یعنی مباح تو اس اصول کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر وہ کام جو مباح ہو اور جس کے کرنے پر ثواب بھی مقرر نہ ہو، اگر اسی کام کو آدمی نیتِ خیر کے ساتھ کرے تو وہ عبادت ہو جائے گا اور اس پر ثواب ملے گا" ۳

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "اصل فعل کو دیکھا جائے گا، اگر قواعدِ شرع مانعت بتائیں تو ممنوع ہوگا ورنہ اباحتِ اصل پر رہے گا اور بہ نیتِ حسن، حسن و مستحسن ہو جائے گا" ۴

بہر حال ہماری درخواست یہی ہے کہ لوگوں کو نیکی کے کاموں کی ترغیب دی جائے اور قرآنِ پاک کے فرمانِ عالیشان وَتَكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۵ اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھجیا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے ۶ کے مطابق

۱۔ جانِ جاناں ص ۱۳۸-۱۳۷، امام غزالی فرماتے ہیں "مباح پر ثواب صرف اسی صورت میں ملے گا جبکہ نیت بھی اچھی ہوگی" (کیا نئے سعادت اردو ص ۹۹ مسلم پریس لاہور) ۲۔ منہاج القرآن ستمبر ۹ ص ۲۳ بحوالہ سبل الہدیٰ دارالرشاد۔ ۳۔ دینِ مصطفیٰ ص ۳۸۱-۳۸۰ ۴۔ انگوٹھے چومنے ص ۱۱۴ (میر العین فی تعقیب الایمان) ۵۔ کنز الایمان ۶۔ یس (۱۲)

ایسا نیک اور اچھا کام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے الفاظ میں نیک رسم بطور صدقہ جاریہ چھوڑنی چاہیے جو ہمارے بعد ہمیں مفید ہو، نہ یہ کہ نیکی سے روک کر بری رسم قائم کر دیں جو باعث خسارہ ہو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اسی آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھج چکے اور بعض اعمال کے اچھے برے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑے مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھایا یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی، نیک یا بد سب اس میں داخل ہیں۔

دیگر مفتی کا فتویٰ تو ہمیشہ کتاب و سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ لہذا جس نے قرآن و حدیث سے مختلف فتویٰ دیا، مغتری تو ہو سکتا ہے، مفتی ہرگز نہیں، اس لیے من گھڑت فتاویٰ کے اجراء سے احتیاط بہت ضروری ہے۔

۵
اند کے پیش تو گفتم، غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزدہ شوی ورنہ سخن بیامت

ایک بے جان شبہ

اس وقت جو کام اہل سنت و جماعت کرتے ہیں حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا صدور اس خاص ہیئت میں منقول نہیں لہذا بدعاتِ ستیرہ اور حرام ہیں مثلاً محفل میلاد، جلوس میلاد، ایصالِ ثواب کی رسم، عرس اور قبل اذان صلوٰۃ و سلام وغیرہ۔

ابطالِ شبہ

پچھلے صفحات میں ہم نے اگرچہ اسی شبہ کا مد قدرے تفصیلاً پیش کر دیا ہے، پھر بھی

۱۴۷
لہ یا کوئی رسم ڈالی نیک سے ثابت ہو کہ نئی جاسی کی گئی رسم نیک بھی ہو سکتی ہے اور کسی ایسی نیک رسم کا جولوہ بھی جائز ہے۔

شکوہ و شبہات کے مزید ازالہ کے لیے ذیل میں حرمت، حلت اور اباحت سے متعلق چند قواعد و ضوابط پیش کیے دیتے ہیں تاکہ بے علمی میں فتاویٰ جاری کرنے والے حضرات کا جنون قرار پکڑے۔ وہ غیر شرعی فتویٰ کے اجرا سے اجتناب کریں۔ افتاء کی اہمیت کو سمجھیں اور اپنے مناصبِ جلیلہ و رفیعہ کی خود حفاظت کیے کریں۔

ملاحظہ فرمائیے قرآنِ پاک :

پہلی آیت

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتَكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ
لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ط إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا
يُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ اعلیٰ حضرت

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں؛ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ گم

ترجمہ اشرف علی تھانوی

اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ گے۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے

تفسیری حواشی

مولانا شبیر احمد عثمانی رقمطراز ہیں:

۱۰ فَافْتَرُوا بغير علم فصلوا واضلوا (الحديث)

۱۱ وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ (فصل ۱۸-۲۲) اور جو ستمرا ہو تو اپنے ہی جملے کو ستمرا ہو۔

۱۲ مطبوعہ تاج کمپنی

۱۳ کنز الایمان

۱۴ النحل ۱۱۳-۱۱۴

یعنی بدون کسی مستند شرعی کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام، بڑی سخت جہارت اور کذب و افترا ہے لہ

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: ننانہ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال بعض کو حرام کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا کرتے تھے اس کی مانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ پر افترا فرمایا گیا۔ آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بتا دیتے ہیں، جیسے میلاد شریف کی شیرینی، گیارہویں، فاتحہ، عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی، انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہیے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے لہ

دوسری آیت

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ
مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَالْغَىٰ

اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو گئی

تفسیر تفسیر حواشی

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور ثبوتِ حرمت کے لیے حکمِ حرمت درکار ہے اور جس چیز پر شریعت میں حرمت کا حکم نہ ہو وہ مباح ہے جیسے

۱۔ تفسیر شبیر احمد عثمانی مطبوعہ تاج کینی ۲۔ خزائن العرفان (تفسیر صدر الافاضل) مطبوعہ تاج کینی۔

۳۔ ترجمہ کنز الایمان

۴۔ الانعام (۱۱۹)

۵۔ تفسیر خزائن العرفان

مولانا شبیر احمد عثمانی رقم طراز ہیں:
 یعنی اضطراب اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل
 کی جا چکی۔ ان میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، پھر اس
 کے نہ کھانے کی وجہ سے

تفسیر بیان السبحان میں ہے:

آخر شبہ کی گنجائش بھی کیا ہے جب خدا تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے،
 کہ فلاں فلاں چیزوں کو بغیر کسی اضطرابی حالت کے نہ کھاؤ تو اب ان کے علاوہ اور
 چیزوں کو نہ کھانے کا سبب ہے۔

مخالفین کی معتبر کتاب ہدایتہ المستفیذ میں ہے: "حضرت ابو ذر غفاری رضی
 اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
 اس حال میں چھوڑا کہ دین کی ایک ایک تفصیل ہمیں بتادی۔" (طبرانی)

ہماری عرض

جن امور کو شبہ میں بدعاتِ سیئہ اور حرام کہا گیا ہے کیا ان کی حرمت کے تفصیلی
 ذکر پر کوئی واضح نص پیش کی جاسکتی ہے؟ کیونکہ حرام چیزوں کا تو مفصل ذکر ہو چکا۔ اگر
 کوئی واضح دلیل نہیں تو بتائیے پھر کیا یہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان نہیں ہے!
 توبہ کرو توبہ! اور ڈرو اس آگ سے جو فلاح نہ پانے والوں کے لیے تیار پڑی ہے۔

تیسری آیت

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ بَلْ

۱۰ تفسیر بیان السبحان مطبوعہ دیوبند

۱۱ تفسیر شبیر احمد عثمانی

۱۲ ہدایۃ المستفیذ اول ص ۸۰ (ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید) ۱۳ المائدہ (۴)

اُسے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا، تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں یہ

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حرمت پر دلیل نہ ہونا بھی اس کی حلت کے لیے کافی ہے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی کہتے ہیں: پچھلی آیات میں بہت سی حرام چیزوں کی فہرٹ دی گئی، تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال چیزیں کیا کیا ہیں؟ اس کا جواب دے دیا کہ حلال کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں کوئی دینی یا دینی نقصان تھا، دنیا کی تمام سھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہی ہیں (الخ) لکھے

چوتھی آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءٍ إِن يُبَدِّلَكُم مَّا تَسْأَلُونَ
وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنزَلُ الْقُرْآنُ يُبَدِّلَكُم مَّا تَسْأَلُونَ عَنِهَا
وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ - (المائدہ-۱۰۱)

اُسے وہ لوگو جو ایمان لائے، نہ پوچھو تم ان چیزوں کے متعلق اگر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں برسی لگیں اور اگر نہیں اس وقت پوچھو گے کہ تمہیں اتنا رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی واسطے تمہارے اور اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلیم والا ہے لکھے

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے یہی آیت کریمہ نقل کرنے کے بعد فرمایا: "صاف ارشاد ہے کہ شریعت نے جس بات کا ذکر نہ فرمایا وہ معافی میں ہیں جب تک کلام مجید اتر رہا تھا، احتمال تھا کہ معافی پر شا کرنے ہو کر کوئی پوچھتا۔ اس کے سوال کی شامت

۱۰ کنسٹر ایمان

۱۱ خزائن احسرفان

۱۲ کنسٹر ایمان

۱۳ تفسیر شبیر احمد عثمانی

سے منع فرمادی جاتی۔ اب کہ قرآن کریم اتر چکا، دین کامل ہو گیا، اب کوئی حکم کرنے کو نہ رہا
جنتی باتوں کا شریعت نے نہ حکم دیا نہ منع کیا، انکی معافی ہو چکی جس میں اب تبدیلی نہ ہوگی لہ
حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ
”اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس امر کی شرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح ہے۔“
شیر احمد عثمانی کہتے ہیں:

”یا تو مراد یہ ہے کہ ان اشیاء سے درگزر کی یعنی خدا نے ان کے متعلق کوئی حکم نہ دیا تو
انسان ان کے بارے میں آزاد ہے، خدا ایسی چیزوں پر گرفت نہ کرے گا۔ چنانچہ اسی سے
بعض علمائے اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے“ لہ
ابوبکر جابر الجعفی اور مشتاق علی ندوی ایسے امور کو مستحب کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:
”اگر وہ کام ایسا ہے جس کے کرنے اور اس پر پابندی کا حکم دیا ہے، تو یہ واجبات
ہیں جن کا چھوڑنا مسلمان کے لیے جائز نہیں اس کے علاوہ مستحبات ہیں جن کے کرنے
والے کو ثواب اور چھوڑنے والے پر کوئی عتاب نہیں“ لہ
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ العزیز اسی آیت مبارکہ کے فوائد میں فرماتے
ہیں کہ: ”اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جو چیز حرام نہ کی گئی وہ مباح ہے“ لہ

پانچویں آیت

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (الحشر، ۲۸)
”اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم
کو روک دیں اور (بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جائیا کرو، اور اللہ
سے ڈرو“ لہ

۲۸ خزائن العرفان

۱۷ فتاویٰ افریقہ ص ۱۰۰-۹۹ بحوالہ ارشادات اعلیٰ حضرت ص ۱۰۳-۱۰۲ مطبوعہ کلکتہ

۲۹ تفسیر نعیمی

۳۰ تفسیر شریعت عثمانی ۳۷ محفل میلاد ص ۹ مطبوعہ جہاد ترجمہ مشتاق علی ندوی

۳۱ ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایمان کی حقیقت بس اس میں ہے جب شارع علیہ السلام کے مسن لو تو اسے قبول کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو۔ لیکن اگر تم نے اپنی عقل کو ایمان پر مقدم جانا تو تمہارا ایمان عقل پر تو کامل ہو سکتا ہے شارع علیہ السلام پر نہیں۔ ۱۵

لہذا قرآن پاک کے حکم کے مطابق یہاں بھی ہم احادیث پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں

حدیث اول

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تَضَيَعُونَهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُونَهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُونَهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نَسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا. ۱۶

یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں پس انہیں ضائع نہ کرو۔ اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور بعض چیزیں حرام قرار دیں پس تم ان کی حرمت کو نہ توڑو۔ اور بعض چیزوں کے بارے میں خاموشی فرمائی، تم پر رحم کرتے ہوئے بھول سے نہیں، پس ان میں بحث نہ کرو۔

حدیث دوم

وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَى عَنْهُ ۱۷

اور جس سے خاموشی رہا تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دے دی۔

شرح بخاری صاحب فیوض الباری علامہ سید محمود احمد رحوی اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر فقہائے کرام سے نقل فرماتے ہیں کہ: ”یہ حدیث دلیل

ہے اس امر میں کہ اصل اشیا میں اباحت ہے۔ (اشعۃ اللمعات - ج ۳، ص ۵۴)۔
 تمام حنفیوں اور شافعیوں کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے۔
 اجوی ص ۸۷؛ در مختار - ج ۱، ص ۴۴؛ ردالمختار ص ۸۷؛ میزان الشریعہ لکھنؤ ج ۱، ص ۶۸
 ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ کسی فعل کو جائز و مباح قرار دینے کے لیے دلیل کی
 ضرورت نہیں ہے

حدیث سوم

وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ ۚ اَوْ حِينَ سَمِعْتِ خَامُوشِي فَرَمَائِي وَهُوَ مُعَافٍ بِسِ
 مِرَاةٍ تَشْرِيحُ مَشْكُوٰةٍ فِيْهَا هِيَ: "اِسْ حَدِيْثٌ سَمِعْتُ مِنْ مَعْلُوْمٍ هُوَ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ اِسْمِ
 اِبَاحَتٍ هِيَ كَمَا فِي سَكُوْتٍ يَعْنِي خَامُوشِي هِيَ وَهُوَ مُبَاحٌ هِيَ اِسْلَامٌ كَالْكَلِيَّةِ قَانُوْنٌ هِيَ،
 جِسْمٌ سَلَاكُهُمْ فِيْ شَيْءٍ كَمَا فِي مَعْلُوْمٍ هُوَ سَكُوْتٌ هِيَ - اَمَّا، مَا لَمْ يَكُنْ فِيْ اِسْمِ اِبَاحَتٍ هِيَ، اِسْمٌ
 كَمَا فِي شَرِيْعَتِ فِيْ اِنِّ كِي مَانَعَتٍ نَبِيْسٌ اَتَى ۚ
 مولانا عبد السمیع رامپوری کہتے ہیں "پس معلوم ہوا کہ جس چیز میں التذکرہ رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کی طرف سے سکوت ہوا اس کو مباح جانا چاہیے نہ کہ بدعت و مکروہ و حرام" ۴

حدیث چہارم

وَسَكَتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبَحُّثُ عَنْهَا ۚ
 اور بغیر بھولے کچھ چیزوں کے بیان سے خاموشی اختیار کی ان سے بحث نہ کرو۔

۴ مشکوٰۃ باب ما یحل اكله وما یحرم

۱۰۰، ۹۹ اسلامی تقریبات ص

۳۵ مرآة جلد ۵، ص ۶۸۱ - مولانا عبدالرحمن جامعہ اشرفیہ لاہور - جنگ (راولپنڈی) جموں گزین، ۱۷ تا ۲۴ جولائی
 ۱۹۸۷ء جواباً کہتے ہیں: سوال: اپنے نام کے آگے اپنا تخلص قیصر رکھا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کوئی اور
 تخلص تجویز فرما کر ممنون فرمائیں۔ جواب: جائز ہے۔ کیونکہ ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

۴۵ انوار ساطعہ ص ۳۶ مشکوٰۃ باب الاعتصام

اشعة اللغات میں مرقوم ہے کہ بھول اور نسیان سے وہ ذات پاک اور منزہ ہے۔ اس نے تو تم پر رحمت کرنے اور تمہارے لیے کاروبار میں آسانی کے لیے ایسا کیا ہے تو ان کے بارے میں کاوش اور کھود کر پید نہ کرو۔

مرآة شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ "یعنی بعض چیزوں کی حلت و حرمت صراحتاً قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں، ان کی بحث میں نہ پڑو، وہ مباح ہیں۔" یہ

خونسرانی، ہماری پیش کردہ احادیث مبارکہ معانی و مفاہیم کے اعتبار سے چنداں مختلف نہیں؛ اور سبھی اباحت کے اصل ہونے پر وال ہیں۔ خصوصاً حدیث اول کے جملہ رحمتہ لکم سے خوب واضح ہوتا ہے کہ جس چیز کے بارے میں حلت و حرمت سے متعلق کوئی حکم مذکور نہ ہو وہ جائز اور مباح ہے؛ ورنہ اس کے حکم سے خاموشی کو رحمت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ غیر مقلدین کے چوٹی کے رہنما مولانا شمس الدین امرتسری سے کسی نے دریافت کیا کہ:

"لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیر وانی نہیں پہنتے تھے اور پیپ جوتا نہیں پہنتے تھے، اور در کوٹ نہیں پہنتے تھے اور بندوق نہیں چلاتے تھے اور پان نہیں کھاتے تھے اور آج کل یہ سب چیزیں استعمال کی جاتی ہیں اس لیے یہ سب بدعت ہیں لہذا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ تو مولانا صاحب نے فرمایا:

"حدیث میں آیا ہے: ذُرُوْنِي مَا تَرَكَتُكُمْ۔ یعنی جب تک میں تمہیں کسی چیز سے منع نہ کروں تم اس کو منع مت سمجھا کرو؛ بلکہ جائز سمجھو۔" شبانہ مذکورہ اس حدیث کے تحت جائز ہیں کیونکہ ان کے بارے میں مانعت نہیں آئی۔" یہ

ڈاکٹر محمد سعید احمد فرماتے ہیں:

"معلوم ہوا جس کو اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف لفظوں

۱۵ اشعة اللغات اول۔ ۲۸۱۔ ۱۶ مرآة اول۔ ۸۵

۱۷ اخبار المحدثات۔ امرتسری۔ ۱۰ شوال ۱۳۴۳ھ۔ بحوالہ داعلہ جمعہ سوم۔ ص ۲۱۲

میں حلال فرمایا وہ حلال ہو گیا۔ اور جس کو حرام فرمایا، حرام ہو گیا۔ اور جن امور کے بارے میں کچھ نہ فرمایا گیا وہ مباح ہیں۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔^۱

بتائیے

جو رب تعالیٰ کی معافی کی مخالفت کرے اور رب تعالیٰ کی معاف کی ہوئی چیزوں میں خواہ مخواہ پابندی لگائے، کیا وہ مفتی و شریعت ہوتا ہے یا خوف خدا سے بے نیاز بندہ خواہشات؟ اللہ تعالیٰ کی معافی کو معافی نہ سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی سہولت میں اپنی طرف سے پابندی یا حکم مانوت لگانا اطاعت خداوندی سے بغاوت اور بجائے افتاء افترا ہے۔ اور یہ جسارت اس معاف کرنے والے کو بالکل پسند نہیں کہ کوئی دوسرا اس کی مخلوق کو مشکل میں ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف روانہ کیا تو آپ نے ان سے فرمایا، آسانیاں پیدا کرنا، دشواریاں پیدا نہ کرنا۔ لوگوں کو خوشخبری دینا، انہیں متنفر نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی رعایت کرنا اختلاف نہ کرنا۔^۲

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مختلف فتنوں سے خبردار کیا۔^۳ ان میں سے بہت سے فتنوں کی تفصیلی صورتیں بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب موصوف فتنہ کی ایک صورت یوں نقل کرتے ہیں:

۱۔ جانِ جاناں ص ۱۳
۲۔ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۲۴ بحوالہ حجتہ اللہ البالغة

۳۔ ازالۃ الخفاء۔ اردو۔ اول ص ۳۵

عبادات میں تشدد اور سختی اختیار کرنا اور رخصتِ شرعی کے ساتھ راضی نہ ہونا۔
 مصافح میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک دین سرتاپا آسانی ہے۔
 گویا شاہ صاحب کی اس منقولہ تصریح کے مطابق رخصتِ شرعی (معافی) کے ساتھ راضی نہ
 ہونا دین میں فتنہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور فتنہ کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ:
 اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنْ الْقَتْلِ۔ فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

جناب عامر عثمانی فاضلِ دیوبند بدعت کی کسوٹی کے زیرِ عنوان رقمطراز ہیں:
 (آزادی اور سہولت کا حق) جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیا ہے اس
 حق (رعایت) کو سلب کرنے کا کسی کو کیا حق (اختیار) ہے۔
 امید ہے اب قارئین کرام کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں رہی ہوگی کہ خدا و
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر کون کاربند ہے؟ اللہ تعالیٰ کی دی گئی معافی
 سے فائدہ اٹھانے والے یا اس کے مخالفین؟

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار (صلی اللہ علیہ وسلم) ۵

قرآن پاک نے تو یوں فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْغُوا أَعْمَالَكُمْ
 اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔
 دیکھ لیجئے ایسے باغیوں کے اعمال کی حالت جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی
 کو معافی نہ سمجھ کر اطاعت سے بغاوت کر رہے ہیں۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت اپنی
 طرف سے کبھی ممانعت قائم نہیں کرتے۔ اور ایسے معاف کیے ہوئے امور کو مباح جانتے ہیں
 ہمارا مدعا اگرچہ خوب واضح ہو چکا ہے اور کتاب و سنت نے اسے خوب نکھار بھی دیا
 ہے۔ پھر بھی ہم چند شاہیر علمائے کرام کی تصریحات پیش کر دیتے ہیں تاکہ اسے سمجھنے اور فیصلہ کرنے

۱۔ ازالۃ الخفا۔ اردو۔ اول۔ ص ۳۲

۲۔ بدعت کیا ہے۔ ص ۲۳۸، ادارہ اسلامیات۔ لاہور

۳۔ پ ۲۶۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ص ۳۳

میں مزید آسانی ہو۔ دیکھیے:

۱. اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

حضور سیدنا غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جس کام کا شرع میں کوئی حکم نہیں ہے باس معنی کہ نہ وہ سخت منع ہے نہ حکم و جوب میں، بلکہ وہ مہمل ہے، اس میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے، خواہ وہ تصرف کرے یا نہ کرنے بس اسی کا نام مباح ہے“۔ لہ

علامہ مولانا عبدالسمیع رامپوری فرماتے ہیں:

”جس چیز میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سکوت ہو اس کو مباح جانا چاہیے نہ کہ بدعت و مکروہ و حرام“۔ لہ

حضرت سید محمود احمد رضوی نقل فرماتے ہیں:

”اباحت کا مطلب ہے جائز ہونا کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو جو کچھ اس میں مروی ہے اس کا جائز ہونا ثابت رہے گا اور جائز کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیزیں فرض واجب یا حرام یا مکروہ تحریمیہ ہرگز ہرگز نہیں قرار پائیں گی کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اور اباحت کو حرمت میں بدلنے کا حق صرف اور صرف شارع علیہ السلام کو ہے“۔ لہ

”جو اذکے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا، کسی چیز کی مانعت قرآن و حدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم و شارع بنا چاہتا ہے شریعت مطہرہ میں طہارت و حلت اصل میں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں“۔ لہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں:

”اصل فعل کو دیکھا جائے گا۔ اگر قواعد شرع مانعت بتائیں تو ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت

۳۶ الوریٰ مطبوعہ ص ۳۶

۳۷ فتوح الغیب، عربی، اردو، ص ۳۷

۳۸ فیوض باری، ص ۳۸

۳۹ فیوض باری، ص ۳۹

اصلیہ پر رہے گا۔ اور بنیت حسن، حسن و مستحسن ہو جائے گا۔^{۱۱}
تفسیر نعیمی میں ہے: "اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جو چیز حرام نہ کی گئی وہ مباح ہے"
قاری طیب سابق ہتھم دیوبند لکھتے ہیں:

تہت سے مباحاتِ اصلیہ جو صحابہ کرام کے زمانہ میں زیر عمل نہیں آئے مگر اباحتِ اصلیہ
کے تحت جائز ہیں۔^{۱۲}

اشعۃ اللمعات سے منقول ہے: "اصل در اشیاء اباحت است یعنی چیزوں میں مباح ہونا اصل ہے"
حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری سے یوں منقول ہے:

"یقینی بات یہ ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے (ان الاصل فی کل مسئلہ هو
الصحة) اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے
اس پر دلیل قائم کی جائے۔"^{۱۳}

مولانا مودودی کی سن لیجیے، وہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ:
"قدیم نظریہ یہ تھا کہ سب کچھ حرام ہے بجز اس کے جسے حلال ٹھہرایا جائے۔ قرآن نے
اس کے برعکس یہ اصول مقرر کیا کہ سب کچھ حلال ہے بجز اس کے جس کی حرمت کی تصریح
کر دی جائے۔"^{۱۴}

۲۔ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عدم النقل لا یدل علی عدم الوقوع ثم لو سلم لا یلزم منه عدم الجواز۔^{۱۵}
عدم نقل عدم وقوع پر دل نہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے تو اس سے عدم جواز لازم نہیں آتا۔

۱۔ انکوٹھے چوٹی ص ۱۱۶ ۱۲ تفسیر نعیمی ماڈو (۱۰۱) کے تحت ۱۳ کلمہ طیبہ ص ۱۱

۲۔ اقامۃ القیامہ ص ۵ تفسیر نعیمی پ ۱۴۵ بحوالہ تفسیر احمدی ۱۵ اقامۃ القیامہ ص ۲۹

۳۔ تفسیر مودودی جلد اول ص ۳۳۵ ۱۶ فتح الباری شرح صحیح بخاری جز ثالث ص ۳۸۲

فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۱ علامہ ابن اہمام بحوالہ اللمعات الاصلیہ المتمازہ،^{۱۷} از مفتی محمد ہدایت الحق حنفی

مواہب لدنیہ سے منقول ہے :

الْفِعْلُ يَدُلُّ عَلَى الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَا يَدُلُّ عَلَى الْمَنْعِ - کرنا جواز پر دلالت کرتا ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں ہے۔

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (مخالفین کی کتب احادیث میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارت کی روایت کا نہ ہونا عدم بشارت پر دلالت نہیں کرتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ پہلے شیعوں کا اعتراض نقل کرتے ہیں: "شیعوں کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے امور کا متولی بنایا اور پوری امت کا ان کو خلیفہ (امیر) بنا دیا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ صرف ایک سال کے لیے صدقات کی وصولی پر مامور ہوئے اور پیغمبر علیہ السلام کے معزول کردہ کو پھر بحال کرنا اور خدمت سپرد کرنا، پیغمبر علیہ السلام کی کھلم کھلا مخالفت ہے۔ اور پھر اس اعتراض کے رد میں اپنے تیسرے جواب میں فرماتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت تو اس وقت لازم آتی کہ آپ اس کی مخالفت فرمادیتے اور پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو برسر کار کرتے اور معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے مخالفت لازم ہی نہیں آتی۔

یہاں تو صورت یہ ہے کہ ایک کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد نہیں فرمایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ ان کے سپرد کر دیا۔" لہذا

یہی شاہ عبدالعزیز آگے فرماتے ہیں:

"تیسرے یہ کہ خلیفہ نہ بنانا ایک الگ بات ہے۔ اور اس سے منع کرنا الگ بات۔

۱۷ اقامۃ القیامۃ ص ۴۹ بحوالہ مواہب لدنیہ ۱۸ مکتوبات حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب ۳۱

۱۹ تحفہ اشاعتیہ - اردو - ص ۵۲۶ دارالاشاعت کراچی

مخالفت اُس وقت ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بنانے سے منع فرمادیتے اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ اس کے باوجود خلیفہ مقرر فرماتے۔

یہ صورت مخالفت کی نہیں ہے کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا وہ کام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کر لیا۔

علامہ ابن الہمام کی فتح القدر جلد اول ص ۳۸۲ سے منقول ہے :

الرحمہ ان کسی شے سے سکوت اس کے ترک کا تقاضا نہیں کرتا ۲۷
فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب الأشباہ والنظائر سے منقول ہے :

الأصل العدم نہ ہونا بھی اصل ہے
الأصل الوجود ہونا بھی اصل ہے۔ ۳

غزالیؒ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں :

عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں اس لیے محض منقول نہ ہونے سے اس کا عدم ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں :

”کسی چیز کا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم عہدِ خلافت راشدہ اور عہدِ تابعین و تبع تابعین میں ہونا اس کی فضیلت کی دلیل ہے اور نہ ہونا اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہے۔“
مولانا اسماعیل دہلوی رقم طراز ہیں :

”انکہ عدم قول فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ دلیل عدم جواز نہ می شود، چہ برائے محکم سلبی دلیل می باید۔ عدم علم برائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول اور فعل کا نہ ہونا کسی قول اور فعل کیلئے عدم جواز کی دلیل نہیں سلبی محکم کیلئے دلیل

۱۷ تحفہ اثنا عشریہ - اردو - ۵۲۸

۲۷ لمعنا الاملیۃ المتنازہ فی استجاب الالادیہ خلف الجنازہ ص ۲۲

۳۷ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۳۴

۳۷ عجائب الفقہ ص ۴۹-۵۰

۵۷ جانِ جاناں ص ۱۳۰

اں کفایت نہ ملے کند۔
کی ضرورت ہے۔ علم کا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کہتے ہیں:

”عدم جواز کے واسطے یہ دلیل نہیں ہے کہ کسی نے قرونِ خیر میں اس کو نہیں کیا۔ اور

”جواز و عدم جواز میں جواز کی طرف جانا چاہیے“

جناب قاری محمد طیب سابق ہتھم دارالعلوم دیوبند کی سنیے، وہ بھی کہتے ہیں:

”مذکورہ ہونے کے معنی مطلقاً عدم ذکر یا عدم جواز کے نہیں۔ عدم ذکر، عدم شیء کو

مستلزم نہیں۔ عدم ذکر کے معنی دنیا میں کہیں بھی نفی اور ممانعت کے نہیں ہوتے۔“ گویا

کسی نقل کا نہ ملنا سنت ہونے کی نفی تو کر سکتا ہے وقوع و جواز کی نہیں۔

۳۔ فتویٰ عدم جواز کیلئے نص صریح درکار ہے اور یہی مفتی عدم جواز کی ذمہ داری کے

صاحب فیوض الباری نقل کرتے ہیں کہ:

جب کوئی کسی کو کسی شے سے منع و انکار کرے اور اسے حرام و مکروہ یا ناجائز کہے، تو جان

لو کہ بارہ ثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کر دے، اس کا دعویٰ

اس پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل بکدرش کہ اس کے لیے تک باطل موجود۔

یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ و تصریحات جلیلیہ حنفیہ شافعیہ وغیر ہم عامہ علماء و ائمہ سے

ثابت ہے۔ یہاں تک کسی عالم کا اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

میاں نذیر حسین دہلوی کا ایک قول ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

”اور مدبوش بے عقل خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور

ناجائز کہنا اور بات۔ یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا و رسول نے ناجائز کہاں کہا ہے؟“

فیوض الباری میں ہے: ”جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بارہ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔

آپ اپنے دعویٰ کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے اٹا ثبوت مانگتا پھرے،

۱۔ مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان ص ۱۰۸، ۱۱۵ بحوالہ چہارہ مسائل: ۵۲ تاوی رشیدیہ ص ۲۳، ۲۴، ۲۵

۲۔ کل طیبہ ص ۹، ص ۵، ص ۸۳، ۵۲ فیوض الباری ص ۲۱۹، ۳، ۵۵ اقامۃ القیامۃ ص ۲۹

وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے یا مکار پر فتون بہ

۴۔ معنی در شریعت کیلئے احتیاط کس قول میں ہے؟

مقتدائے اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امام عبدالغنی نابلسی

رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہیں:

یعنی یہ کچھ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا پر افسرہ کر دو کہ حرمت و کراہت کے لیے تو دلیل و مدار ہے، بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مان لی جائے کہ اصل وہی ہے: ۵

حضرت حاجی لاد اللہ صاحب مہاجر کی فرماتے ہیں:

”عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا بھی مذموم ہے“

ستینا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ دفتر اول بہتوب نمبر ۱۶۳ میں فرماتے ہیں:

”بمعنا میں حق سبحانہ کی رضا ہے اور حرام اشیاء میں خدا تعالیٰ کی رضا نہیں۔“

اب جس میں حق تعالیٰ کی رضا ہے، اسے حرام اور ممنوع کہنا درست نہ رہا۔

پس اس بے احتیاطی سے احتیاط ضروری ہو گئی۔

توضیح

مندرجہ بالا تصریحات نے اگرچہ اس شبہ کو بے جان اور لغو ثابت کر دیا ہے

پھر بھی ہم صحیح بخاری شریف سے ایک عظیم الشان اور ناقابل تردید واقعہ مختصراً بیان

کر دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ کوئی فقہ کہانی نہیں ہے بلکہ امر واقع ہے جس سے انکار ممکن

نہیں اور محض بخاری شریف پر اعتماد کا اعلان کرنے والوں کے لیے بہت بڑا ثبوت۔

تو ملاحظہ کیجیے:

جنگ یمامہ میں جنت زیادہ حفاظ و قر اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے اور
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن
کا مشورہ دیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا:

كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا تَرِيْفَعْلُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تم وہ کام کیونکر کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

تو جناب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مگر خدا کی قسم کام تو خیر ہے، اگرچہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ "هَذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ يَمْرُجُ بَحْتِ
کے بعد جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رجوع فرمایا۔ بعد ازاں سیدنا صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کے لیے فرمایا، تو
انہوں نے بھی ایسا ہی استفسار کیا یعنی "كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا تَرِيْفَعْلُهُ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس پر حضرت والا گوہر جناب سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی فرمایا: "هُوَ وَاللّٰهُ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ" یعنی خدا کی قسم
کام تو بھلائی کا ہے پھر یہاں بحث ہوئی حتیٰ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی
اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

اب غور فرمائیں جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کام حضور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو اس پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا، اگرچہ نہیں کیا
مگر خدا کی قسم کام اچھا ہے۔ اور ایسا ہی حضرت زید سے صداقت کے تاجدار خلیفہ اول

۱۔ جناب سعید احمد اکبر آبادی پر دفسیر مسلم یونیورسٹی انڈیا کہتے ہیں: یعنی کہیں اس طرح یہ کام بدعت اور
اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تجاوز تو نہیں ہو جائے گا۔ پس یہ خیال تھا جس کے باعث حضرت ابو بکر کو تامل ہوا۔ لیکن بعد
میں حضرت عمر کے بار بار کہنے سے آپ کو اطمینان ہو گیا۔ (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۳۷۸۔ مکتبہ رشیدیہ کراچی)
۲۔ بخاری شریف باب جمع القرآن، کتاب التفسیر، میں بھی قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور
مشکوٰۃ میں بھی ہے۔ مخالفین کے مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی معارف القرآن جلد اول ص ۳۸ میں نقل فرمائی ہے اور
حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے نقل فرمایا ہے۔ دیکھیے: الاتقان فی علوم القرآن اردو۔ ادارہ اسلامیات
لاہور

جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہی نہیں بلکہ جمع قرآن عمل میں آج بھی گیا۔
 لیجئے اب تو یقیناً اس شبہ کا بطلان ظاہر ہو گیا۔ لفظ خیر کا استعمال ایک ہی
 دفعہ کافی تھا: دو دفعہ وار ہوا بلکہ واللہ۔ خدا کی قسم کا خوبصورت اضافہ بھی۔ لہذا
 عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو گیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا
 اسے اچھا کہا بھی اور کیا بھی۔ سنیوں کے لیے یہ ایک مستند دلیل ہے جو شخص صحابہ کرام
 رضوان اللہ علیہم کے قول و فعل کو قابل اتباع نہیں جانتا وہ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي
 کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي کا مصداق بننے کے لیے اس
 شبہ کو غلط کہنا ہو گا۔

دیگر خب یہ شبہ پیش کیا جائے تو اس شبہ کا صدور بھی اسی ہیئت میں اسی مفہوم
 کے ساتھ منقول ہونا ضروری ہے۔ جب یہ شبہ ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ثابت نہیں تو کیوں نہ اپنے ہی قاعدہ سے بدعتِ کبیرہ اور حرام ہو گیا۔ رہی
 محفلِ میلاد، جلوسِ میلاد، ایصالِ ثواب، عرس اور قبل اذان صلوٰۃ و سلام اور ان کا
 جواز، تو اس پر آئندہ صفحات میں مفید بحث ہو رہی ہے وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

دوسرا شبہ

جو کام قرونِ ثلاثہ میں تھا وہ خیر ہے اور جو بعد میں نکلا وہ شر۔ دیکھئے حدیث شریف
 میں فرمایا: خَيْرُ الْقُرُونِ ثَلَاثَةٌ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ الخ

ازالہ شبہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے فضائل و خصائص میں فرماتے ہیں کہ "اس امت کے اولین بعد والوں سے افضل
 ہیں اس کی ایک ترتیب بھی اس ضمن میں شارع علیہ السلام سے واقع ہے، فرمایا:

خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي الَّذِينَ آتَا فِيهِمْ ثَمَرُ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ
سب سے بہتر میرا وہ زمانہ ہے جس میں میں ہوں پھر وہ جو ان سے متصل ہے پھر وہ جو ان سے

متصل ہے۔

مشہور یہ تین مرتبے ہیں اول صحابہ دوم تابعین سوم تبع تابعین۔ صحیح بخاری کی
ایک حدیث سے مرتبہ پہلا بھی معلوم ہوتا ہے جس کو اتباع تبع کہتے ہیں پھر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: ثُمَّ يَفْشُو الْكِذْبُ (پھر جھوٹ پھیل جائے گا) مطلب کہ ان
تین یا چار مرتبوں کے بعد جس طرح اوائل زمانہ میں دینِ صدق، تقویٰ اور یقین میں جو ربط و
ضبط تھا اس کے بعد کذب جھوٹ اور افتراء عام ہو جائے گا۔

صاحب انوار ساطعہ شاندار تحقیق کے بعد فرماتے ہیں۔ پس اصل مطلب
حدیث یہ ہوا کہ سب آدمیوں میں اچھے میرے قرن کے آدمی ہیں۔
پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے، اور بعد ان کے فاش طور
پر کذب ظاہر ہوگا یعنی جس طرح قرون ثلاثہ میں خیریت غالب تھی اسی
طرح بعد کو کذب غالب ہوگا لیکن غلبہ خیر کے معنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ
قرون اولیٰ میں جو کچھ ہوگا سب خیر ہوگا اس لئے کہ تمام بدعتیں

۱۔ مدارج النبوت اردو اول ص ۲۶۷ لے درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ کیا جاسکتی ہیں
۱۔ خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم الخ۔ بخاری شریف باب فضائل اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحجرات المحان (ب) خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم الخ۔ بخاری شریف
باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ باب مناقب صحابہ۔

(ج) اکرموا اصحابی فانہم خیارکم ثم الذین یلونہم الخ۔ مشکوٰۃ باب مناقب صحابہ
مرآة جلد ششم صفحہ ۲۳۸ پر یوں مرقوم ہے:۔ قرن کے لفظی معنی ہیں طنائی سے ہے اقتراں اور قرین
اصطلاح میں زمانہ کو بھی قرن کہتے ہیں اور زمانہ والوں کو بھی جو بیک وقت موجود ہوں۔
یہاں قرن بمعنی اہل زمانہ میں یعنی سبھی اسی لئے آگے ہے۔ ثم الذین یلونہم الخ

قدر و ارخاد، خروج و رخصت وغیرہ سب قرون ثلاثہ ہی میں ہوئیں اور اوقات خیر القرون میں ہونے کے سبب ان کو کوئی اہل سنت و جماعت خیر نہیں کہتا پھر اسی طرح مابعد قرون ثلاثہ کے کذب کا حال اس کے مقابل میں سمجھنا چاہیے کہ ظہور کذب مابعد کے معنی یہ نہیں کہ جو کچھ ظاہر ہوگا سب کذب ہوگا۔ جس طرح یہ نہ ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں ایجاد ہو وہ سب خیر ہو اس تقریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعض چیزیں بعد قرون ثلاثہ کے جن کو عباد الصالحین نکالیں گے وہ درست اور احسن ہوں گی اور بعض باتیں جو خلاف شرع ایجاد ہوں گی وہ گمراہی کا سبب و رقیع ہوں گی جس طرح خود قرون ثلاثہ کی بعض بدعتیں نکلی ہوئی سب خراب اور ضلالت ہیں۔ قول مجہود اور مذہب منصور یہی ہے۔

گویا اب اگر یہ شبہ جائز تصور کر لیا جائے تو قرون ثلاثہ میں جو امر بھی جاری ہو گیا تھا وہ درست اور خیر ماننا پڑے گا۔ مثلاً رخصت و خروج وغیرہ اور جو کچھ بھی بعد میں جاری ہوا وہ باطل محض۔ مثلاً اعراب قرآن، تقلید صرف و نحو اور باطل فرقوں کے رد کے لئے نئے نئے دلائل لیکن یہ نقل و عقل کے خلاف ہے پس یہ قاعدہ اور شبہ ہی باطل ہو گیا کہ زمانہ خیر و شر کا مدار ہو۔

سہا یہ کہنا کہ حدیث "خیر القرون قرنی" میں خیر کا مطلب ہی یہ ہے کہ قرون ثلاثہ میں جو امر بھی جاری ہو گیا وہ خیر ہوگا اور بعد میں جاری ہونے والا برا تو آئیے ہم لفظ خیر کا جائزہ لیتے ہیں۔ حضور سرور کائنات صاحب لولاک علی الصلوٰۃ والتسلیمات فرماتے ہیں۔ مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يَذْرَىٰ أَوَّلَهُ خَيْرًا مِّنْ آخِرِهِ^۱ "میری امت کی

مثال اس بارش سی ہے نہیں معلوم کہ اگلی خیر ہے یا پچھلی یعنی ساری امت ہی خیر ہے واضح ہو گیا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خیر ساری امت کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے اگرچہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کی افضلیت میں شک نہیں فرمایا "اَكْرَمُوا اصْحَابِي فَاِنَّهُمْ خَيْرٌ خِيَارِكُمْ" میرے صحابہ کی تکریم کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔ اب دیکھئے تمام صحابہ "خیار" ہیں یعنی امت میں صحابہ رضی اللہ عنہم افضل ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل۔ (افضل البشر بعد الانبياء) لیکن جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ دیگر صحابہ "خیار" نہ تھے۔ گویا کسی کی افضلیت و برتری دوسروں کی اچھائی کو مضر نہیں۔

تاروں کی اگر چرخ پہ بارات سچی ہے
گلشن کی پھیں بھی تو سہاگن سے نہیں کم

اگر اب بھی کوئی الجھن باقی ہے تو ایک مشہور و معروف اور فیصلہ کن حدیث شریف پر توجہ فرمائیں انشاء اللہ دور ہو جائے گی فرمایا "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" یہاں بھی لفظ "خیر" قرون ثلاثہ کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ لفظ "خیر" ہر قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے سیکھنے اور سکھانے والے کو محیط ہے اور لفظ "من" کی عمومیت اس استدلال پر دال ہے۔

دیگر ہماری پیش کردہ حدیث نے یہ نہ فرمایا کہ قرون ثلاثہ میں جو

۱۷ مشکوٰۃ باب مناقب الصحبة ۱۷۱ اعلیٰ حضرت نے ابن سیرین کے حوالے سے افضل الناس اور خیر الناس بعد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ نقل فرمائے ہیں (ختم النبوة ص ۵۴)۔ ۱۷ مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن۔

آدمی طریقہ حسنہ جاری کرے گا اُسے ثواب ہوگا یا جو بعد ازاں جاری کرے گا اُسے ثواب نہیں ہوگا بلکہ یوں فرمایا "مَنْ سَنَّ" یعنی جس قرن میں بھی جو کوئی جب کبھی اچھا طریقہ جاری کرے گا ثواب کا مستحق ہوگا۔ تو یہاں ثواب کا استحقاق خیر سی کے لئے ہے شرکے لئے قطعاً نہیں۔ آپ نے احادیث مبارکہ میں لفظ "خیر" اور اس کا حکم ملاحظہ کر لیا ہے ہم چونکہ اپنا مدعا قرآن کریم سے بھی ثابت کرنے کے عادی ہیں لہذا آیات کریمہ پیش کر سکی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہوگا

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
 وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ تَمَّ بِهٖرَہٗو ان سب امتوں
 میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کہتے ہیں :-

"یہ خطاب تمام امت محمدیہ کو عام ہے پھر ان میں سے صحابہ اول اور اشرف مخاطبین ہیں۔"

مرآة شرح مشکوٰۃ میں ہے :-

اس میں خطاب ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ شبیر احمد عثمانی رقمطراز ہیں :-

"اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: تم بہتر ہو اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔"

۱۔ بلکہ حدیث ترمذی میں تو خاص لفظ خیر موجود ہے۔ فرمایا: مَنْ سَنَّ سُنَّةً خَيْرٍ الخ (ترمذی الباب ۱۸) ۲۔ آل عمران (۱۱۰) ۳۔ ترجمہ کنز الایمان ۴۔ تفسیری حاشیہ مطبوعہ نواج کمپنی ۵۔ مرآة جلد ۸ ص ۵۹ ۶۔ تفسیر مولانا عثمانی ۷۔ تفسیر خزان العرفان

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :-
 " یہ خطاب بے واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ہے۔"

(یہاں لفظ بے واسطہ بتا رہا ہے کہ بالواسطہ خطاب ساری امت سے ہے ورنہ لفظ "بے واسطہ" غیر ضروری ہو جاتا ہے)۔ سنیے!
 قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ ماضی میں بھی بہترین امت تھے اور وقت خطاب میں بھی بہترین امت ہیں اور آئندہ بھی بہترین ہوں گے۔"

دوسری آیت

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمُ خَيْرُ
 الْبَرِيَّةِ ۗ " وہ لوگ جو یقین لائے اور کئے بھلے کام وہ
 لوگ ہیں سب خلق سے بہتر۔ یہاں بھی لفظ "خیر" تمام اہل یان
 نبوککاروں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اب فرمائیے کیا رہا ہمارا استدلال۔ ہم نے کتاب و سنت سے ساری
 امت کے لئے لفظ "خیر" کا اطلاق ثابت کر دیا ہے۔ کہیے جب ساری امت
 ہی خیر ہے تو پھر برا کب ہوگا اور اجماع امت کی حیثیت کیا ہوگی؟
 مولانا عبد السمیع رامپوری فرماتے ہیں: "کیونکہ کسی اصولی تصریح نہ فرمائی کہ اجماع
 بعدتسرون ثلاثہ کا کذب و افتراء ہوگا۔"

مولانا جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: "مسلمانوں کا اجماع حجت ہے۔"
 اور حجت خیر ہونے کا تقاضہ کرتی ہے شر ہونے کا نہیں۔

۱۷ تفسیر مظہری۔ اردو

۱۸ النوار ساطع ص ۳۳

۱۹ مدارج النبوت اردو اول ص ۲۶

۲۰ پتہ البیتہ ترجمہ محمود الحسن

۲۱ الخصائص صغریٰ۔ اردو ص ۳۳

توضیح

یہاں توضیح کیلئے ہم نے مقتدا کے مآئین بدعت حسنہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا انتخاب کیا ہے کہ دیکھیں وہ قرونِ ثلاثہ کے ساتھ بخیریت کو کہاں تک ضروری جانتے ہیں اور انہوں نے اپنی ذریت کیلئے کیا پیغام چھوڑا ہے تو ملاحظہ کیجئے سوال اور مولانا کا جواب۔

سوال

”کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں۔“

جواب

”قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دُعا قبول ہوتی ہے اس کا اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں ہے فقط۔“

لے فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۰۔ ان تو یوں ہی صاحب فرمائیے اگر بدعت نہیں تو کیا یہ سنت ہے اپنی توجیہ؟
گنگوہی صاحب دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”اود عدم جوان کے واسطے یہ دلیل نہیں ہے کہ کسی نے قرونِ خیر میں اس کو نہیں کیا۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۸ اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

”خیر القرون میں نہ ہونا اوداب ہونا بدعت کو مستلزم نہیں“ (الانفصاف الیومیہ جلد دوم ص ۱۰۸)

علاوہ ازیں مولانا عبدالحق سابق بہتم دارالعلوم حقانیہ اکوٹہ خٹک کے خطبات کا مجموعہ ”دعوات حق جلد ۱ ص ۳۲۱“ مرتبہ مولانا سمیع الحسن سے ایک خطبہ کا اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ بخاری شریف کو دافع البلاء قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: ”بخاری شریف کے ختم میں بعد فوائد ہیں اور برکات میں علما نے تجربہ سے لکھا ہے کہ کوئی بڑی مشکل اور مصیبت پیش آئے اور مشکل حل کر لی نیت سے بخاری شریف کا ختم کیا جائے اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمادیتے ہیں۔ طاعون کی وبا ہو یا قحط ہو اور کسی گھر میں بخاری شریف کا ختم ہو جائے تو اس گھر میں طاعون کی وبا داخل نہ ہوگی۔ بارش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ خشک سال دور فرمادیتے ہیں۔ یہ حضور کے اقوال (بھی گویا دافع البلاء) ہیں۔“

غور فرمایا کہ گنگوہی صاحب نے کیا کہہ دیا ہے۔ کہتے

ہیں۔ گو یہ عمل "بوقت مصیبت ختم بخاری" قرونِ ثلاثہ میں جاری نہیں ہوا تھا پھر بھی درست ہے بدعت نہیں ہے۔ لیکن صاحب اشکال دوم کے یہاں یہ بھی بدعت ہے یا وہ اسے دینی عمل کی بجائے غیر دینی عمل سمجھتے ہوں گے؟ اب مقتدا کیا کہہ رہا ہے اور مقتدی کیا۔ گنگوہی صاحب کہتے ہیں یہ بدعت نہیں اگرچہ یہ دینی کام قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا لیکن صاحب اشکال دوم مولوی صاحب کہتے ہیں کہ "سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں جو عمل دین کے طور پر نہیں تھا اسے دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔ تو کیا ختم بخاری شریف غیر دین (بے دینی) ہے؟ اب دیکھیں باقی ذریت کس کی حمایت میں بہتری جانتی ہے۔ ہمارے نزدیک تو صاحب اشکال دوم اپنے امام صاحب کی بنائی ہوئی پٹری سے اتر گئے ہیں۔ اور انکے امام صاحب نے تو ہمارے استدلال کی توثیق کر ہی دی ہے کہ کسی کام کا درست ہونا قرونِ ثلاثہ میں اجرا کے ساتھ خاص نہیں یعنی اسحان و خوبی کا مدار زمانہ پر نہیں بلکہ اصول شریعت سے موافقت پر ہے۔ الحمد للہ یہ شبہ بھی زائل ہو گیا۔

بہر و پرت (زیاب فی ثیاب)

بعض مانعین و معترضین بدعت حسنہ کی تردید میں ناکامی پر اپنی خفت چھپانے کے لئے بڑی ہی دلفریب ہمدردی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھیں جی، حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین نے کوئی یہ عمل کیا تھا جو ہم کریں انہوں نے جو ایسا نہ کیا تو کیا انہوں نے دین پر عمل نہ کیا؟ ہمیں دین سے زیادہ محبت ہے جو انہیں نہ تھی؟ کیا انہیں یہ بھلائیاں معلوم نہ تھیں جو ہم نے جان لیں؟ کیا ہم ان سے بڑھ کر قرآن و حدیث کا فہم و شعور رکھتے ہیں؟ جو انہوں نے یہ کام نہ کئے اور آیات و احادیث سے یہ مطالب اخذ نہ کئے وغیرہ وغیرہ۔

اس بہرہ پریت اور دلفریبی کا حل

ہم کہے دیتے ہیں کہ یہ ان کا وہی مکر و فریب ہے جو سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع کی پہلی دو آیات مبارکہ میں ظاہر فرمایا گیا ہے ان سے ضرور خبردار رہیے گا۔

زنگت ہے نزاکت ہے لطافت ہے مگر حریف

اک بوٹے وفا یہ گل رعنا نہیں رکھتے

پہلے شبہ کے ابطال میں حلت و حرمت اور اباحت سے متعلق متذکرہ قواعد و ضوابط پھر سے ملاحظہ کر لیجئے۔ ان سے پوچھئے کیا یہ لوگ ان قواعد سے آگاہ نہیں کہ ان واضح قواعد کی روشنی میں کبھی ایسی باتیں آخر کیوں؟ جب ان میں اباحت موجود ہے تو پھر ایسی باتیں کہ جی ہم کیوں کریں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نہ کیا۔ حالانکہ یہ بات کسی فعل کے حرام یا ناجائز ہونے کا قاعدہ نہیں ہے اور یہ کہ انہوں نے کیا دین

۱۔ کتاب "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی شرعی حیثیت" مصنف مولوی محمد حسین
۲۔ بدعت حسنة کے منکرین کے ہیڈ کوارٹر دارالعلوم دیوبند کے سابق اور جنید مہتمم قاری طیب کہتے ہیں:
"جواز کا مدار کتاب سنت اور اجماع پر ہے نہ کہ فعل صحابہ پر کہ یہ حجت مستقلة ہی نہیں اس لیے حجت کے سلسلہ میں مستقلة فعل صحابہ کا مطالبہ کیا جانا شرعی فن استدلال کو چیلنج کرنا ہے" (کلمہ طیبہ ص ۱۱۳) بارہ الاما لاہوم

پر عمل ہی نہ کیا۔ یہ بات تو جب ہو کہ ہم کہیں یہ دین کا ضروری
حصہ ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم بھول گئے تھے (معاذ اللہ تعالیٰ)
ہمارے بیشتر معمولات ایسے ہیں جو سب اہل سنت و جماعت
سرا انجام نہیں دے سکتے تو کیا کبھی ہم نے انھیں برا یا تارک فرض و
واجب کہا۔ نہیں۔ ہم تو محض ان لوگوں کو برا جانیں جو ان نیک
معمولات کو بلا دلیل و حجت ناجائز و حرام بتاتے ہیں۔

پھر نیلومی صاحب کے نمبر ۳۵ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
نے تو بالکل نہیں کہا کہ چونکہ "ختم بخاری" صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت
نہیں لہذا اب جائز نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت
ہے یا نہیں مصیبت ضرور دور ہو جاتی ہے اور اب "ختم بخاری" کرنا
درست ہے۔

دیگر آپ نے جمع قرآن پاک کے بارے میں نہایت معتبر روایت
ملاحظہ کر لی ہے۔ غور کریں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جمع قرآن
کی رائے پر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کیا نہیں تم کیونکر کرو گے؟ تو جو اب سیدنا فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے عرض کیا گو حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
نہیں کیا لیکن اللہ کی قسم یہ کام اچھا ہے۔

اب بتائیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہی نہیں
تو پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کس بنیاد پر کہہ دیا کہ
"اللہ کی قسم یہ کام اچھا ہے"۔ آخر اسی بنیاد پر کہ جناب سرور دو عالم
شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اب جب
یہ کام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی نہیں اور سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم اچھا ہے اور یہی نہیں بلکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمنوا ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جمع قرآن عمل میں بھی آجاتا ہے تو کیا کوئی سلیم العقل مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک سے زیادہ محبت تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھی یا صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کو اس کام کی اچھائی کا زیادہ علم تھا (نعوذ باللہ من ذلك)۔

نیلوی صاحب یہاں کونسا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟

اتنی کاوش تو نہ کر میری اسیری کے لئے

تو کہیں میرا گرفتار نہ سمجھا جائے

جناب نیلوی صاحب نے اہل سنت و جماعت کو عام طور پر بدعتی کے لقب سے نوازا ہے اور من گھڑت الزامات عائد کرنے میں بھی اپنی مہارت کا لوہا منوایا ہے کہ ان بدعتیوں (ہم اہل سنت و جماعت) کا خیال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو آیات کا مطلب واضح نہیں ہو سکا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) جبکہ ایسے الزامات عائد کرنے کے لئے انہوں نے کوئی ایک حوالہ تک درج کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ فلاں کتاب میں فلاں نے ایسا لکھا ہے۔

فریاد کریں کس سے کہ احساس نہیں ہے

اب کون سمجھے کہ جناب نیلوی صاحب جمع قرآن کے بابے میں کیا فہم رکھتے ہیں۔ یا نعمتہ البدعۃ تخذہ کے متعلق ان کا تصور کیا ہے ختم بخاری شریف کے بابے کیا کہتے ہیں اگر یہ ذکر خیر ہے اور ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے لہذا ان کے نمبر ۲۵ مولوی صاحب کے

نزدیک درست ہے تو نفس ذکر میلاد کی خیریت سے کون منکر ہے
 "المختار علی المفید" میں ذکر ولادت شریفہ کو اعلیٰ درجہ کا مستحب اور پسندیدہ
 کہا گیا ہے۔ جب ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے تو یہ فائدہ یہاں کیوں
 نہیں مانا جاتا۔ ختم بخاری بھی ذکر خیر اور ذکر میلاد بھی ذکر خیر تو فرمائیے
 جب ختم بخاری بدعت نہیں اور درست ہے تو ذکر میلاد کیوں بدعت
 اور ناجائز ہو گیا۔ اچھا تو یہ ہی کہیں کہ درس و تدریس میں صرف و نحو
 کا پڑھایا جانا کب کی ایجاد ہے بلکہ جناب کا یہی کتابچہ حضرت صحابہ
 رضی اللہ عنہم کی کونسی سنت کا آئینہ دار ہے۔

نہ دیات شان منزل مجھے اے حکیم تونے
 مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے تونہ رہ نشین نہ رہی

خیال ہے کہ نیلومی صاحب کی بارہ ورق کتاب کا جواب ہمارے مجتہد
 میں شامل نہیں۔ اس کے لئے علمائے اہل سنت کی کتابیں تحقیق سے
 بھری پڑی ہیں مطالعہ کیجئے۔ ہمیں تو صرف ان شبہات کا جائزہ لینا
 مقصود ہے جو ناجائز طور پر اختراع کئے جاتے ہیں پھر اس اختراع کو
 شریعت کا نام دے دیا جاتا ہے۔ کیا یہ شبہات حضرات صحابہ رضی اللہ
 عنہم سے منقول ہیں تو کیا انھیں علم نہ تھا جو انھیں حاصل ہو گیا (معاذ اللہ)
 اگر یہ کہیں کہ اسباب بعد میں حادث ہوئے لہذا یہ شبہات بھی بعد
 میں حادث ہوئے تو فرمائیے جب ان کا قاعدہ یہ ہے کہ بعد میں حادث
 ہونے والا ہر امر رد ہے۔ تو یقیناً یہ شبہات بھی رد ہو گئے۔ ہمیں کچھ

۱۔ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان المیلاد النبوی، اور امام جلال الدین سیوطی کی حسن القصد
 فی عمل المولد ملاحظہ کریں، انکھیں کھل جائیں گی۔ ۲۔ حوالہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں نیز فیصلہ صفت مذکور

سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شرعی حیثیت۔

کہنے کی ضرورت ہی نہ رہی ہے

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

لڑ جاتے آواز اذال سے

آئیے اب یہ دیکھتے ہیں کہ ہنرمند و عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے درست اور ولحب العمل ہونے کی رٹ لگانے والے خود کہاں تک حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیا اہمیت دیتے ہیں۔ یہ تو مانعین بدعت حسنہ کو تسلیم ہی ہے کہ صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضوان اللہ علیہم کا عمل سنت اور حجت ہی ہے۔ جس کی متابعت ضروری اور ہم بھی اسی کے قائل و موید ہیں۔

اب غور فرمائیے کہ جب یہ امر صحابہ کبار یعنی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کھڑ چکا کہ پہلے جو کام نہ ہو سکا اُسے اچھا کہا بھی اور ثواب سمجھ کر کیا بھی۔ تو اب اگر بھلائی کا کام بغرض ثواب جاری کر دیا جائے تو یہ انہی کی سنت کی متابعت ہوگی آپ خود دیکھ لیجئے متابعت پر کون کار بند ہیں، مخالفت کن کا مقدر بن چکی ہے اور کس نے

اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

دیگر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نہ کرنا علیحدہ بات ہے اور منع فرمانا علیحدہ بات۔ یہیں دیکھتے جمع قرآن اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا لیکن چونکہ منع نہ فرمایا اس لئے اچھا قرار پایا اور باعث ثواب بھی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل خیر کے سامنے مخالفین کی بہرہ رسیت و دلفریبی خوب عیاں ہو گئی ہے

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صا کھل جائے

وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بیوفا ہو کر

توضیح

کلام الایام امام الکلام

حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف مطالب آیات سے بے علمی کی نسبت کا "اہل سنت و جماعت پر جو بے سروپا الزام عائد کیا جاتا ہے اس کا جواب ملاحظہ کریں۔ خود امام اہل سنت دانائے علم و حکمت اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اقامۃ القیامہ میں ارشاد فرماتے ہیں توجہ فرمائیں، ایمان تازہ ہو جائے گا (انشاء اللہ)۔

"حقیقت الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ و حفظ بیضۃ اسلام و نشر دین متین و قتل و قہر کافرین و اصلاح بلاد و عباد و اطفائے آتش فساد و اشاعت فریض و حدود الہیہ و اصلاح ذات البین و محافظت اصول ایمان حفظ و روایت حدیث و غیرہ امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی لہذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی بلکہ تانیس قواعد و اصول تفریح جزئیات و فروع و تصنیف و تدوین علوم و نظم دلائل حق و ردّ شبہات اہل بدعت و غیرہ امور عظیمہ کی طرف کبھی توجہ کامل نہ فرما سکے جب بفضل اللہ تعالیٰ انکے زور بازو نے دین الہی کی بنیاد مستحکم کر دی اور مشارق و مغارب میں ملت حنفیہ کی جڑ جم گئی اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تحت و بخت سازگار پاکریز و بن جانے والوں کی ہمت بلند کے قدم لئے اور باغبان حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے اہم قالہم کاموں میں مشغول ہوئے اب تو بے غلش صرصر و اندیشہ سموم

اور ہی آبیاریاں ہونے لگیں مگر صائب نے زمین تدقیق میں نہریں
 کھودیں۔ زمین رواں نے زلال تحقیق کی ندیاں بہائیں عطا و اولیا
 کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لئے تھالے میں خواہاں
 ملت کی نسیم انفاس متبرکہ نے عطر بیزیاں فرمائیں یہاں تک کہ
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغ ہر ابھر پھولا پھلا بہتا
 اور اس کے بھینے پھولوں سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ
 پر عجب ناز سے احسان فرمایا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اب
 اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ یہ کنجھیاں جو اب بھوئیں جب
 کہاں تھیں یہ پتیاں جو اب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں یہ
 پتلی پتلی ڈالیاں جو اب جھومتی ہیں نو پیدا ہیں یہ تھی ننھی کلیاں
 جو اب مہکتی ہیں تازہ جلوہ نما ہیں اگر ان میں کوئی خوبی پاتے
 تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے تو اس (بے خرد) کی حماقت پر اس
 الہی باغ کا ایک ایک پھول تہقہہ لگائے گا کہ او جاہل اگلوں
 کو جڑ جمانے کی فکر تھی وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے
 آخر اس سفاہت کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ
 کے پھل پھول سے محروم رہے گا۔

بھلا غور کرنے کی بات ہے۔ ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ
 لگی اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بھالے اندر مکان کے گھر
 گئے اور لاکھوں روپوں کا مال اسباب بھی تھکا۔ اس دانشمند
 نے مال کی طرف مطلق خیال نہ کیا اپنی جان پر کھیل کر بچوں
 کو سلامت نکال لیا۔ یہ واقعہ چند بے خرد بھی دیکھ رہے تھے
 اتفاقاً ان کے یہاں بھی آگ لگی یہاں زماں ہی مال تھا ٹھہرے

ہوئے دیکھتے رہے اور سارا مال خاکستر ہو گیا کسی نے اعتراض کیا تو بولے تم تو احمق ہو ہم اس حکیم دانشور کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں اس کے گھراگ لگی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکالتے مگر بیوقوف اتنا نہ سمجھے کہ اس اولوالعزم حکیم کو بچوں کے بچانے سے فرصت کہاں تھی کہ مال نکالتا نہ یہ کہ اس نے مال نکالنا برا جان کر چھوڑا تھا۔

فائدہ

ہم اہل سنت و جماعت صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہتے کہ انھیں علم نہ تھا اور ہم اہل سنت کو علم ہے یہ محض الزام ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ امام اہل سنت کا فرمان آپ کے سامنے ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ معترضین کا اعتراض رفع کرنے میں یہ بیان خوب ممد و معاون ثابت ہو گا ضرورت نقصب سے بالاتر رہنے کی ہے۔

خدا تجھ کو شعور امتیاز حق و باطل دے
نظر جلووں کی طالب بے چین سجدل پہ مائل

مروجہ بدعات

اب چند مروجہ بدعات (حسنہ) کی مختصر فہرست ملاحظہ کر لیں۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر بلکہ ماسوائے چند تمارے معترضین و مخالفین بدعت حسنہ کے اپنے یہاں بھی جلوہ افروز ہیں۔

۱۱۔ اقامتہ القیامۃ ص ۲۱
۱۲۔ دارالعلوم دیوبند کے قاری طیب کہتے ہیں: بہت سے اجتہادی

مسائل جو زمانہ صحابہ میں زیر عمل تو کیا زیر علم بھی نہیں آئے۔ (کلمہ طیبہ ص ۱۱ ادارہ اسلامیات لاہور)

۱۔ ترمین و طباعت قرآن، اعراب قرآن، ترجمہ و عاشیہ قرآن، تیس پاروں میں تقسیم بیع قرآن۔

۲۔ کتب حدیث، اقسام حدیث اور ان کے احکام

۳۔ ایمان مجمل، ایمان مفصل اور مسما نام تعدد و کلمات۔

۴۔ کتب فقہ و اصول، کتب درسیہ، علم الکلام اور صرف و نحو وغیرہ

۵۔ گمراہ فرقوں کے رد میں نئے نئے دلائل۔

۶۔ رسائل دینیہ کی مقررہ تواریخ میں قیمتاً ماہانہ اشاعت۔

۷۔ بود و باش میں وسعت۔

۸۔ گاڑیوں کے ذریعہ اسکان حج کی ادائیگی۔

۹۔ مدارس دینیہ اور ان میں سخاوت دار اساتذہ کا تقرر۔ جماعتوں کی تربیت

نصاب تعلیم، طرق تعلیم، اوقات کار، تقریری و تحریری امتحانات اور تقرر

۱۰۔ تفسیر غزالی پارہ ۱۲ مطبع ولی محمد کھنوی ۱۲۲ میں بیع قرآن شریف کو بدعت حسنہ فرمایا گیا ہے
(الوار ساطعہ ص ۵)

۱۱۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”اما جلال الدین سیوطی نے کتاب الاتقان میں جس قدر احادیث و روایات و اقوال قرآن عظیم کے ایسے امور کے متعلق ہیں جمع فرما دیے ہیں۔ ان میں پاروں کا کہیں ذکر نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے وقت تک یہ (پاروں کی) تقسیم نہ تھی۔“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۹)

مولانا اسماعیل دہلوی رسالہ چہارہ مسائل میں فرماتے ہیں:

”اں کہ اعراب قرآن بدعت حسنہ ہست کہ صحت قرأت بمجریاں بل عربیاں حال برآں موقوف ہست۔ (ترجمہ) قرآن مجید میں حرکات کا لگانا اچھی بدعت ہے کیونکہ مجریوں کا قرآن مجید صحیح پڑھنا بلکہ اس زمانے کے عربوں کی صحت قرأت کا مدبران ہی حرکات پر ہے۔ (رسالہ چہارہ مسائل

بحوالہ اوار ساطعہ ص ۱۲۲ و بحوالہ مولانا اسماعیل اور نقویۃ الایمان ص ۱۰۷)

مستحق، سالانہ جلسے اور ان کے لئے اشتہارات جلسہ گاہوں کی آرائش و زیبائش، دستار بندیاں اور تقسیم اسناد وغیرہ۔

- ۱۔ ترمین مساجد، تنخواہ دار خطیب و امام و مؤذن، لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز باجماعت کے لئے تعین اوقات اور زبان سے نیت نماز
- ۱۱۔ مذاہب اربعہ، تقلید شخصی اور سلاسل طریقت اور انکے اشغال مخصوصہ
- ۱۲۔ محفل میلاد، جلوس عید میلاد، عرس، سیرت کانفرنس، پریس کانفرنس، کنونشن۔ استقبالیہ اور الوداعی تقریبات۔ جلوس شوکت اسلام مصیبت کے موقع پر ختم بخاری شریف۔

۱۔ نیت دل کے پکے ارادے کا نام ہے اور نماز میں نیت فرض ہے جبکہ ہم نے زبان سے نیت نماز کو بدعاتِ حسنہ میں شمار کیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ نیت قلبی جو فرض ہے اس سے غفلت پر بھی بدعتِ حسنہ ہوگی نہیں بلکہ یہ بدعتِ حسنہ اسی وقت ہوگی جب موافقت قلب میں ادا ہوگی یعنی زبان سے ضروری نہیں دل سے ضروری ہے تو اگر دل کے ساتھ زبان سے بھی ادا کر لی جائے تو مستحسن ہے۔ اگر خدا نخواستہ نیت قلبی سے غفلت کا باعث ہوئی جو فرض ہے تو رفع فرض کے باعث بدعتِ سیئہ ہو جائیگی کیونکہ جب رفع سنت سے سیئہ ہو جاتی ہے تو رفع فرض سے بدرجہ اولیٰ سیئہ ہوگی حسنہ نہ ہوگی۔ جو یقیناً نماز کی خرابی بلکہ بربادی کا باعث ہوگی پس نیت نماز کے بدعتِ حسنہ ہونے کے لئے موافقت قلبی ضروری ہے۔

جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں "نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فقہائے کرام رحمہم اللہ سے ایسا ہی نقل فرماتے ہیں۔
(اشعۃ اللمعات اردو۔ اول ص ۱۸۶)

۲۔ تفصیل کے لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی "اتباع فی سلاسل ادویا اللہ" اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی "کلیات امدادیہ" دیکھیے۔

لوحہ فکر

آپ نے مروجہ بدعتوں کی ایک اجمالی فہرست ملاحظہ کی۔ منکرین بدعتِ حسنہ میلاد و عرس وغیرہ کے علاوہ تقریباً تمام بدعتوں پر خود عمل کرتے ہیں اور یہ امر تو مسلم ہے کہ یہ بدعات حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جاری ہوئیں اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ان پر عمل نہ کیا۔ پس ان کے بدعت (نئی چیز) ہونے میں تو شک نہ رہا۔ اگرچہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک شغف فی الدین کا ذریعہ ہونے کے باعث "حسنہ" نہیں لیکن معترضین کے نزدیک تو بدعتِ حسنہ کا تصور باطل اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور یوں یہ تمام گمراہیاں "معترضین کے زیر عمل" ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہر بدعت کو گمراہی کہنے والے ایسی بیسیوں گمراہیوں پر عمل کرنے کے بعد بھی سستی نہیں اور بدعتی بدعتی کے فتاویٰ صرف ہم اہل سنت و جماعت کے لئے خاص کر دیئے جائیں۔

تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھیں

کہ ہے کون سا خوبصورت زیادہ

جب مانعین بدعتِ حسنہ سے اس عجیب و غریب منطق کے متعلق استفسار کیا جاتا ہے تو جواباً برہمی معصومیت سے للہین اور فی الدین میں فرق کرنا شروع کر دیا جاتا ہے کہ للہین یعنی "دین کے لئے" بدعت جائز ہے اور فی الدین یعنی "دین میں" بدعت ایجاد کرنا ناجائز ہے۔ ہمارا (معترضین کا) عمل للہین ہے اور اہل سنت و جماعت کافی الدین۔

۱۔ مولوی خسترم علی صاحب بھی کہتے ہیں کہ

"یہاں بدعتِ سیرہ کا گمان سراسر غلط ہے"

(شفاء العلیل - ترجمہ القول الجمیل ص: ۱۱۱)

معتزین کی اس تفریق کا ہم تجزیہ کرتے ہیں۔
منظور ہے گذارش احوال واقعی

اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

یاد فرمائیں کہ ان لوگوں نے ہر جگہ ایک نیا قاعدہ پیش کیا اور ہم نے ایسے خود ساختہ قاعدوں
کا مضبوط دلائل کے ساتھ رد کیا۔ اب بھی انہوں نے حسب عادت اپنے سابق الذکر،
خود ساختہ قاعدوں و مضابطوں کے وضع اطلاق سے بچنے کی خاطر اللدین اور فی الدین کا ایک
اور پُر فریب قاعدہ اختراع کر لیا ہے انکی یہ جھن حضور نبی کریم جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عدم اعتماد
کی منظر ہے۔ اپنی حماقت کے خم و پیچ میں الجھا لیا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنے سکا

خدا را انصاف فرمائیے! محولہ بالا بدعتوں میں سے کیا صرف میلاد و
عرس وغیرہ ہی ایسی بدعتیں ہیں جو فی الدین ہیں اور باقی سب للدین۔
للدین اور فی الدین کا یہ معیار کسی اصول شریعت کے مطابق نہیں۔ اگر ایسا
ہوتا تو وہ اصول شریعت بتایا جاتا محض "للدین" اور "فی الدین" کی لفظی
کا چکر نہ چلایا جاتا۔

اور دیکھئے ہمارے دین کا نام "اسلام" ہے۔ "إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ
الْإِسْلَامُ" پس فی الدین یا فی الاسلام ایک ہی بات ہے اور حدیث پاک
"مَنْ سَنَّ فِي إِسْلَامِ سُنَّةٍ حَسَنَةٍ" میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سے احداث للذین اور احداث فی الدین کا پُر فریب قاعدہ مخالفین کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے
الافاضات الیومیہ حصہ اول ص ۲۳ اور حصہ ہفتم ص ۱۴۱ میں اختراع فرمایا ہے اور ان کے منفعی اعظم محمد شفیع
نے سنت و بدعت ص ۱۳-۱۲ پر پیش کیا ہے ہم نے "جوب بدعت حسنة" کے تحت بھی ان کے اس
استدلال کا جائزہ لیا ہے۔ وہاں بھی ضرور دیکھیے۔ ضیاء

۱۔ آل عمران (۱۹) پ ۳ نیز فرمایا "وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ"
آل عمران (۸۵) پ ۱ اور جو اسلام کے سوا دین چاہے گا وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا

فی الاسلام یعنی فی الدین کو مستحسن فرما دیا ہے گویا قباحت کو فی الدین سے
 مشروط کرنا اور محض فی الدین کو برا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت
 ہے۔ لہذا کسی امر کے حسن و قبح کا مدار اس قاعدہ بے اصل سے
 مختلف ہے اور وہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ یہاں تو نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فی الدین کو مستحسن فرما دیا ہے۔ اس لئے فی الدین امر کے
 استحسان سے انکار کی گنجائش نہیں اور ہم اے معمولات فی الدین ہونے
 کے باعث بھی مستحسن اور جائز ہی ٹھہرتے ہیں کہ مستحسن امر سے نفرت تو
 بجائے خود نفرت ہے۔

پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو دین میں سے
 نہ ہو" یعنی جس کی اصل دین میں ثابت نہ ہو وہ رد ہے بلکہ خود
 مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے ختم بخاری شریف کی صحت کے لئے
 اصل شرع کا ثابت ہونا بیان کیا ہے۔ لفظ "للدین" سے فائدہ نہیں
 اٹھایا پس ان "فی الدین" کے منکرین کو "مالیس منہ"۔ جو دین میں سے
 نہ ہو۔ اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔ یہ لوگ فی الدین (دین میں) کو
 برا کہتے ہیں اور حدیث پاک جو "دین میں سے نہ ہو" اسے برا کہتی ہے
 ناطقہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہئے

اب ان کے للذین یعنی "دین کے لئے بدعت" کا حال دیکھئے اور غور
 فرمائیے کہ ان کے یہاں تو ہر بدعت گمراہی ہے تو جس دین کے لئے گمراہی
 پر عمل ضروری ہو وہ کیسا دین ہے۔ گمراہی تو ہر صورت گمراہی ہے اور
 یہ حدیث شریف میں قطعاً نہیں کہ دین کے لئے گمراہی ضروری اور
 اس پر عمل درست ہے۔ پس یا تو اس قاعدہ میں خرابی ہے یا ان کے
 دین میں۔ اور فائدہ اسی میں ہے کہ اس قاعدہ کو غلط مان لیا جائے

گویا محولہ بالا من گھڑت قاعدہ اپنے ہی موجدین کو نثر مندہ کر گیا۔

۵ آئینہ دیکھ، اپنا سامنے لے کے رہ گئے

صاحب کو دل نہ دینے پر کتنا غرور کھتا

جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عدم اعتماد کی شکار اس

خانہ ساز شریعت میں میلاد و عرس (عظمت رسالت اور شان ولایت)

سے متعلقہ امور تو بدعت و حرام ہیں لیکن ان کے علاوہ تقریباً سب بدعتیں جائز

و با صواب۔ کیا کتاب و سنت سے کوئی ایسا حوالہ پیش کیا جاسکتا ہے جو میلاد

و عرس وغیرہ کو بدعت و حرام قرار دے کر دیگر متذکرہ امور کو سنت و

حلال ثابت کرے۔ هَانُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

۵ بجھا سکے گا نہ ہرگز چسر لغ مصطفوی (اصلی اللہ علیہ وسلم)

شرار بولہبی لاکھ ساز باز کرے

لطیفہ

اگر صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب لطف و

لذت محسوس کرتے ہوئے یہی معمولات تکرار عمل میں لائیں تو اس طائفہ

لے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

میں چاہتا ہوں کہ دین اپنی اصلی حالت پر آجائے مگر اکیلے میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جو لوگ

متبع سنت (ہونے کے مدعی) ہیں اور اپنی ہی (دلیوبندی) جماعت کے ہیں ان کے یہاں بھی بس یہی دوچار

چیزیں تو بدعت ہیں جیسے مولد کا قیام، عرس، تیجا، دسواں، اس کے علاوہ جو اور چیزیں بدعت

کی ہیں انہیں وہ بھی بدعت نہیں سمجھتے چاہے وہ بدعت ہونے میں ان سے بھی اشد ہوں۔

(الافاضات ایومیہ حصہ دوم صفحہ ۱۲ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۵ تم جو بھی کرو بدعت و ایجاد روا ہے اور ہم جو کریں محفل میلاد و برا ہے

۲ حاجی صاحب فرماتے ہیں "اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ

برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵)

معتزین کے پیرومرشد قرار پائیں اور اگر یہی امور ہم اہل سنت و عجمت
بجالات میں تو بدعتی گردانے جائیں آخر کیوں؟ یا اللہ یہ کیسے مولوی ہیں
کیا انصاف ہے اور یہ کیسی شریعت ہے؟

اللہ کے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

معتزین کا عقیدہ

مصنف کتاب "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شرعی
حیثیت" جناب محمد حسین نیلوی اپنا عقیدہ یوں بتاتے ہیں :- "ہمارا
عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآن فہمی برحق اس کے خلاف
جو قرآن فہمی کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اور محرف قرآن ہے۔"
اور خود اسی کتاب کے ص ۱۱ پر آیت کریمہ وَذَكَرَهُمْ يَا أَيُّهَا اللَّهُ بِرَبِّهِ
کے متعلق اپنا قول جاری کر دیتے ہیں کہ "اس کے یہ معنی نہیں کہ
ان کو خدا کے دن یاد دلاؤ کیونکہ یہ ترجمہ تو ذکر ہے یا ماہر اللہ کا ہے نہ کہ
ذکر ہے یا ماہر اللہ کا اور دونوں میں جو فرق ہے وہ ایک معمولی استعداد والے

لے ان دونوں بزرگوں (مولوی رشید احمد حسنا گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی حسنا) نے امام ابو یوسف
قطب العارفین حضرت حاجی امراء اللہ صاحب چشتی مہاجر قدس سر سے روحانی فیض حاصل کیا۔
(المعتمد علی المفہم مترجم ص ۱۱)

۱۳ پ ۱۳ ابراہیم لکھ دیکھئے ان کی علمائے حق کی فہرست میں ۳۶ مولانا محمود الحسن حسنا یہی معنی بیان کرتے
ہیں کہ "اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے" اب انکا معیار ملاحظہ کیجئے کہ جن مترجمین کو یہ خود معمولی
طالب علم کی سی استعداد سے عاری سمجھتے ہیں انہیں بھی علمائے حق کی فہرست میں شامل کر لیتے ہیں
یہ قد کاٹھ بڑھانے کا بہانہ ہے یا محض تجاہل عارفانہ۔ خیر یہ علیحد بات ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی بھی
تفسیر میں ہی ترجمہ اختیار کرتے ہیں۔ اب بتائیے جناب کے عقیدہ کے مطابق

طالب علم پر مخفی نہیں اور اگر یہی مطلب ہو تو اس میں چھوٹے بڑے کی قید نہیں۔ لہذا ہر روز اور ہر کام کے لئے جشن منانا چاہیے۔
اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس قول کا اجرا قرآن فہمی کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ اگر کہیں نہیں تو یہ تفہیم قرآن سے جہل ہوا اور جب جہل ہو تو لغو ٹھہرا اور اگر دعویٰ قرآن فہمی کا اقرار کریں تو وہ وہی ہونا چاہیے جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو۔ اس صورت میں اس قول کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہونا ضروری ہوا تو کیا یہ بتانے کی زحمت گوارا کی جائے گی کہ یہ کس صحابی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اور کہاں منقول ہے؟

یہ تو "مشتے نمونہ از خرداے" ہے ورنہ نیلوی صاحب نے اپنی اس کتاب میں آیات قرآن بیان کرنے کے لئے اپنی تائید میں ارشادات صحابہ رضی اللہ عنہم سے استدلال عام طور پر ضروری نہیں سمجھا۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی ان کے عقیدہ کی لہذا توجہ فرمائیے۔
نیلوی صاحب نے چند آیات کریمہ ذکر کرتے ہوئے ان سے عیب

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

آپکی قرآن فہمی صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے یا ان دو صاحبان کی۔ کیا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کر نیوالے بھی علمائے حق ہوتے ہیں۔ دیکھتے رہیے کہ جھوٹ اور تحریف قرآن کا متعہ کون حاصل کرتا ہے۔

پھر آپ کے علمائے حق میں سے ہی ایک مولانا صاحب نے مطلب تو وہی بیان کر دیا ہے لہذا اب آپ ہر کام کے لئے ہر روز جشن منانا شروع کر دیں۔ اگر آپ اپنے علمائے حق پر بھی اعتبار نہ کریں۔

تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ دیگر آپ پر یہ عیب کا راز کہاں سے منکشف ہوا۔ کیا یہ بھی قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان جتانے کیلئے قید رکھی تو کہتے یہ عدم قید کا تصور مخالفت خداوندی نہیں، خود ایام اللہ میں اللہ کے دنوں کی قید موجود ہے ہر روز کے الفاظ میں جو مخالفت باوجود ہے اس پر اور اس کی ترغیب کوئی اچھی بات نہیں۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابی فرمایا ہے۔ پس اگر حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی اٹکائیت جو ہمارے پھر کو خیر صفت اس دکھائے کے عقیدہ کی خیر نہیں کیوں کہ جب حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے اٹکائیت نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا الیٰہی ہر جو کسی صورت بھی فہم صحابہ قرار نہیں پاتا۔ اب عقیدہ اول کا فرق دیکھ لیجئے کہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کا سلاب کرنے والے خود عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے کس قدر دھریں۔

۵ حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں دکھاتا
تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

فأودیٰ رشیدیہ میں آیہ کریمہ فَشَلُّوا مَعَهُ الذِّكْرَ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ سے وجوب تقلید کا اثبات کیا گیا ہے۔ یہاں دریافت طلب بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس آیہ کریمہ سے وجوب تقلید پر استدلال کیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو اس آیت کریمہ سے وجوب تقلید کا استنباط و استخراج کیا فہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت نہ ہوئی۔ اور کیا آپ کے نزدیک صاحب فساویٰ رشیدیہ آپ کے علمائے حق میں سے نمبر ۱۲۵ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی بھی جھوٹے اور محرف قرآن ہیں۔ یہاں کیا توجیہ کی جائے گی؟ کیا آپ مولانا گنگوہی صاحب کو تفسیر تخریف قرآنی اور سند کذب بیانی سے نوازیں گے یا اپنے عقیدہ کی پختگی کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے نہیں علمائے حق کی فہرست سے خارج کرتے ہوئے صیغہ تحال واضح کر دیں گے کہ آپ کو خوشنودی خدا درکار ہے اور کوئی غرض و غایت نہیں یہ فہرست

۱۲۵ نمبر ۱۲۵ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے تفسیر میں کہتے ہیں کہ بہت سے علماء اس وجہ سے تقلید کے ثبوت میں ہیں کہ میں تو یہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی قرآن فہمی کا فہم صحابہ رضی اللہ عنہم

کہیں عجلت میں تیار ہو گئی تھی۔ پھر گنگوہی صاحب تقلید کے وجوب کا حکم سنانے میں منفرود نہیں۔ دیگر ساتھی بھی یہی اعلان کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔
 "اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جاوے بلکہ واجب ہے۔" دیکھ لیجئے یہاں حق کو چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید میں حصر کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے یا محض جھوٹ اور تحریف ہے؟ یہاں کوئی توجیہ ہوگی دیکھئے اس پر فتویٰ جھوٹ کا لگتا ہے یا تحریف قرآن کا۔ یہاں تو امتحان ہے نیلوی صاحب کے عقیدہ کی صحت کا۔

یوں نظر دوڑے نہ برہمی تان کر

اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

یہ "علماء" تقلید شخصی کو واجب کہہ رہے ہیں۔ اور میلاد شریف کو اگر کوئی مستحب اور ثواب کا ہی کام کہہ دے تو کیا مضائقہ ہے۔ پھر کسی شیخ الحدیث والتفسیر پر یہ امر تو مخفی نہیں کہ واجب کس دلیل کا

۱۔ المہند علی المفتی مترجم ص ۳۲

جبکہ جناب محمد تقی عثمانی (دوبندی) کہتے ہیں
 "صحابہ و تابعین کے زمانہ میں کسی امام کی شخصی تقلید واجب نہ تھی" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۷۸)
 مکتبہ دارالعلوم کراچی

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تقلید شخصی کو ضروری واجب نہیں سمجھا جاتا تھا۔"
 (درس ترمذی تقریر جامع ترمذی ص ۱۱۷ حصہ اول مطبوعہ دوبندی)

۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ

"جو کول فقیر سے اخلاص رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفی المشرّب و حنفی المذہب ہو"
 (امداد المثنیٰ ص ۳۶ ملفوظات)

فقہ حنفی کی بہت ہی معتبر کتاب بہار شریعت میں ہے کہ

"مطلق تقلید فرض ہے اور تقلید شخصی واجب" (بہار شریعت اول)

متقاضی ہے اور مستحب کس کا۔ لیکن برا ہو تعصب کا۔ جب یہ یار لوگوں کی فہم و فراست پر غالب ہوتے لگتا ہے تو حق ان کی نظروں سے اوجھل ہونے لگ جاتا ہے۔

رسم و ریاہ حسن سے نا آشنا تھا میں

لیک کہ اٹھا جو پکارا خود آپ نے

اب ہم اپنے بحث کی طرف آتے ہیں اور حسب وعدہ محفل میلاد جلوس میلاد، ایصال ثواب عرس اور قبل اذان صلوٰۃ و سلام پر اجمالی گفتگو کرتے ہیں۔

محفل میلاد

جہاں تاریک تھا ظلمت کہہ تھا سخت کالا تھا

کوئی پردہ سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

ماہ ربیع الاول شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس کی آغوش میں

نور مبین کے جلوے چمکتے نظر آتے ہیں۔ اس ماہ مبارک میں حضور نبی کریم

رؤف و رحیم تاجدار ارض و سماء حبیب کبریا، علیہ التحیۃ و التثناء کا

ظہور قدسی ہوا۔ جن کی ولادت باسعادت اہل ایمان کے لئے کمال فرحت

و سرور کا موجب ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن دنوں کی

لہ فلیقرحوا پ کے تحت غزالی زماں حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منال جائے کم ہے۔ اسے ناجائز قرار دینا انہی لوگوں

کا کام ہے جو ظہور ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش نہیں۔ (میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں: "جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت (خوشی) حاصل نہ ہو

اے شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں (الشہادت الغنبریہ ص ۱۲)

یاد کا ذکر فرمایا ہے۔ محققین کے نزدیک ان میں یوم ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ
والنسارہ کو خصوصی امتیاز اور فوقیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ اسے ان سے
نسبت ہے جو وجہ تخلیق کائنات ہیں۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو

خداوند قدوس کی سب سے بڑی نعمت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تشریف آوری ہے اور سب سے مبارک اور عظمت والا دن وہ ہے
جس دن مقصود کائنات کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پھر ان کے صدوقین
امت کو دیگر نعمتیں ملیں۔

قرآن کریم اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کو وہ دن
خصوصی طور پر یاد دلانے جائیں جن میں اس کو خدا کے انعامات ملتے
رہے اور انعقادِ محفلِ میلاد کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا
ہے:- "وذكرهم بإيام الله" اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے۔ مفسرین کرام
نے ایام اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہونا بیان فرمایا ہے۔ بعض نے وہ دن مراد لئے جن
میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام فرمائے۔ پھر چلا اللہ تعالیٰ اس بات کو بند کرتا ہے

۱۔ سند المفسرین حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں:
"بموجب فرمانِ خداوندی: و ذکرهم بإيام الله، آج ہمیں اس دن کی یاد تازہ کرنی ہے جو سید ایام اللہ
یعنی یوم ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" (میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳)
شیخ جمال الدین مخلص کتابی فرماتے ہیں: "میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن بڑی عظمتوں اور خصائل
کا دن ہے۔ اس دن کو مقدس، عظیم اور مکرم بتایا گیا۔" (منہاج القرآن ستمبر ۱۹۸۶ء۔ بحوالہ سبل الہدیٰ)
ابن کثیر فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری والی رات بڑی مقدس، بڑی
مبارک بڑی عظیم اور بڑی پر نور رات تھی۔" (میلاد مصطفیٰ، اردو ص ۱۶، صلی اللہ علیہ وسلم)
۲۔ پ ۱۳۔ ابراہیم کے ترجمہ مولانا محمود الحسن صاحب کے جلالین، خزائن العرفان، ضیاء القرآن،
اشاعتہ انجمن مدرسہ، بیان لہجان مطبوعہ ولوی بندہ، نقوۃ بکریہ، اردو ص ۲۳

کہ اس کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے۔ دوسروں کو اللہ کی نعمتیں اور وہ دن جن دنوں میں یہ نعمتیں ملیں یاد دلانے جائیں۔ اس لئے کہ بندے جب خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرتے اور سنتے ہیں تو وہ ان نعمتوں کی قدر کرتے ہیں اور نعمتیں عطا کرنے والے سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے محفل میلاد میں ذکر خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتا ہے خالق کون و مکان کے تخلیقی شاہکار، حامل خلق عظیم کی ولادت باسعادت کا تذکرہ اور آمد کا اعلان و بیان ہوتا ہے کہ کس شان و عظمت کے ساتھ سرکارِ دو عالم مجتہد خدا علیہ التحیۃ و الثناء پیدا ہوئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری پر کیسے کیسے حسین انتظامات اور کیا کیا عجیب حالات و نادر واقعات رونما فرمائے پھر فضائل و محامد اور اسوہ کاملہ کے ساتھ ساتھ معجزات اور فضائل و کمالات کا بیان ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ جذبہ حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عکاسی کرتا ہے جو اتباع کاملہ کا سبب بن جاتا ہے اور شغف فی الدین کا ذریعہ۔

اگر دیکھا گیا ہے کہ جب ب کے محبوب کے ذکر کی محفل کو سجایا جاتا ہے تو شغف فی الدین کا جذبہ نمایاں ہو جاتا ہے اور اہل اسلام کثرت سے شرکت کرتے ہیں اور شوکت اسلام ظاہر ہو جاتی ہے۔ مصطفیٰ آباد (رائیونڈ) میں مارچ ۱۹۶۹ء میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتماع تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے بہر حال یہ ذکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ خود قرآن مجید میں اس ذکر و پسند کے چرچے موجود ہیں۔ ذکر رسول مقبول صلی اللہ

۱۔ تفصیل کے لیے مدارج النبوت دوم اردو ص ۲۴-۲۵، شواہد النبوت اردو ص ۵۵۔ جو اہل بحار اردو ج ۱ ص ۱۷۸، ج ۲ ص ۱۲۹، اور میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ مولد العروس از علامہ ابن جوزی ص ۲۳-۲۸، بیان میلاد انبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶-۸، الوفا اردو ص ۱۲۳-۱۲۴، صابنت من السنة مترجم ص ۱۴۱ بحوالہ فتح الباری کتاب الشفاء جلد ۱ اردو ص ۵۵-۵۵ دیکھیے۔

۲۔ مدارج النبوت اردو اول ص ۵۲ میں ہے کہ کثرت ذکر لو از م محبت میں سے ہے مَن أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ۔ یعنی جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔

علیہ وسلم پر مشتمل آیات بیانات کا ذکر اور ان کی تفصیل ایک علیحدہ باب ہے البتہ ان آیات کی نشر و اشاعت عین ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان کا گھروں میں پڑھنا اور سننا بھی اچھا اور مسجدوں میں خطباتِ جمعہ میں اچھا تو عام اجتماعات میں بھی اچھا بلکہ خاص اسی بیان قرآن یعنی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انعقاد محفل ہو تب بھی اچھا۔

بلکہ قرآن کریم فرقانِ مجید نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر اور ان کی یاد کو ہماری بھلائی کا واضح ذریعہ بتلایا۔ ارشاد ہوا۔
فَاذْكُرُوا الْاٰلَاءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ ۝۱۰
بھلا ہو۔

معلوم ہوا محفل میلاد کا انعقاد فوائدِ کثیرہ پر مشتمل ہے اور ہماری بھلائی کا ضامن بھی۔ قرآن پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پاک یوں بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ دَعُوْا وَفُتْرِحِيْمٌ ۝۱۰
رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

اس پر عثمانی صاحب لکھتے ہیں: جس کے حسبِ نسب، اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔

۱۔ الاعراف ۶۹ پ ۵۔ ۲۔ کنز الایمان۔ ۳۔ التوبہ ۱۲۸ پ ۱۔ ۴۔ کنز الایمان
امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے من انفسکم کی تفسیر میں حسبِ نسب اور سہرہ یعنی سسرال کا ذکر کیا (جو ابہر البحار ۱۰ ج ۲۵)

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب و نسب کو تم خوب پہچانتے ہو الخ لہ ہم کہتے ہیں یہ ذکر حسب و نسب ذکر میلاد پر دال ہے یعنی میلاد کب ہوا، کیسی خوب عظمت کے ساتھ کس خاندان عالی میں ہوا۔ تو فرمائیے ایسے بیان قرآن کو نشر کرنا کیوں بھلائی کی بات نہ ہوگی ضرور ہوگی۔

اس کے صدقے سے امت پہ نازل ہوئیں

رحمتیں لے لے پے بخششیں دمبدم،

وہ ہے خیر الوری وہ ہے خیر البشر

اسکے صدقے سے ہیں ہم بھی خیر الامم

قرآن میں حضرات یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا میلاد بیان ہوا ہے گویا میلاد کا بیان رسم ہنود ہی نہیں بلکہ خود قرآن کا بھی کام ہے لہذا جو لوگ میلاد کے بیان کو محض پولوسیوں، ہندوؤں اور

۱۔ خزائن العرفان تفسیر حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ

مزید دیکھیے مخالفین کی معتبر کتاب ہدایۃ المستفید میں بھی اس آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ نجاشی سے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے قاصد سے کہا تھا: اور اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جس کے حسب و نسب کو ہم جانتے ہیں جن کے اوصاف حمیدہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ (ہدایۃ المستفید ص ۸۰ ج ۱)

ابوبکر جابر الجزیری اور مشتاق علی ندوی نے بھی لکھ دیا کہ

ہر مسلمان مرد اور عورت پر ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ آپ کے عادت و اطوار اور صفات کو اس طرح پہچانے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال کو سیکھتا ہے (مخفا میلاد اردو ص ۲۳ مطبعہ عہدہ ۱۵)

عیسائیوں ہی کا طریقہ بتاتے ہیں۔ وہ البقرہ ۴، ۱۷ میں مذکورہ کتمان حق کی سزا سے بے نیاز قرآن پاک کے بیان کو چھپا کر اٹھائے حق کے مرکب ہو جاتے ہیں۔ یہ بڑی دیدہ دلیری اور قرآن مقدس کے ساتھ زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

غور فرمائیں نفس ذکر میلاد قرآن پاک سے بلا تاویل ثابت ہو کر جائز ہوا اور کسی کا یہ کہنا کہ یہاں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو بلا تاویل ثابت نہیں۔ بہر حال دے لفظوں میں جو از ذکر میلاد کا اقرار ہے۔ کسی کا بھی ہو اس کے استحسان سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ استدلال کہ ذکر میلاد عیسیٰ علیہ السلام درست ہے نہ کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام۔ ان کا استدلال اگر انہی کے یہاں درست ہوتا تو ضرور یہ میلاد عیسیٰ علیہ السلام منکر اپنی شناخت و حقیقت بھی ظاہر کر دیتے اور یوں ہمیں پہچاننے میں آسانی بھی رہتی قول و فعل کا تضاد مکرو فریب کی نشاندہی کرتا ہے نہ کہ دلائل کی حقانیت کی

۱۔ آیت اور اس کا ترجمہ :- اِنَّ الَّذِیْنَ یُكْفِرُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ الْكِتٰبِ وَیَشْرُوْنَ بِهٖ ثَمٰنًا قَلِیْلًاۙ اُولٰٓئِكَ مَا یَأْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْۙ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِۙ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْۙ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی آری کتاب اور اسکے بدلے ذیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں گہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بان نہ کرے گا اور نہ انہیں سہرا کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے جاننے کے باوجود اسے چھپایا قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ (ترمذی ترجم ابواب العلم فرید کبیر الہی) اللہ یضرب اللہ الامثال بالناس (القرآن)۔ (اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے)

ہمارے لئے تو قرآن مقدس کا یہ بیان ذکر میلاد کی سندِ حید ہے
 لہذا ہم ذکر میلاد بھی کہتے ہیں اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 محفلین منعقد کر کے اپنی نسبت و شناخت کا اظہار بھی ^{صلی اللہ علیہ وسلم}
 آبروئے مازنامہ مصطفیٰ آست

پھر اگر ذہن میں اس قید کا خیال آئے کہ ذکر میلاد کے لئے میلاد
 مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتناہی کو کیوں خاص کر لیا جاتا ہے تو ہم کہیں گے
 کہ ایسا خیال محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ذہن کی پیداوار ہے ^{۱۵}
 بلکہ دین کی سمجھ بوجھ سے بھی عاری ہے۔ غور فرمائیے اللہ تبارک و تعالیٰ
 جل مجدہ نے ہمیں لاتعداد نعمتوں سے نوازا: **وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
 لَا تُحْصُوهَا**۔ اس قدر بیشتر نعمتیں عطا فرمائیں لیکن احسان نہ جتلا یا
 اور جب احسان جتلا یا تو اپنی بے شمار نعمتوں میں اس نعمتِ عظمیٰ "حضور
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمانا احسان جتلانے کے لئے خاص کر
 لیا لہذا ہماری یہ تخصیص نئی بات نہ ہوئی بلکہ سنتِ الہیہ ہوئی اس لئے
 اس تخصیص سے کوئی امر مانع نہیں۔

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے لاتعداد اور ان گنت انعامات و احسانات
 فرمائے لیکن احسان نہ جتلا یا۔ اور جب رب لم یزل ولا یزال نے اپنا
 بے مثل و بے مثال محبوب مبعوث فرمایا تو احسان جتلا دیا۔ احسان ہی
 نعمت پر جتلا یا جاتا ہے جو سب نعمتوں سے انوکھی، منفرد، ممتاز اور
 بے مثل و بے مثال ہو جس کی نظیر نہ پہلے ہوئی ہو اور نہ ہونے والی ہو
 اور اس پر خود منعم کو بھی ناز ہو۔ یعنی احسان جتلائے جانے سے خود

مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے انسان بزد کرے اسی کا ذکر
 نکال لیتا ہے اور ہر گفتگو کا خاتمہ اسی کے تذکرہ اور یاد پر ہوتا ہے (اشرف المواعظ ص ۱۵، سعید کمپنی کراچی)
 ۱۵ پ ۳۳ ابراہیم ۳۳ - پ ۱۸ النحل ۱۸

نعمت کی انفرادیت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ضرور کوئی ایسی باکمال و لا جواب
نعمت ہے جس کے لئے احسان جتلانے کی قید ضروری جانی گئی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
لَهُمْ شَكَّ اللَّهُ كَابْرًا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انہیں انہی میں سے ایک
رسول بھیجا۔

صدر الافاضل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”منت نعمت عظیمہ کو کہتے ہیں اور بے شک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت نعمت عظیمہ ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کہتے ہیں۔

”بہر حال مومنین کو خدا کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ایسا

رسول بھیجا جس سے بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

اب اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ یہاں تو نعمت اور احسان کا
کا ذکر ہے وہ ہم نے مان لیا اس کے چرچے کا تو کوئی حکم نہیں پھر بشکل
جلسہ و جلوس، گلی کوچوں، بازاروں اور میدانوں میں اس کا چرچا کہاں
سے مستفاد ہوا۔ تو سنئے قرآن فرماتا ہے :-

۱۷ پ آل عمران ۱۶۴ ۱۸ کنز الایمان ۱۹ تفسیر خزائن العرفان اور تفسیر کبیر

سے منقول ہے ”العم علیہم واحسن الیہم۔ اللہ نے ان پر انعام اور احسان فرمایا ہے۔“
(جواہر البحار ج ۱ ص ۱۶۴)

دیوبند کے سابق مہتمم جناب قاری طیب فرماتے ہیں: ”چونکہ ولادت شریفہ کا اصل مقصد بھی
بعثت تھی اور آپ کی نبوت و رسالت کو عالم میں پھیلانا تھا اس لیے قرآن حکیم میں بھراحت اور
بار بار اول بعد احسان و مثبت و نہی اسی کا تذکرہ فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے (اور آگے ہی آیت نقل کی)

۲۰ تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۵۵ اگر کوئی حکم نہیں تو پھر ”نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب“ ایسی کتب کی
تصنیف و طباعت سے مقصود ہے۔

”وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ“ لہ

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔
 اگر نعمت اور احسان ہونا مان لیا ہے تو اس کے چرچے کا حکم
 خداوندی بھی تسلیم کر لیں اور رب کی نعمت عظیمہ کا خوب خوب
 چرچا کریں۔ ”کیونکہ تحدیثِ نعمت بھی شکرگزاری ہے اور یہ لہر
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خاص اور آپ کی امت کے
 لیے عام ہے“

فائدہ

رب تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے مومنین پر اور انہیں سے تحدیثِ
 نعمت کا مطالبہ بھی ہے۔ گویا احسان ماننا — ایمان ہے تو تحدیثِ
 نعمت اظہارِ ایمان۔ یعنی یہ نعمت ملی ہے ایمان والوں کو تو ظاہر ہے جن پر
 احسان ہوا اور تحدیثِ نعمت جس کا نشان ہوا وہی تحدیثِ نعمت بجالائیں گے
 اب کسی رام چندریا گا ندھوی پر تو احسان ہوا نہیں یعنی انہیں تو محبوب
 عطا ہوا نہیں۔ وہ کیوں اس کو مانیں اور وہ کیوں اس اعلان و بیان میں
 شریک ہوں وہ تو کہہ دینگے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں اور یہ مسلمانوں پر ضروری ہے
 کہ وہ اس احسان و منت پر تحدیثِ نعمت بجالائیں ہم کہیں گے انہوں
 نے درست کہا۔ تحدیثِ نعمت یقیناً ہم مومنین پر ہی ضروری ہے اور

۱۔ الصفحۃ ۳ لہ کثر الایمان ۲۷ جواہر البحار اردو ج ۲۷

۲۔ بلکہ غیب مقلدین کے نامور مصنف نواب صدیق حسن کہتے ہیں:

”جس کو حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میلاد کا حال سن کر فرحت (خوشی) حاصل نہ ہو اور
 شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے ذکر سے وہ مسلمان نہیں (المنہاجۃ العنبریہ ص ۱۲)

اسی میں ہمارا بھلا۔ ارشاد ربانی ہوا :-
 تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ معلوم ہوا توحید
 نعمت کس قدر عمدہ اور ضروری بات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے
 احسانات کو یاد رکھنا، بیان کرنا اور شکر گزاری بجالانا ہی
 اچھائی کی بات ہے بلکہ **وَاشْكُرُوا لِعِمَّةِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اٰيٰتًا
 تَعْبُدُوْنَ** کے مطابق شکر نعمت اعتراف بندگی ہے۔

ایک اعتراض کا جائزہ

یہ کہنا کہ ان محفلوں میں فاسق اور فاجر لوگ بھی شریک ہو کر نعمتیں
 وغیرہ پڑھتے ہیں تو اس پر ہم عرض کرینگے کیا فاسقین کے لئے نیکی
 ممنوع ہے یوں تو ان کے لئے تلاوت قرآن پاک بلکہ مس قرآن بھی
 جرم ہو جائیگا۔ صورت و سیرت کے بیان کا ایک یہ بھی تو مدعا
 ہوتا ہے کہ فاسق اپنے فسق سے باز آجائے اور ظالم ظلم سے۔ ہر
 گنہگار گناہ و معصیت سے توبہ کر کے خود کو صورت و سیرت سرکار
 صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بنالے اگر ان کی شرکت ممنوع قرار دے دی
 جائے تو پھر پند و نصائح کن کے لئے یوں گے گویا ان کی شرکت
 خارج نہیں مفید ہے اور کوئی کیا جانے کہ انکی عقیدت کب انہیں
 عمل صالح پر ابھار دے۔ بلکہ ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگوں
 کو توفیق توبہ نصیب ہوگئی۔

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
 جسے نان جو میں بخشی ہے تو نے
 حریم کبریا سے آشنا کر
 اُسے بازوئے حید بھی عطا کر
 رضی اللہ عنہ

سوال

اچھا جی یہ بتائیے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا میلاد بیان فرمایا ہے۔؟

جواب

ضرور بیان فرمایا ہے۔ بغرض اختصار میں ایک ہی روایت پیش خدمت ہے ارشاد ہوتا ہے۔ میں تمہیں اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں۔ میں دعائے ابراہیم ہوں اور بشارت عیسیٰ ہوں میں اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لئے شام کے محل چمک گئے۔

یہاں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا میلاد شریف خود بیان فرمایا ہے ہیں اور مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین کی کئی دیگر روایات میں بھی سرکار کی اپنی زبانی اپنا میلاد اور ذکرِ حسبِ نسب بیان کیا جانا ثابت ہے

دوسرا سوال

یہ تو پتہ چل گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا میلاد بیان فرمایا ہے اب کوئی ایسی مثال پیش کر دیجئے جس سے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے میلاد پڑھنا، سننا اور سنانا ثابت ہو۔

بہ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کو علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب سلو الوصل میں مختلف روایات سے ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب لاہور مطبعہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے رونا کیڈری لائبریری نے شائع کی ہے۔

جواب

مشہور و معروف روایت ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر رکھوانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر شاعر دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منبر پر بٹھایا گیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں آپ کا میلاد پڑھا۔

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنٌ
وَ أَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءَ
مُخَلِّقَتٌ مُبْرَأَةً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَنْشَاءُ

اے اللہ کے محبوب جتنا آپ سے زیادہ حسین کسی نے نہ دیکھا کیجے گی
اور نہ کسی عورت نے آپ سے زیادہ کوئی جمیل بچہ بنا
آپ کو ہر عیب سے پاک اور مبرا پیدا کیا گیا ہے
گویا آپ کو آپکی منشاء کے مطابق پیدا کیا گیا ہے

اب بھی اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا میلاد پڑھانا نہ پڑھایا۔ نہ سنانہ ستایا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی اہتمام وغیرہ کیا نہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ اگر لوگ بے علمی میں کہتے ہیں تو جہالت کے پرچارک و نقیب ہیں ورنہ افترا کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا عمل اور رائے

سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے مکتوبات شریف دفتر اول مکتوبہ نمبر ۴۴ میں حدیث حسب نسب کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو ان کی طرف سے ذکر میلاد پر دال ہے۔ دفتر ہشتم مکتوبہ نمبر ۷۲ میں جواباً

”اور پھر آپ نے مولود خوانی کے متعلق لکھا تھا اچھے آواز سے
صرف قرآن مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں
کیا حرج ہے؟“

اتنی واضح تصریح اور آپ کے عمل کے ہوتے ہوئے بھی بعض
لوگ کتنا بڑا مغالطہ دے جاتے ہیں۔

دیکھئے آپ نے مکتوب ۴۴ میں خود میلاد بیان فرمایا۔ تو کیا
اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ میلاد کا تحریر کرنا درست ہے تقریر
درست نہیں؟ توجہ فرمائیں برائی تو بہر صورت برائی ہے۔
پتہ چلا کہ میلاد شریف کا بیان برائی نہیں کیونکہ آپ نے خود
میلاد بیان فرما دیا ہے۔ اب اگر کہیں پتے سے انکار ثابت ہے
تو وہ منکرات پر سے اصل مولود خوانی پر انکار نہیں ہے ورنہ
آپ خود ہی اس کو بیان نہ کرتے مکتوبات شریف میں عام
طرح پر یہ شعر منقول ہے۔

محمد عربی کا بڑے ہر دوسرا است کیکہ خاک درش نیست خاک بر سر

ترجمہ (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہان کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے
دروازے کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔)

۳ لیکن نعت کے مخالفین ”ابو بکر جابر الجعفی اور شتاق علی ندوی سعودی ریالوں کے
ذور پر کہتے ہیں کہ:

”نعتیں اور قصیدے جو کہ خوش الحانی و غم انگیز آواز سے پڑھے جاتے ہیں یہ تو اور کبھی مکروہ بدعت ہے؟“
فرمائیے جن کے نزدیک نبی کی تعریف (نعت) مکروہ ہو گیا وہ بھی مسلمان ہوتے ہیں؟ کیا ان لوگوں نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محفل صلی اللہ علیہ وسلم مانا جو بیشمار تعریفوں کے لائق ہے؟ یہی اسی کی تعریف بدعت
لگتی ہے (استغفر اللہ)

یہاں دیکھئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت لغت و قصیدہ خوانی بھی بیان کر دی ہے یہ کبھی ہمارے لئے ایک خوبصورت سند ہے۔

مانعین کے پیر و مرشد اور بعض دیگر بزرگوں کا عمل

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں۔
 "اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں
 بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و
 لذت پاتا ہوں۔"

مولانا رشید احمد گنگوہی کے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حق یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کرنے اور
 فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح مبارکہ کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد کی خوشی
 کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث علیہ الرحمۃ دہلوی نے "الدر الثمین"
 میں اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کا ہر سال خوب
 اہتمام سے ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانا بیان

۱۵ فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵

۱۶ شفاء السائل بحوالہ جان جاناں ص ۸۱۔ دین مصطفیٰ ص ۳۵۳، اسلامی تقریبات ص ۲۵

برکات میلاد شریف

مولانا عبدالحق دیوبندی (اکوڑہ خٹک) اپنی حدیث کی سند کا سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ
 "مجھے حضرت شیخ مولانا حسین احمد مدنی نے حدیث کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا
 محمود حسن صاحب کی شیخ الہند نے شیخ الامام محمد قاسم انانٹوی اور شیخ رشید احمد گنگوہی سے ان دونوں نے شاہ عبدالغنی محدث
 (دعوات حق اول ص ۳۴)

کیا ہے۔

پھر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب "نشر لطیف
فی ذکر النبی الجلیل" میں تبصری فصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے شرف و نزاہت نسب کے بیان میں لکھی ہے بلکہ ساتویں
فصل تک ولادت شریفی ہی کا تذکرہ ہے۔ یہی تھانوی صاحب ایک
جگہ کہتے ہیں کہ اس محفل کا اصل کام ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو
سب کے نزدیک خیر و سعادت اور مستحب ہی ہے۔

(مجالس حکیم الامت ص ۱۶، بحوالہ دیوبندی علماء کی حکایات)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی مجلس میلاد کے موقع پر قیام فرماتے اور
درود و سلام پڑھتے رہے۔ (اخبار الاخیار۔ اردو ص ۶۲۲)

حضرت ملا علی قاری ابن جوزی (رحمۃ اللہ علیہما) کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:
"جب نصاریٰ اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر مناتے ہیں تو اہل اسلام کو ان
سے زیادہ اپنے نبی کی کریم و تعظیم کرنی چاہیے۔"

۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال علیہ الرحمہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں جانسرد
چھاؤنی کے جلسے اور جلوس میں شریک ہوئے اور تقریر میں فرمایا:

"چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے سے
اس امت کو متحد کریگا۔ مجھے ایک عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہوگا۔
اب تحریک یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔"

۱۰ در الثمین - پائیسویں حدیث ۱۰ المورد الروی بحوالہ جان جاناں ص ۹۲

۱۱ اخبار ایمان " ۲ تا ۱۱ مئی ۱۹۳۵ء بحوالہ ضیائے حرم ص ۲۶۸

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۱۰ھ

marfat.com

منکرات سے اجتناب

محفل میلاد شریف کے تقدس کے پیش نظر اس کا خالی از منکرات ہونا بہت ضروری ہے علمائے حق اہل سنت و جماعت یہی تشبیہ کرتے ہیں اس لئے عوام و خواص اہل سنت و جماعت سے ہماری درخواست یہی ہے کہ منکرات یعنی خلاف شرع امور سے بہر صورت اجتناب کیا جائے۔ جب عام طور پر یہ منکرات جاتا نہیں ہیں تو ان مقدس محافل کو آلودہ کرنے کے باعث اور بھی قبیح ہو جائیں گے۔

البتہ صرف منکرات کو ختم کیا جائے نہ کہ محافل میلاد کو۔ بلکہ ان محفلوں کو بہتر سے بہتر طور پر جاری و ساری رکھا جائے۔ دیکھئے اگر سر میں درد ہو تو درد سر کا علاج کیا جائے گا نہ یہ کہ سر ہی اڑا دیا جائے۔ یونہی شادی بیاہ میں اگر کوئی بری رسم در آئے تو اسے روکا جائیگا اصل نکاح پر انکار نہیں کیا جائے گا یعنی منکرات کے بہانے نکاح کو بند کرنے کی اجازت نہیں دی جائیگی

۱۰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
"اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے"
(شمام امدادیہ ص ۱۳۹ بحوالہ دیوبندی مذہب ص ۲۳۳۔ امداد المتان بلال گنج لاہور)

۱۱ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"کوئی سنت حرام کام سے ملنے سے ناجائز نہیں ہو جاتی۔ نکاح سنت ہے مگر لوگوں نے اس میں ہزاروں خرافات ملا دیں تو نکاح کو نہیں روکا جاتا بلکہ ان لبرسی چیزوں کو منع کیا جاتا ہے۔"
(علم القرآن ص ۲۰۱۔ گجرات)

محل میلاد کی خوبصورت سجاوٹ منکرات سے نہیں بنے بلکہ معین کے لئے رغبت کا ذریعہ ہو کر منتقلیوں کے لئے ثواب کا باعث ہے۔

اعراض

نعمت پر شکر اور خوشی دل سے ہونی چاہیے، اظہار اور چرچا درست نہیں، مال و دولت خرچ کرنا محض ضیاع۔ پھر زیب و زینت اسراف ہے اور اسراف میں بھلائی نہیں، لہذا یہ منکرات سے ہے۔

چائزہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

قُلْ يُفْضِلُ اللَّهُ وِیْرَحْمَتِهِ فِیْ ذَٰلِكَ فَلَیْفَرَحُوا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یُجْمَعُونَ۔
ترجمہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ

بگو بفضلِ خدا و برحمتِ او بایں چیز ہا باید کہ شادمان شوند ان بہتر است از آنچه جمع می کنند۔ (تاج کمپنی)

ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

تم تسریاؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے (کنز الایمان)

ترجمہ محمود الحسن

کہہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے سو اس پر ان کو خوش ہونا چاہیے۔ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ (تاج کمپنی)
شبیر احمد عثمانی تفسیر میں کہتے ہیں:

۱۔ حضرت صدیق الا فاضل حضرت علامہ علی قادی سے نقل فرماتے ہیں (ترجمہ)
خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی طرف نظر کرنا حق کی طرف مائل کرے اور خدا کی یاد دلائے وہ عبادت ہے (تہکات تعظم)

”کسی نعمت پر اس حیثیت سے خوش ہونا کہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ملی ہے“
 محمود ہے جیسے یہاں فرمایا: **فبذالک فلیفرحوا**
 حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسلمانوں کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشیاں منانے کا حکم

دیا گیا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں: **”فلیفرحوا“** یعنی خوشی اور مسرت کا اظہار
 کیا کرو۔

قرآن پاک میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو

ایک مقام پر فرمایا:

فَلْ مِنْ حَرَمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ^{۵۳}

تم فرماؤ کہیں نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

(ترجمہ) لوگوں پر کسی صبح کا گزر نہیں ہوتا کہ اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے
 ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے
 یا اللہ بخیل کو تباہی سے دوچار کر دے۔

اب علمائے محقق کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”نعمت حاصل کرنے والے پر نعمت عطا کرنے والے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا
 زور ہے عقل و شرع ضروری ہے اور یہ بات بھی معلوم کہ شکر کا وجوب نعمتوں کی مقدار

۵۳ ضیاء النبوی صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۴۶

۵۴ مواظظ نعیمیہ ص ۳۶۹۔ گجرات

۵۵ سجاری مترجم اول ص ۵۲۵ حامد اینڈ پبلسٹی لاہور

کے مطابق ہوتا ہے پس جس قدر نعمتیں زیادہ ہوں گی شکر کا وجوب بھی زیادہ ہوگا۔
 اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے۔
 جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نعمتِ عظمیٰ ہے، سیدنا مجدد الف ثانی
 رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر شکر واجب اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ
 علیہ کے نزدیک اسی شکر کا ظاہر کرنا مستحب ہے تو پھر اعتراض کیا اور مستحب کی نشان
 کیا ہے، ہم دین کو تازہ کرنے والے دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی حضرت مجدد
 الف ثانی رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”مستحب کو لوگ کیا جانیں۔ مستحب اللہ کا پسند کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے
 پسند کیے ہوئے ایک عمل کے بدلے اگر دنیا و آخرت کو دے دے تو کچھ بھی نہ دیا۔“
 اور سنیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب
 میں علما کی طرف سے فرمایا کہ لا خیر فی الاسراف ولا اسراف فی الخیر۔ (اسراف
 میں بھلائی نہیں اور بھلائی میں اسراف نہیں)۔ آگے فرمایا:

”جس شے سے تعظیم ذکر شریف مقصود ہو، ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتی۔“

یہاں یہ کائنات کا ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمائیے: حکم ہوا: فَاَسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ
 یعنی بھلائی کے کاموں میں (ایک دوسرے پر) سبقت حاصل کر دو۔ ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔
 اب شکرِ نعمت اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ بڑی نیکی ہے تو اس

۱۰ مکتوبات دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۱۰ ۱۱ علامہ کاظمی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم —

۱۲ بحوالہ روح البیان جلد ۹ ص ۵۶ ۱۳ زبدۃ المقامات۔ اردو ص ۲۵۰ ۱۴ سیانکوٹ

۱۵ ملفوظات اول ص ۱۱۲ ۱۶ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور پروردگارِ عالم کی عظیم ترین نعمت ہے، نعمتِ الہی کا ذکر
 اور اس پر شکر اور یادگار قائم کرنا اور خوشی منانا شریعت میں ثابت ہے۔ (اسلامی تقریبات ص ۲۲)

میں سبقت کے لیے مال خرچ کرنا اسراف کیونکر ہوگا۔ اگر یہ اسراف ہے (معاذ اللہ) تو کیا اللہ تعالیٰ ایسا حکم دیتا ہے؟ (استغفر اللہ!) فاستبقوا الخیرات کی روشنی میں ٹھیک فرمایا علمائے کرام کہ لا اسراف فی الخیر یعنی نیکی کے کام میں مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔

اب رہا آرائش و زیبائش اور زیب و زینت کا اہتمام تو اس کے بارے میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے بغور ملاحظہ کیجیے۔ فرمایا: جس چیز کی طرف نظر کرنا حق کی طرف مائل کرے اور خدا کی یاد دلائے، وہ عبادت ہے۔ آج کل مسجدوں میں آرائشی محرابیں، فلک بوس مینار اور طرح طرح کی گلکاریوں کا بھی تو کوئی جواز ہوگا؟ پھر صد سالہ جشن دیوبند کی تقریبات کے انتظامات مہینہ پر ۷۰ لاکھ روپے سے زائد رقم خرچ کی گئی، پنڈال پر چار لاکھ سے بھی زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲ اپریل، امرتسر لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء) ۵۲

کیا یہاں اسراف نہیں ہوا؟ پوری دیوبندی فریت اپنے علم و فضل اور جبر و دستار سمیت موجود تھی، کیا کوئی فتویٰ نہ جاری ہو سکا؟

یہی محفل میلاد اور اس کا اہتمام و انتظام وغیرہ یعنی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کا سلیقہ طریقہ۔ تو یہ کوئی نیا کام بھی نہیں محقق دوران جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے بقول

”ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سجانے کا سلیقہ جلیل القدر امام حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے سکھایا جب آپ محبوب کی باتیں سناتے اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تو کیا کرتے، توجہ فرمائیے اور ذرا غور سے سنیے! پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طلسان اودھتے اور عامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے۔ ان کے لیے ایک تخت

مثل عروس بچھایا ہوتا۔۔۔ اس وقت باہر تشریف لاتے اور نہایت خشوع و
 خضوع سے اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے، اگر
 سُنگاتے اور اس تخت پر اس وقت بیٹھتے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی حدیث بیان کرنی ہوتی۔ (مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۱۳۰)۔ عرض کیا گیا آپ اتنا
 اہتمام کیوں فرماتے ہیں۔۔۔ فرمایا، مجھے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پیار ہے۔" لے

گویا قرآن و حدیث، علماء کی تصریحات اور جلیل القدر امام کے عمل نے اعتراض
 کو لغو ثابت کر دیا پس اہل سنت کا عمل درست اور باعثِ ثواب ہے منکرات کہ نہیں۔

ایک اور اعتراض

تم لوگ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو میلاد کی خوشیاں مناتے ہو۔ لیکن
 بارہ ربیع الاول اگر یومِ ولادت ہے تو یومِ وصال بھی ہے۔ لہذا تم آدھا
 دن خوشی کیا کرو اور آدھا دن غم منایا کرو۔ یہ غم نہ منانا تو ضرور منکرات
 سے ہے۔

اس کا جائزہ

گویا یومِ منانے پر اعتراض نہ رہا، البتہ خوشی کے ساتھ ساتھ غم منانے کا بھی
 مطالبہ کر دیا گیا۔ ہاں یہ مطالبہ ہم اہل سنت و جماعت سے ہے معتزضین اس سے
 بری ہیں، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی منائیں تو بھی ہم سُستی اور غم منائیں تو
 بھی ہم سُستی۔ ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطہ نہیں لہذا اس خوشی اور غم سے انہیں
 غرض نہیں۔

ہم تو خوشیاں مناتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں
اور ہمیں ع

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی (صلی اللہ علیہ وسلم)
اور ہم خوشیاں مناتے رہیں گے کہ شریعت میں غم کا نہیں خوشی منانے کا
حکم دیا گیا ہے۔ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، قرآن پاک نے فرمایا :
فَلْيَفْرَحُوا
چاہیے کہ (نعمت ملنے پر) خوشی کریں۔
لہذا ہم ضرور میلاد شریف کی خوشیاں منائیں گے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، فرمایا:
"شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور یہ بچہ پیدا ہونے پر اللہ
کے شکر اور خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے۔ لیکن موت کے وقت ایسی چیز کا حکم
نہیں دیا گیا بلکہ نوحہ جنع وغیرہ سے منع کر دیا ہے۔ شریعت کے مذکورہ اصول کا
تقاضا ہے کہ ربیع الاول شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت
پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ کسی وصال پر غم"۔

۱۲ ربیع الاول یوم وصال نہیں بلکہ یوم میلاد ہے۔ صدر المناظرین حضرت
علامہ مفتی محمد اشرف قادری مراٹھیاں شریف نے اس پر دلائل و معقولیت کے لبریز
شانداز علمی و تحقیقی مقالہ لکھا جو ماہ طیبہ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ آپ نے صحابہ
و تابعین رضی اللہ عنہم سے حکیم، دو ربیع الاول یوم وصال اور بارہ ربیع الاول کو
یوم ولادت باسعادت ثابت کیا ہے۔ مفتی صاحب اپنی لاجواب تحقیق کے آخر
میں فرماتے ہیں:

"ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بارہ ربیع الاول یوم میلاد ہے نہ کہ یوم وفات، لیکن اگر
بالفرض یوم وفات بھی مان لیا جائے تو میلاد کی خوشی منانا اس تاویخ کو تب بھی جائز

ہی رہے گا اور وفات کا سوگ (غم) منانا ممنوع ہوگا، کیونکہ نعمت کی خوشی منانا شرعاً اور بار بار محبوب ہے، جیسے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے نذولِ مائدہ کے دن کو اپنے اولین و آخرین کے لیے یومِ عید قرار دیا (القرآن ۵-۱۱۴) لیکن وفات کا غم وفات سے تین روز کے بعد منانا قطعاً جائز نہیں۔

اس سے پہلے تسالی شریف اور ابن ماجہ شریف کے حوالے سے فرماتے ہیں: "جموعہ کا دن، اوم علیہ السلام کا یومِ میلاد بھی ہے اور یومِ وفات بھی۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وفات کی غمی کو نظر انداز کرتے ہوئے میلاد کی خوشی کو باقی رکھا اور جمعہ کو عید منانے کا حکم دیا۔ لہذا اگر بارہ ربیع الاول کو یومِ میلاد اور یومِ وفات بھی مان لیا جائے تو وفات کی غمی وفات سے تین روز بعد ختم ہو چکی اور میلاد کی خوشی قیامت تک باقی رہے گی"۔

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ ۝

میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ ہاں معترضین خود کو مخاطبین سے خارج سمجھتے ہیں تو انہیں حق ہے ہمیں تو اپنے

۱۷ ماہِ طیبہ، اکتوبر ۱۹۰۶ء شرح مشکوٰۃ صاحبِ مرآة

مفتی احمد یار خاں سے اس کی شرح سماعت فرمائیے:

”روح البیان سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ ہماری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور ہماری وفات بھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زندگی پاک تو ظاہر ہے کہ بہتر ہے، وفات شریف کس طرح بہتر ہے؟ فرمایا، ہماری قبر النور میں ہر جمعہ اور دو شنبہ کو تمہارے اعمال پیش ہوتے رہیں گے۔ نیک اعمال دیکھ کر تو سم رب کا شکر کریں گے اور برے

اعمال دیکھ کر تمہارے لیے مغفرت کی دعا کریں گے۔ (شان حبیب الرحمن ص ۱۳۲)

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمانِ عالیشان سے خوشی اور مسرت ہی حاصل ہوتی ہے اور ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

پھر ہم غم کیوں منائیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثِ پاک:

“الانبياء احياء في قبورهم تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں (علیہم السلام) کو کسی دیگر محدثین کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت، دوم، اردو ص ۴۳

میں حضرت شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین (مترجم ص ۸۲) میں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹ میں (رحمۃ اللہ علیہم)، علامہ سید محمود احمد رضوی نے فیوض الباری پ ۱۱۶، اور مولانا اشرف علی تھالوی نے نشر الطیب (المطابعیوں فیصل) میں نقل کیا ہے۔

علامہ سید محمود احمد رضوی نے اسی فیوض الباری پ ۱۱۴ پر حیات نبوی صلی

اللہ علیہ وسلم پر اجماع نقل کیا ہے۔ دیوبندی مفتی محمد شفیع کراچی سیرۃ رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم ص ۶۳ میں جمہور امت کا عقیدہ قرار دیتے ہیں، اور جدید علمائے دیوبند کہتے

ہیں: ”ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے“

پھر حضور اقدس رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر چیز آپ کی رحمتوں اور برکتوں

سے فیض یاب ہو رہی ہے اور یہ سب کچھ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث

ہے۔ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اختیارات و صفات کے ساتھ زندہ

ہیں تو غم کس بات کا؟

لہذا خوشیاں منانا ہی جائز ہے نہ کہ غم۔ اور غم نہ منانا منکرات سے نہیں بلکہ غم

منانا یا اس کی ترغیب دینا منکرات سے ہے۔ الحمد للہ! یہ اعتراض بھی باطل ہوا۔

منکرات کیا ہیں ؟

ہم یہاں چند منکرات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ شائقین محفل میلاد شریف انتظام و اہتمام کے وقت محتاط رہ کر زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکیں اور یوں ان محافل کا تقدس بھی خراب نہ ہونے پائے۔

۱۔ آلاتِ محرمات کا استعمال۔

۲۔ فرض نمازوں سے غفلت۔

۳۔ چندہ کرتے وقت اہل محلہ اور راہ گیروں پر بیجا پابندی۔

۴۔ مخلوط اجتماعات (ایسے اجتماعات جن میں مرد و زن اکٹھے ہوں)

۵۔ جاندار چیزوں کے ماڈل شکل طواف کعبہ شریف یا کوئی اور صورت

بہر صورت، ہماری یہی گزارش ہے کہ منکرات سے ضرور اجتناب

کیا جائے تھوڑا ہو لیکن صحیح ہو۔ "خذ ما صفا ودع ما کدار" یعنی

معقول بات اختیار کریں اور بُری بات کو ترک کر دیں۔ اللہ توفیق دے

جب ہم لوگ اپنی محفلوں کو منکرات سے خالی رکھیں گے تو امید ہے،

اردگرد سے انگلیاں نہیں اٹھ سکیں گی۔

مانعین بدعتِ حسنة اور محفل میلاد

یہاں ہم مانعین کی نہایت معتبر کتاب سے جواز محفل میلاد پر

شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ ہر قسم کی غلط فہمی دور ہو جائے۔ لکھا ہے۔

"حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی

ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے

کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعتِ سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاوہ ہے ان کا ذکر ہمارے

تاریخ ولادت اور عمل امت

تواریخ حبیب اللہ میں ہے "حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے ازویاد محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں مکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں حاضر ہوا اس مجلس میں جو مکہ معظمہ میں مکان مولد شریف میں تھی بارہویں ربیع الاول کو اور ذکر ولادت شریف اور خوارق عادات وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایجاہ گی کچھ انوار اس مجلس سے بلند ہوئے۔ میں نے ان میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ملائکہ کے جو ایسی محافل متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور بھی انوار تھے رحمت الہی کے۔ انتہی ہے۔

امام ابو شامہ جو امام نووی شایح صحیح مسلم کے اتاذ الحدیث ہیں فرماتے ہیں ازوجہ ہمارے زمانہ میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت

تواریخ حبیب اللہ مطبوعہ معظم پرنٹرز لاہور۔ اس کتاب سے خود مولانا اشرف علی صاحب نے نشر الطیب کی تصنیف و تالیف میں استفادہ کیا ہے دیکھئے نشر الطیب مقدمہ مضمون اول۔ نیز اقوال الجلی اردو ص ۱۶۲-۱۶۳ دیکھئے۔

کے لیے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں۔

سندالمدین حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں:

”ہر دور میں اکابر اسلام جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عظمت و
احترام سے مناتے اور اس کی فضیلت و برکت سے فیض یاب ہوتے رہے۔“

مولانا عبد السمیع رامپوری نے شرق و غرب کے ایسے ۳۰ مہتمم اور جید
محدثین و فقہاء کے نام لکھے ہیں جنہوں نے محفل مولود شریف کو مستحب و مستحسن فرمایا ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے منقول ہے کہ

”بارہ ربیع الاول کو میں نے قدیم دستور کے مطابق (یعنی یہ کوئی نیا کام نہیں)
قرآن پاک کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیاندہ کے طور
پر کچھ تقسیم کیا اور موئے شریف کی زیارت کرائی۔“

اور علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

اگر ہم ہر روز حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کا میلاد مناتے تب بھی واجب تھا۔
مَوْلِدًا قَدْ كَانَ وَاجِبًا

حضرت امام قسطلانی شارح بخاری کی مواہب سے منقول ہے:

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے ہینہ میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں

۱۔ سیرۃ الحلبيہ ص ۸ جلد اول۔ بحوالہ ضیائے حرم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۱۳۱ ص ۲۲۲

بحوالہ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۴۰۔ اسے مولانا اسماعیل دہلوی نے بھی

رسالہ چہارہ مسائل میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان ص ۱۱۵)

۲۔ دیکھیے انوارِ ساطعہ ص ۲۲۸

۳۔ دینِ مصطفیٰ ص ۳۴

۴۔ القول الجلی کی بازیافت ص ۳۰-۵۸ بحوالہ القول الجلی ص ۴۰، القول الجلی اردو ص ۱۸۴، ۶۹

۵۔ میلاد الرسول ص ۴۲ صلی اللہ علیہ وسلم (اردو ترجمہ مولد الحروس)

منعقد کرتے چلے آئے ہیں، اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوتِ طعام کرتے رہے، اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرورِ ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کر رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولدِ کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے؛ اور اس کے خواص سے یہ امر محبوب ہے کہ انعقادِ محفلِ میلاد اس سال میں موجبِ امن و امان ہوتا ہے اور یہ مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہِ میلادِ مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا! لہ

حضرت شیخ قطب الدین حنفی سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں :

”۱۳ ربیع الاول کی رات ہر سال یا قاعدہ مسجدِ حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا تھا۔ تمام علاقوں کے علماء و فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ) کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجدِ حرام میں اکٹھے ہو جاتے، ادائیگی نماز کے بعد سوقِ البیل سے گزرتے ہوئے مولدِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (وہ مکان مبارک جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی) کی زیارت کے لیے جاتے ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فالوس اور مشعلیں ہوتیں (گویا وہ ایک مشعل بردار منظم جلوس ہوتا)، وہاں لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہو جاتا کہ جگہ نہ ملتی پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے، تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہوتی اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجدِ حرام میں آجاتے۔ الخ“ لہ

لہ علامہ کاظمی میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۵ تا ۳۷، اسلامی تقریبات ص ۱۱، برکاتِ میلادِ شریف ص ۱۱-۱۲

لہ ضیائے حرم عیدِ میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۹

حضرت علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے :

”تین صدیوں تک محفل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضابطہ میں آئی پھر جو اس کا سلسلہ شروع ہوا تو آج تک قائم ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

”اس کے بعد سے برابر تمام ملکوں اور شہروں میں اہل اسلام عید میلاد مناتے رہے ہیں۔ اس روز لوگ مختلف صدقہ دیتے ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات سناتے ہیں جس کے برکات ان پر ظاہر ہوتے آئے ہیں“

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ

”۱۲ ربیع الاول کو ان کے ہاں لوگ جمع ہوتے، درود کا دور رہتا، پھر شاہ صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور بعض احادیث سناتے۔ اس کے بعد ذکر ولادت، رضاعت“

حلیہ شریف اور آثار وغیرہ کا ذکر ہوتا، پھر جو کچھ سامنے ہوتا کھانا یا مٹھالی، اس پر فاتحہ دے کر حاضرین مجلس میں تقسیم کر دی جاتی۔
 موئے مبارک کی زیارت بھی کرائی جاتی۔“

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
 ”اور ہمیشہ سے ہی مسلمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ولادت کے مہینہ میں محفلیں (میلاد کی) کرتے ہیں اور کھانے (شیرینی وغیرہ) پکھا کر اس مہینہ کی راتوں میں طرح طرح کے تحفہ جات خوب تقسیم کرتے ہیں“

۱۔ جانِ جاناں ص ۹۲ بحوالہ انوار قطب مدینہ لاہور ۴۶۵، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۴۸
 جا بحق اول ص ۲۳۶ بحوالہ روح البیان ضیائے حرم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۳۳۳

۲۔ الدر المنظم ص ۸۹ بحوالہ جانِ جاناں ص ۱۱۵

۳۔ ما ثبت من السنۃ مترجم ص ۱۵۵ مطبوعہ پنجاب نیشنل پریس لاہور۔

تاریخ ولادت کے ہائے فرماتے ہیں :-

” لیکن پہلا قول یعنی بارہ ربیع الاول کا زیادہ مشہور و اکثر ہے
اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ ولادت شریف کے مقام کی زیارت
اسی رات کو کرتے ہیں۔ اور میثلا شریف پڑھتے ہیں۔“

ربیع کا چاند لایا آمنہ کے چاند کی خوشیاں
لگا ہے ہر کوئی میثلا کی محفل سجانے میں

جلوس میلاد

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہمارے حضور شافع یوم النشور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت
ہیں اور ذکرِ نعمت ضروری تو جلوس میلاد کا مقصد بھی یہی ذکرِ نعمت
یعنی ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جلوس میلاد میں آخر ہوتا
کیا ہے؟ یہی ذکرِ نعمتِ خدا، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت، درود پاک
کے نعمات، نعمتوں کی بہتات، سیرت کے واقعات، سرکار کے فیوض و
برکات، فضائل و کمالات اور خصائل و معجزات پر روح پرور بیانات
یہ سب کچھ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہے۔ یہی ہمارا ذوق
ہے اور یہی ہمارا شوق ہے

کے مدارج النبوت۔ اردو، دوم ص ۲۳ اور محدث ابن جوزی نے المیلاد النبوی صلی اللہ

علیہ وسلم اور الوفا (اردو) ص ۱۱۸ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

ہمارا مقصد حیاتِ ذکرِ شانِ مصطفیٰ ہماری منزلِ مراد آستانِ مصطفیٰ
ہمارا ذوقِ گفتگو فقط بیانِ مصطفیٰ زبانِ پئے درودِ پاکِ لبِ پئے سلامِ

غلام ہیں غلام ہیں رسول کے غلام ہیں صلاۃ جلیلہ

غور فرمائیے ذکرِ نعمتِ خدا پر مشتمل اس جلوس میں کونسی ایسی بات
ہے جس سے یہ تقریب ناجائز ہو جائے۔ حلت و حرمت اور اباحت
سے متعلق پیش کردہ قواعد و ضوابط کی رو سے یہ جائز و باصواب ہے۔
اگر ہیئت اور طرزِ جلوس پر اعتراض کیا جائے تو یہی اعتراض
عام دینی جلسوں پر قائم ہو جائے گا اور کسی بھی اصولِ شریعت کے
تحت ان تقریبات کو مستثنیٰ نہیں کیا جاسکے گا اور بوجہ ہیئتِ جدیدہ
یہ تقریبات بھی ناجائز ہو جائیں گی۔ اگر دیگر دینی جلسے بہ ہیئتِ جدیدہ
کثیر اخراجات کے ساتھ جائز و باصواب ہیں تو محض اس لئے کہ ان
میں "تبلیغِ دین" اصل ہے اور وہ ثابت تو تبلیغِ زمانہ کے حالات کے
مطابق کسی طرز اور ہیئت سے کیجئے جائز ہے۔ اس لئے وہ جلسے اور دیگر
دینی پروگرام جائز۔ لہذا اسی پہنچ پر پہل ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تبلیغ
دین کے باعث جلوس بھی روا ہوا۔ اس لئے کہ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اور تبلیغِ دین کے لئے شریعت نے کوئی طرز اور ہیئت مقرر نہیں فرمائی۔ اور
نہ ہی اس طرزِ جلوس سے انکار کیا ہے۔ پس اس ہیئتِ جلوس کو غلط

لے جناب عامر عثمانی فاضل دیوبند کہتے ہیں کہ
"ایک شخص کو اختیار ہے کہ لوگوں کو حدیثِ مسانے اونٹ پر بیٹھ کر جائے یا ریل
پر، یا فرش پر بیٹھ کر سائے، یا تخت پر، کوئی بھی ایسا طریقہ جس میں دین کے کسی حکم کی
نافرمانی نہ ہوتی ہو، جائز ہوگا اور بدعت نہ کہلائے گا۔" (بدعت کیا ہے ص ۲۱۷)

کہنا اس کا اپنی طرف سے تقرر کرنا ہوگا جو جناب شارع علیہ الصلوٰۃ و السلام سے ثابت نہیں۔ یعنی تبلیغ دین اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت نے مطلق فرما دیا ہے۔ کسی قسم کی کوئی بھی قید نہیں لگائی لہذا کوئی قید ذاتی قید ہوگی۔ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کہتے ہیں "جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے اپنی عقل سے اس میں قید لگانا حرام ہے" لے

لہذا یہ جلوس بہ ہیئت جدیدہ جائز ہی ہوگا۔
اب اس مطلق امر پر قید کون لگانا ہے؟ دیکھیں ہم تو تبلیغ دین اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی کرتے ہیں اور مؤخط و تقاریر کے ذریعے بھی۔ محفل و مجلس میں بھی کرتے ہیں اور جلسہ جلوس میں بھی گویا ہمارے نزدیک کوئی قید ضروری نہیں ہے کہ اس طرح ہوگا تو درست ہوگا اس طرح ہوگا تو ثواب نہیں ہوگا۔ لیکن مانعین نے طرز جلوس کو بیجا طور پر غلط کہہ کر خود قید لگالی اور مطلق کو مقید کر کے اپنے ہی قاعدہ کے مطابق جرم اپنے ذمہ لے لیا۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں "کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے"۔

دیکھ لیجئے ہم نے تو مطلق کو مطلق ہی جانا ہے لیکن یار لوگوں نے خود ہی مطلق سے انکار کر کے اور جلوس کو ناجائز کہہ کر بدعت ضلالہ کا ارتکاب کر لیا ہے۔ بھئی جب شریعت نے مطلق فرما دیا ہے تو پھر کسی طرز سے بھی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو پیرت جان لو صحیح مان لو اسی میں فائدہ ہے۔

نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
 ترس گئے ہیں کسی مرد راہ وال کے لئے
 جلوس مبارک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے اور تحدیثِ نعمتِ عظمیٰ کا مظاہرہ
 بھی۔ پھر رب تعالیٰ کی نعمتِ خاص کا گلی گلی چرچا اور رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیونکر ممنوع ہوگا جبکہ رب تعالیٰ خود فرماتا ہے
 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

”اے محبوب ہم نے تمہارا ذکر تمہارے لئے بلند کر دیا“

ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر

ذکر اونچا ہے ترا بول ہے بالائیں

اس پکشنِ انتظام و انصرام سے تو شوکتِ اسلام اجاگر ہو جاتی ہے
 جس سے بے عمل مسلمانوں کے دلوں میں بھی شرکت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے
 اور ان پڑھ لوگ بھی فضائل و محامد سننے کی خاطر شامل ہو جاتے ہیں اور
 جب وہ صورت و سیرتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التناہی پر مطلع ہوتے ہیں تو
 جذبہ حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سنتِ مطہرہ پر عمل اور اس کی
 پابندی پر آمادہ کرتا ہے۔ مقلب القلوب اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے دلوں
 کو بے عملی سے عملِ کامل کی طرف پھیرنے پر قادر ہے۔ یہ تو کھافسق و فحور
 میں مبتلا مسلمانوں کے لئے درسِ عمل یہاں تو غیر مسلموں پر بھی اسلام
 اور بانیِ اسلام کی عظمت، عزت، حقانیت اور شوکت واضح ہو جاتی
 ہے۔ اب بتائیے ان مقاصد کے پیش نظر اس حسنِ نیت سے جلوس کیونکر
 ناجائز ہو گیا؟

سرکار کے ظہور پر نور کا روز سعید اظہارِ مسرت اور تحدیثِ نعمت کا

موقع ہوتا ہے۔ کیونکہ حصول نعمت پر جس قدر ناز کیا جائے کم ہے اور یوں کہنا کہ اس میں چھوٹے بڑے کی قید نہیں ہر کسی کے لئے جشن ہونا چاہیے تو ایسی عقل کو ہمارا سلام ہے جو پھول اور کانٹے میں امتیاز نہیں کرتی۔ جو عام اور خاص میں فرق ضروری نہیں جانتی جو محبوب خدا اور مخلوق میں سے شاہکار خدا کو محبوب خدا اور شاہکار خدا نہیں مانتی۔ خداوند تعالیٰ نے قید رکھی ہے یہ ضروری نہیں جانتی۔ بغض رسالت کی حامل یہ عقل اپنے دامن میں نفرت و حسد کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی۔ اللہ پناہ دے اور اپنے محبوب کی صحیح محبت عطا فرمائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم تو سب نعمتوں پر اظہار تشکر کرتے ہیں۔ لیکن سرکار کی تشریف آوری عرش و فرش کے شہریار، حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد چونکہ خود منفرد و بیمثال ہے اس لئے اس پر خوشی بھی منفرد ہونی چاہیے۔ ہم تخصیص اور اس کی وجہ پہلے ثابت کر چکے ہیں۔

مطالبہ

اچھا جی اگر طرز جلوس کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو پھر ہم اس کو جائز تسلیم کر لیں گے۔

حاضر ہے

ملاحظہ کیجئے! بخاری شریف غزوة الفتح

”حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ارمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے ہیں قدید میں قبائل کو علیحدہ علیحدہ جھنڈے دیئے جاتے ہیں۔ بڑاؤ مرالظہر ان ہوتا ہے“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمام فوج الگ الگ جگہ (دس یا بارہ ہزار جگہ - مدارج النبوت) آگ روشن کرتی ہے۔ اہل مکہ تجسس حال کے لئے جناب ابوسفیان وغیرہ کو بھیجتے ہیں۔ حفاظتی دستہ انھیں پکڑ کر خدمت اقدس میں پہنچا دیتا ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایمان لے آتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر اسلام مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہونے لگتے ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کو لشکر اسلام کی تنگ گذرگاہ پر لیجا کر کھڑا کر دو تاکہ افواج الہی یعنی مسلمانوں کی قوت کا نظارہ کر سکے (اور رعب و ہیبت اسلام اسکے دل میں جاگزیں ہو) اور حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر ایسی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مختلف قبائل دستوں کی صورت میں اپنے اپنے علیحدہ جھنڈوں کے ساتھ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرتے ہیں اور خوب خوب عظمت اسلام و شوکت بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

دیکھیں اور غور فرمائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی شوکت بلند کرنے کیلئے علیحدہ علیحدہ جھنڈوں کے ساتھ دستوں کی شکل میں ہر قبیلے کو علیحدہ گزرنے کو فرمایا تاکہ ابوسفیان اور دیگر اہل مکہ کے سامنے اسلام اور بانی اسلام کی جلالت شان ظاہر ہو۔

یہاں سے طرز جلوس بھی ثابت ہوگئی اور مقصد جلوس بھی ورنہ ابوسفیان کے سامنے سے یوں اہتمام سے منظم طور پر گزرنے کا فائدہ کیا ہو سکتا ہے۔ لہذا اہل سنت و جماعت کا عمل درست ثابت ہو گیا۔

دوسرا مطالبہ

یہ تو درست ہے کہ اس محولہ بالا اہتمام و انصرام سے حضور کریم کا
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد شوکت اسلام ہی تھا اور واقعی یہ ایک
جلوس کی ہی شکل تھی لیکن ہم تو چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی واضح دلیل پیش
کی جائے جس سے خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی جلوس کا اہتمام
ثابت ہو جائے۔

یہ بھی حاضر ہے

بغور دیکھئے! ہم ہجرت کے موقع پر مدینہ منورہ میں سول خدا
حبیب کبریٰ شہنشاہ دوسرا کے ورود مسعود کا ذکر کرتے ہیں
(صلی اللہ علیہ وسلم)۔ نثر الطیب وغیرہ میں ہے کہ
”مدینے کے لوگ بخیاں تشریف آوری آپ کے ہر روز
واسطے استقبال کے مکے کی راہ پر آتے اور قریب دوپہر کے
پھر جاتے بروز داخل (مدینہ میں) ہونے آپ کے بھی حسب
عادت واسطے استقبال کے آتے تھے اور بسبب ہو جانے دیر کے
پھر چلے تھے کہ یکبارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلے پر سے آپ
کی سواری دیکھی اور چلنے کے پھرنے والوں سے کہا :-
يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ هَذَا جَدُّكُمْ (اے گروہ عرب یہ مطلب تمہارا ہے)
وہ لوگ پھرے اور آپ کے ساتھ ہو کے مدینہ میں داخل ہوئے
کمال خوشی اہل مدینہ کو حاصل ہوئی۔ لڑکیاں انصار کی گاتی

تھیں۔ شعر (دو عدد)

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ تَنْبِيَاتِ الْعَدَاةِ

وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا رَبُّهُ دَاغِ

”طلوع کیا بدر نے ہم پر ثنیاات الوداع سے، واجب ہوا شکر

ہم پر جب تک دعا کرے اللہ سے کوئی دعا کرنے والا“

”پھر آپ نے اندر شہر مدینہ کے تشریف رکھنے کا

ارادہ کیا لوگ شہر کے کمال ممتنی اس بات کے تھے اور ہر ایک

کی آرزو تھی کہ آپ ہمارے محلہ میں تشریف رکھیں جب آپ

سوار ہوئے ہر قبیلے کے لوگ ساتھ ہوئے اور وہی درخواست

بر زبان تھی آپ نے فرمایا اونٹنی میری مامور ہے جہاں یہ

بیٹھ جاوے گی وہیں میں مقیم ہوں گا“

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم اور میں مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ طیبہ پہنچے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے نکلے

کچھ سپہیل اور کچھ اونٹوں پر سوار تھے، اور خدام و صبیان (بچے) راستوں میں دوڑ

رہے تھے اور پکار رہے تھے:

اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ اکبر رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء تشریف لائے محمد (خدا و خلق کے

نزدیک قابل حمد و ثنا، صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے)“

۱۰ امام جوزی کی الوفا۔ اردو، ص ۳۰۲ اور امام سیوطی علیہ الرحمۃ کی الختم النسخ البکری۔ اردو، میں

واقعہ ہجرت کے تحت بھی یہ اشعار مرقوم ہیں (ج ۱، ص ۳۶۵)

۱۱ تاریخ حبیب الہ ص ۶۶ مطبوعہ لاہور۔ نشر الطیب ص ۱۱۱ مطبوعہ تاج کمپنی۔ ہجرت مدینہ ص ۱۱۱،

علامہ شبلی نعمانی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ص ۶۲۔ تاریخ حبیب الہ ص ۶۲۔ نشر الطیب ص ۱۱۱

۱۲ الوفا۔ اردو ص ۲۹۸

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

”لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جو شہر
مسرت سے پیش قدمی کے لیے دوڑے۔ آپ کے نہالی رشتہ دار بنو نجار ہتھیار
سج کر آئے۔ قبا سے مدینہ تک دو روپہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں۔“

کیوں جناب اسے جلوس ہی کہا جاتا ہے؟ حضور
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں ہر قبیلہ کے لوگ جلو میں
ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عزت و تکریم اور جاہ و
وقار کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگوں
کا کسی خاص موقع پر اکٹھے ہو کر بازاروں وغیرہ سے گزرتا ہی جلوس
کہلاتا ہے۔ اب فرمائیے! سرکار کے جلو میں کون لوگ ہیں۔
یہ کن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں آمد پر
جلوس کی شکل اختیار کی ہے؟

یہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم ہیں۔ جلوس بنانے والے صحابہ اور اس سے منع
نے فرمانے والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جس امر خاص کو
دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہیں اور انکار نہ فرمائیں
اسے حدیث تقریری کہتے ہیں تو گویا جلوس مصطفیٰ صلی اللہ

۱۔ ہجرت مدینہ میں نیشنل بینک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۲۔ فیوض الباری میں ہے کہ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔
تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا، یا حضور علیہ السلام نے
کسی کام پر اطلاع پائی اور آپ نے انکار نہ فرمایا اور اس کی توثیق فرمادی اور اس پر سکوت فرمایا۔“
۳۔ (فیوض الباری، پ ۱، مقدمہ)
مخاضین کے سکاڑا ڈاکٹر خالد محمود ڈاکٹر میٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر لکھتے ہیں کہ — البقیہ اگلے صفحہ پر

علیہ وسلم کی اصل خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگی

غور طلب

بعض اچھے ہوئے اور پریشان لوگ جو یہ کہتے ہیں چھوٹے بڑے کی قید نہیں۔ ہر کسی کے لئے جتن ہونا چاہیے تو بتائیے کیا مکہ شریف سے ہجرت کرنے والوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مدینہ طیبہ تشریف لاتے رہے یا نہیں۔ ضرور تشریف لاتے رہے۔ تو کیا یہ استقبال وغیرہ کے اہتمام اور جلوس کی مذکورہ صورتیں اور ان کی آمد پر اصل مدینہ کی طرف سے اس قدر خوشیوں کے غلغلے ہوتے رہے یا کہ یہ اہتمام استقبال و جلوس صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے کیا گیا۔ ذرا تصور فرمائیں کہ وہ کیسا خوبصورت اور خوش کن منظر ہوگا بلکہ موجودہ زبان میں جشن کا سماں کہیں تو خوب مناسب رہے گا۔

اب دیکھئے اختیار الامت اہل مدینہ نے چھوٹے بڑے کی قید کو ملحوظ خاطر

(بقیہ صفحہ گزشتہ) "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی احادیث کے ساتھ ساتھ آپ کی تقریری احادیث بھی علم حدیث کا سرمایہ سمجھی گئیں۔ آپ زبان مبارک سے تائید فرمادیں یہ تو ایک طرف رہا، آپ کی نظر مبارک پڑ جائے اور آپ خاموش رہیں تو اسے بھی آپ کی منظوری سمجھا جائے گا۔" (آثار الحدیث جلد اول ص ۴۵، دارالمعارف لاہور)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر کسی قول یا فعل پر حضور علیہ السلام خاموشی اختیار فرمائیں اور اس کے کرنے والے کو نہ تو منع فرمائیں اور نہ اس کے کرنے پر حوصلہ افزائی فرمائیں تو حضور علیہ السلام کی یہ خاموشی اس فعل کے جواز کی دلیل ہے۔" (کتاب الشفا جلد دوم اردو، مکتبہ نبویہ لاہور)

۱۵ دیکھئے بخاری شریف ۵۱۔ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ: "میں نے اہل مدینہ کو اتنی خوشی منانے کی نہیں دیکھا جتنی خوشی انھیں سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ہوئی۔" نواب صدیق حسن بھوپالی بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کو حضرت کی تشریف آوری سے نہایت دیر کے خوشی حاصل ہوئی۔ (الشامۃ الخبرہ ص ۳۴)

رکھا ہے یا نہیں۔ عقیدہ محض دکھائے گا تو نہیں ہونا چاہیے بلکہ صحیح ہونا چاہیے اور عمل بھی عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق ہونا چاہیے عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور تائید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ امید ہے اپنے عقائد ضرور درست کر لئے جائیں گے اور یوں مخالفت صحابہ سے بچنے کی صورت بھی بن جائیگی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بھی نصیب ہوگا اور جب یہ ادب حاصل ہوگا تو محبت پیدا ہوگی ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور جب محبت ہوگی تو سرکار کی ہر ادا آپ کی ہر نسبت اور ہر سنت سے محبت ہوگی۔ اور یہ اتباع کاملہ کا سبب بن جائے گی جو "فاتجونی" کا مصداق بنا کر "بجیبکم اللہ" کے شرف سے مشرف کر دے گی اور پھر علامہ اقبال جو اب شکوہ میں رب العرش کی طرف سے فرماتے ہیں۔

کی مجر سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
(صلی اللہ علیہ وسلم)

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا استقبال و جلوس

یہاں ہم انوکھا اور منفرد ثبوت پیش کر رہے ہیں جو امام بخاری کے مقلدین (عمل امام بخاری کو حجت تسلیم کرنے والوں) کے لئے ہمارے استدلال پر زبردست دلیل ہے۔

اے مخالفین ہی سے مولانا محمد منظور نعمانی رقم طراز ہیں کہ:

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے ان کی اطاعت لازم ہے بلکہ حق پر ہے کہ کامل اطاعت محبت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ (معارف الحدیث حصہ دوم ص ۲۸۰، مکتبہ رشیدیہ ساہیوال)

سنہ ۲۵ھ میں امام بخاری نے نیشاپور آنے کا پروگرام بنایا اس خبر کو سنتے ہی اہالیان نیشاپور میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی اس زمانہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپور کی علمی ریاست کے والی تھے۔ محمد بن یحییٰ ذہلی نے شہر کے لوگوں کو امام بخاری کے استقبال کی تلقین کی چنانچہ لوگوں کے ایک انبوه کثیر نے محمد بن یحییٰ کی قیادت میں شہر سے تین مرحلہ آگے جا کر امام بخاری کا استقبال کیا اور انتہائی تزک و احتشام سے امام بخاری کو شہر میں لے کر آئے۔ امام مسلم بن حجاج کہتے ہیں، میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا نہ کسی حاکم کا نہ پھر امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علوم، بلاد اسلامی کی رحلت و سیاحت اور مشائخ سے اکتساب فیض سے فارغ ہو کر اپنے وطن مالوف بخارا شریف میں جو آپ کی جلد سے پیدائش بھی ہے واپس تشریف لائے تو اہل بخار نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم اور آپ کا بڑا ادب و احترام کیا۔ بخارا شریف سے تین میل باہر جا کر آپ کا استقبال کیا اور اس تین میل کے پورے راستے میں آپ کے اعزاز و اکرام میں

۱۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی اور ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہما الرحمۃ کا عمل بھی ملاحظہ ہو: "تیسری مرتبہ جب آپ (حضرت مجدد الف ثانی) حضرت (خواجہ باقی باللہ علیہما الرحمۃ) کی خدمت میں پہنچے اور حضرت نے آپ کی آمد کی خبر سنی، تو پا پیادہ آپ کے استقبال کے لیے قلعہ فیروزی سے جو حضرت کا مسکن مبارک تھا، کابل دروازہ تک پہنچے۔ اور بیت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو ہمراہ لے گئے۔ غرض کہ اس تیسری مرتبہ حضرت خواجہ نے آپ کا احترام و اکرام حد سے زیادہ کیا۔" (حضرات القدس: دوم، اردو ص ۲۲)

۲۔ تذکرۃ المحققین ص ۱۹ مطبوعہ لاہور۔ فیوض الباری، پ ۳۲۔ اور تقی الدین ندوی نمائندگی کی کتاب "محمد بن عظام اور اسکے علمی کارنامے" کے صفحہ ۱۲۳ پر بھی ایسی ہی عبارت موجود ہے۔

قبے اور خیمے نصب کئے اور آپ پر درہم و دینار اور زر و جواہر
نچا ور کئے۔" ۱۷

غور فرمائیں امام بخاری کے لئے جلوس، ان کے علوم و تربیت کے اظہار
کے لئے ان کا استقبال اور درہم و دینار کا نچاؤ کیا جانا ثابت ہو رہا
ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگر جلوس کو برا سمجھتے تو واپس لوٹ
جاتے۔ برضا و رغبت جلوس میں نہ چلتے بلکہ راستے میں خیمے لگانے
والوں اور دینار نچاؤ کرنے والوں کو اسراف کا مرتکب قرار دے
کر توبہ کی تلقین کر دیتے۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی کوئی
بات ثابت نہیں ہے۔ گویا آپ کے نزدیک جلوس بدعت نہیں
تھا۔ اگر بدعت ہوتا تو آپ منع فرما دیتے۔ پتہ چلا کہ آجکل جو لوگ
اس کو ناجائز اور حرام کہہ رہے ہیں وہ محض تعصب کا شکار ہیں۔
امام بخاری سمیت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے اور انھیں الجھن بھی یہی ہے

فکر بے نود ترا، جذب عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تاریا

ضروری بات

اور یہ کہنا کہ کیا جلوس کا حکم دیا گیا ہے ہم کہتے ہیں اگر ایسا حکم ہوتا
تو پھر یا فرض ہوتا یا واجب۔ ہم تو نہ فرض جانیں اور نہ واجب ہم

۱۷ اشعۃ المعانی جلد اول ص ۲۵۰ فیوض الباری ص ۳۲ اور تذکرۃ المحدثین میں بھی کچھ ایسے ہی درج ہے؛
بلکہ سلطان سنجر کے دربار شاہی سے اٹھ کر امام صاحب (امام غزالی) شہر (طوس) میں آئے، تمام
شہر استقبال کو نکلا اور لوگوں نے جشن عام کر کے امام صاحب پر زور و جواہر شمار کیے (الغزالی ص ۲۵)

تو مستحب سمجھ کر ثواب کی خاطر تحدیثِ نعمت کے لئے یہ عمل کرتے ہیں اور اس پر شریعت میں کوئی پابندی نہیں۔

پھر حیرت ہے جو لوگ ووٹوں کے حصول کے لئے جلوس نکال لیتے ہیں اپنے اکابر کے جلوس نکالتے ہیں ان میں سے ہی دورِ کجی میں انتخابی مہم کے دوران ایک جماعتِ معترضین (جماعتِ اسلامی) نے بمقام لاہور، یومِ شوکتِ اسلام کا جلوس نکالا۔ وہی لوگ جلوسِ عیدِ میلاد النبی صلی علیہ وسلم کو ناجائز اور بدعت کہہ دیتے ہیں۔ "العیاذ باللہ" حالانکہ یہ جلوس محض عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شوکتِ اسلام کا مظہر ہوتا ہے۔

بتائے دورِ کجی میں بمقام لاہور "یومِ شوکتِ اسلام" کا جلوس کس نصِ شرعی سے "سنت" تھا۔ اگر بدعت کہتے ہیں ہی تھا تو اس کا ارتکاب کیوں کیا گیا۔ منتظمین جلوس ہذا کس سزا کے مستحق ہیں کیونکہ ان کے یہاں تو ہر نئی چیز یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ یہ کیسی دورِ کجی شریعت ہے کہ حصولِ اقتدار کیلئے جلوس جائز ہوں۔ ان کے اکابر کے استقبالیہ جلوس جائز ہوں۔ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۷۷ء کے سیاسی و غیر سیاسی جلوس جائز ہوں اور یومِ شوکتِ اسلام کا ان کی طرف سے نکالا ہوا جلوس جائز ہو۔ حالانکہ اگر یہ اچھا تھا تو اس کا ترک ضرور ناراضگیِ رب تعالیٰ کا باعث ہے۔ اس کا ترک ظاہر کرتا ہے کہ یہ جلوس محض حصولِ اقتدار کے لئے تھا۔ شوکتِ اسلام کا نام دے دیا گیا اور نہ کیا اب شوکتِ اسلام کے اظہار کی ضرورت نہیں رہی؟

ہاں تو دیکھئے کہ ان کے نکالے ہوئے سب جلوس جائز لیکن اگر ہم حضور سرکارِ دو عالم کی خوشنسی میں جلوس نکالیں اور اسلام اور

بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار کریں تو نا جائز ہے
(العیاذ باللہ)

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت و ناجائز کہنے والی شریعت نے خود اپنی درگاہ دیوبند کا صد سالہ جشن منایا، اس میں اندرا گاندھی علیہا ما علیہا جیسی سفاک و مشرکہ کو مہمان خصوصی بنایا اور اپنے اسٹیج پر بٹھایا جو اس کی محبت و عقیدت اور تعظیم و تکریم کا مزہ بولتا ثبوت ہے۔ کیا کتاب و سنت سے اس قبیح حرکت کا جواز پیش کیا جا سکتا ہے؟ یہ استفسار اس لئے کیا گیا ہے کہ اس خانہ ساز شریعت میں کتاب و سنت پر بظاہر بڑا زور دیا جاتا ہے ورنہ سب جانتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے؟
کھل گیا ہے جھوٹ ان کا اٹھ گیا ہے اعتبار

ع

۱۔ (یہ لوگ) ربوہ میں ہر سال ۱۳ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے اور جلوس نکالتے ہیں (رضائے مصطفیٰ گو جزوالہ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ اول۔
۲۔ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (الحديث)۔ (ریاض الصالحین بحوالہ بخاری و مسلم)
بھارت کی آنجہانی وزیراعظم مندر اندرا گاندھی نے تقریبات کا افتتاح کیا (روزنامہ نوائے وقت، مشرق، مورخہ ۲۲، ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء بحوالہ دیوبندی حقائق ص ۲۰۱)
اور بانی دیوبند کے نواسے اور دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اندرا دیوبند کو عزت مآب وزیراعظم ہندوستان کہہ کر خیر مقدم کیا اور اسے بڑی بڑی ہستیوں میں شمار کیا۔ (دیوبندی حقائق ص ۲۰۱)

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب ایسے نیک کام کو ناجائز کہنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ خود کتاب و سنت نے اسے پسند فرمایا ہے۔ مردوں کے لئے استغفار و ایصالِ ثواب سے منع کرنے والوں کا نقطہ نظر یوں ظاہر ہوتا ہے۔

- ۱۔ یا تو خداوند تعالیٰ اس ایصالِ ثواب کو پسند نہیں کرتا اور یہ محض بیکار عمل ہے۔
- ۲۔ یا کوئی بھی ایصالِ ثواب کا اہل نہیں اور کسی فوت شدہ

۱۔ شارح بخاری فقیہہ و محقق حضرت سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:
 "ایصالِ ثواب جائز و مستحب ہے۔" (دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۴۹)
 شرح عقائد سے نقل کرتے ہیں (ترجمہ)
 "زندوں کی دعائیں مردے کے لیے اور صدقہ و خیرات کا نفع مردوں کو پہنچتا ہے اور اس
 مسئلہ (میں) معتزلہ کا خلاف ہے۔" (اسلامی تقریبات ص ۸۷)
 پھر فرماتے ہیں:

جو لوگ ایصالِ ثواب کے منکر ہیں وہ معتزلی ہیں" (اسلامی تقریبات ص ۸۷)

اسی طرح ہدایہ شریف سے منقول ہے:
 (ترجمہ) بیشک انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز کا ہو یا روزہ کا ہو یا صدقہ و خیرات وغیرہ کا ہو۔ یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔" اور شرح ہدایہ
 میں علامہ بدرالدین عینی سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (ثواب العبادات ص ۱۲۱)

کے بھی حق میں استغفار اور ایصالِ ثواب درست نہیں۔
۳۔ یا پھر یاد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کا اپنا عمل غیر مقبول ہے
ایصال کیونکر کیا جائے۔

جبکہ کتاب و سنت کی روشنی میں محمولہ بالا نقطہ نظر
باطل محض ہے اور ایصالِ ثواب نیک جائز اور ثواب کا کام ہے۔ ہم
استفادہ کے لئے کتاب و سنت اور سلف صالحین وغیرہ کی تصریحات پیش
کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن پاک کی آیات طیبات۔

۱۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَإِخْوَانَنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں
بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے
۲۔ وَ يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں (قر)
۳۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ دُعا قبول کرتا ہوں پکارنے
والے کی جب مجھے پکارے۔

۴۔ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ اور تمہارے رب نے فرمایا
مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

سے پارہ ۲۸۔ المحشر ۱۰۔ کنز الایمان۔ اسی آیت کے تحت امام جلال الدین
سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں: "اور اس امر پر بہت سے علماء نے
اجماع نقل کیا ہے کہ بے شک دعائیت کو نفع دیتی ہے۔" (ثواب العبادات ص ۱۲۷، بحوالہ شرح
الصدور ص ۱۲۷)

۲۳ کنز الایمان

۲۳ المؤمن

۲۵ البقرہ ۱۸۶

۲۳ المؤمن

دیکھیں ایمان والے لوگ اپنے پہلے بھائیوں کے لئے دعائے مغفرت
 کر رہے ہیں بلکہ رب تعالیٰ کے مقرب فرشتے مومنین کے حق میں مغفرت کی
 دعا مانگتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتا تو اہل ایمان اور مقرب
 فرشتے یہ کام نہ کرتے اور نہ ہی قرآن اسے اچھی بات قرار دیتا۔ اگر
 کوئی بھی اس کا مستحق نہ ہوتا تو بھی کسی کے لئے محولہ بالا دعائے مغفرت
 ثابت نہ ہوتی اور رب تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ دعا کرتے رہو میں قبول
 کرنے والا ہوں۔

۵۔ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ
 أَلَّا يَأْتِيَ بِهَا فَرْسَبًا لَّهُمْ ۗ

اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں
 لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کے لئے باعث
 قرب ہیں۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اپنے تفسیری حاشیہ میں فرماتے ہیں:-

”کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صدقہ
 لائیں تو حضور ان کیلئے خیر و برکت و مغفرت کی دعا فرمائیں۔ یہی
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ مسئلہ یہی فاتحہ کی
 اصل ہے کہ صدقہ کے ساتھ دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ لہذا
 فاتحہ کو بدعت و ناروا بتانا قرآن و حدیث کے خلاف ہے“

اب ملاحظہ کیجئے احادیث مبارکہ :-

۱۔ اللہ تعالیٰ نیک بندے کے جنت میں درجے بلند فرماتا ہے
 تو وہ بندہ عرض کرتا ہے الہی مجھے بلندی درجہ کہاں سے

ملی رب فرماتا ہے تیرے بچے کی تیرے لئے دعائے مغفرت سے
 ۲۔ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد ہی کی طرح ہی ہوتی ہے
 کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی
 منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے
 یہ دعا دنیا و مافیہا کی تمام نعمتوں سے پیاری ہوتی ہے
 اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے
 پہاڑ دیتا ہے۔ اور یقیناً زندہ کامردوں کے لئے تحفہ ان کے
 لئے دعائے مغفرت ہے یہ

معلوم ہوا نیک کے حق میں دعائے مغفرت کرنے سے اس کے درجے بلند
 ہوتے ہیں اور گنہگار کے لئے دعائے بخشش سے اُسے عذاب وغیرہ سے
 نجات حاصل ہوتی ہے۔ حدیث شریف کے مطابق یہ کام بہت اچھا
 ہے اسی لئے اس کا نام ہدیہ اور تحفہ ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب
 صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی۔ میری والدہ "ام سعد" وفات
 پاگئی ہیں تو کون صدقہ افضل ہے (جو ماں کے لئے کروں) فرمایا پانی
 تو حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ (کنواں) سعد کی ماں کے
 لئے ہے "وَقَالَ هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ"

۱۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار ۲۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار شرح الصدور اذ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
 اور مکتوبات دفتر اول مکتوب ۳۱ میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو مندرج فرمایا ہے۔
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان مرنے کے بعد جو کچھ چھوڑ کر مرتا ہے ان
 میں سے بہترین چیزیں تین ہیں: اول نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرے، دوم صدقہ جاریہ کہ اس کا اجر
 اسے پہنچتا رہے اور سوم وہ علم جس پر لوگ اس کے بعد عمل کریں۔ (ابن ماجہ مترجم جلد اول ص ۲۱۰)
 ۳۔ مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ شرح الصدور۔ مدارج النبوت دوم ۲۱۹۔ علامہ عبدالحکیم اختر شاہ سہمانوی

اس حدیث مبارک سے مندرجہ ذیل امور خوب وضاحت سے ثابت ہو رہے ہیں :-

- ۱- میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشا سنت ہے
- ۲- اگر ضرورت ہو تو پانی کی خیرات افضل ہے اور آجکل سبیل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایسی سبیلیں اسی طریق سے ہیں۔
- ۳- ثواب بخشنے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے مثلاً هَذِهِ لِأَمْرِ سَعْدٍ
- ۴- کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ چیز حرام نہیں ہوگی اور ایسی چیز کی حرمت کا فتویٰ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے لہذا یہ کہنا کہ "غیر اللہ کا نام آجانے سے چیز حرام ہو جاتی ہے" قول باطل ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہذہ لام سعد کے الفاظ میں غیر اللہ کا نام "ام سعد" موجود ہے۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت اور تصدیق رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غالب۔

- ۵- خیرات کرنے سے قبل ہی ایصال ثواب کرنا جائز ہو جیسے

یہاں کنوئیں کا پانی بعد میں پیا جانا کھتا۔

پس زندہ کی نیکی مردہ کے بہت کام آتی ہے۔ درجے بلند ہوتے ہیں اور مشکل ہو تو آسان ہو جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مشرح الصدور از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ بلکہ بعض اوقات تو مردہ کی نیکی زندہ کے کام بھی آجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے دو یتیم بچوں کی دیوار درست کرنے کا سبب ان کے باپ کا نیک ہونا قرار دیا۔

اب میت دفن کرنے کے بعد قسیر پر قرآن خوانی کے بارہ میں روایات
ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

اے حضرت معنی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
بعض جگہ رواج ہے کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن میں ہو تو میت
کے ورثا اس کی قبر پر حافظ بٹھا کر جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں۔ بعض دیوبندی اس کو
بھی حرام کہتے ہیں۔ لیکن یہ حرام کہنا محض غلط ہے اور قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا بہت باعث
ثواب ہے۔ اس کی اصل یہ ہے

مشکوٰۃ کتاب عذاب القبر میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے وَلَقَدْ أَتَيْنَاهُ
أَصْحَابُهُ أَتَاهُ مَلَكَانَ - اور وہ لوگ دفن کر کے لوٹ آتے ہیں، تب منکر نیک فرشتے
سوالات کیلئے آتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر نہیں ہوتا
پھر ثامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنازہ میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال نہیں ہوتا —
ان میں ایک جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مرنے والا ہے۔

معلوم ہوا، جو جمعہ کو مرے اس سے سوال قبر نہیں ہوتے، تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار
کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی وہاں موجود رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوال قبر نہ ہوا اور جب
جمعہ آگیا سوال قبر کا وقت نکل چکا، اب قیامت تک نہیں ہوگا۔ گویا یہ عذاب الہی سے
میت کو بچانے کی ایک تدبیر ہے۔ اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس پر رحم فرمادے۔
اب جبکہ آدمی وہاں بیٹھا ہے تو بیکار بیٹھا بیٹھا کیا کرے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرے جس
سے میت کو بھی فائدہ ہو اور قاری کو بھی۔

کتاب الاذکار مصنف امام نووی باب ما یقول بعد الدفن میں ہے:

قَالَ الشَّافِعِيُّ يَسْتَحَبُّ أَنْ يَقُولُوا
عِنْدَهُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ قَالُوا فَإِنْ
خَتَمُوا الْقُرْآنَ كُلَّهُ كَانَ حَسَنًا -
"امام شافعی نے فرمایا " قسیر کے پاس کچھ
تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن
پڑھیں تو بھی اچھا ہے۔ (جامع الحق۔ اول ص ۳۹۲)

”جب کوئی مرجائے تو اسے روک نہ رکھو اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ۔ اس کے سر کے پاس سورہ بقرہ کا شروع اور پیروں کے پاس بقرہ کا آخری رکوع پڑھو“^۱۔
امام سیوطی نے نقل فرمایا کہ جب انصار کا کوئی مرجانا تو وہ اس کی قبر پر آتے جاتے اور قرآن پڑھتے“^۲۔

سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ سے منسوبات فرماتے ہیں کہ گیارہ مرتبہ سورہ اہلام اور اس کے علاوہ قرآن پاک پڑھے اور صاحبِ قبر کو اس کا ثواب پہنچائے“^۳۔
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی مولانا حسین برکی کے جواب میں فرماتے ہیں۔

”اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کلام اللہ کا ختم کرنا اور نفل نماز پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب والدین کو یا استاد کو یا بھائیوں کو بخش دینا بہتر ہے یا کسی کو نہ بخشنا بہتر ہے۔ جاں لینا چاہیے کہ ثواب بخش دینا بہتر ہے کہ اس میں دوسروں کا بھی نفع ہے اور اپنا بھی فائدہ ہے اور نہ بخشنے میں صرف اپنا ہی فائدہ ہے اور یہ بھی ہے کہ شاید دوسرے کی طفیل اس کے عمل کو قبول کر لیں“^۴۔

زیدۃ المقامات میں آپ کا اپنا عمل یوں منقول ہے کہ

”زیارتِ قبور کے معاملہ میں آپ (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) اکثر اس میں قرآن پاک پڑھتے تھے کہ صاحبین (امام یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم) کے مذہب کے مطابق جائز ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے“^۵۔

۱ شرح الصدور ص ۱۰۷ بحوالہ طبرانی و بہیقی مشکوٰۃ یاب دفن المیت۔ ۲ شرح الصدور ص ۲۹۳
۳ غنیۃ الطالبین۔ اردو ص ۱۸۷ فریدنجھال لاہور۔ ۴ دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۷
حضرت شافعی علیہ الرحمۃ نے بھی ان بزرگوں کو تلاوتِ قرآن کا ثواب بخشنے کا ذکر فرمایا ہے۔ (انتباہ فی
سلاسل اویا اللہ مترجم ص ۱۱۹)

تغزیت کے متعلق مرزا علی کو لکھا:

”آپ کی ولی نعمت مرحومہ کا وجود اس زمانے میں بس غنیمت تھا۔ اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا و صدقہ کے ذریعے ہر آن (انگی مدد کرتے رہو)۔“

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”یاروں اور دوستوں کو کہہ دیں کہ ستر ہزار مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مرحومی خواجہ محمد صادق کی روحانیت کیلئے اور ستر ہزار بار ان کی ہمیشہ مرحومہ ام کلثوم کی روحانیت کے لیے پڑھیں اور ستر ہزار کلمہ کا ثواب دوسرے کی روح کو بخشیں۔ دوستوں سے فاتحہ اور دعا کے لیے التماس ہے۔“

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی ایصال ثواب کے جواز کی تائید میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ زندوں کی دعاؤں اور صدقہ سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس موضوع پر احادیث اور آثار پائے جاتے ہیں۔ نماز جنازہ اسی قبیل سے ہے ”یا فرمایا نماز جنازہ اسی قسم کی دعا ہے۔“

مولانا قاسم نانوتوی کہتے ہیں کہ

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھنے کا ثواب اپنے مرید کی مال کو ایصال کیا کہ اس ثواب پر وعدہ مغفرت ہے الخ۔ اور ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے حضرت محی الدین ابن عربی سے بھی منقول ہے۔

۱۔ مکتوبات دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۸۹
۲۔ مکتوبات شریف بحوالہ ثواب العبادات ص ۱۹
۳۔ تکبیل الایمان
۴۔ تحذیر الناس
۵۔ تصبیح العقائد ص ۱۲۹

مولانا اسماعیل دہلوی کہتے ہیں (ترجمہ)
تجنیس میں ہے اگر نماز پڑھی روزہ رکھا یا کچھ دیا یا قربات (نیک کاموں)
میں سے کوئی کام کیا تاکہ اس کا ثواب میت کو پہنچے، جائز ہے اور ثواب
پہنچے گا۔ ایصالِ ثواب میں نیت اور عمل کا اعتبار کیا جائیگا۔
ایک مقام پر کہتے ہیں:

(ترجمہ) کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی کے ساتھ
نفع پہنچانا خوب نہیں ہے، کیونکہ یہ بات بہتر اور افضل ہے۔
مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لاہور میں سلاطین کی قبروں پر
گئے اور مساکین کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی ایصالِ ثواب کیا۔ اس
سلسلہ میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے
مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ
"نفس ایصالِ ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں
کھانا سامنے رکھ کر آیات قرآن پاک تلاوت کرنے یا دعائے خیر و

۱۔ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۱۲
۲۔ صراطِ مستقیم ص ۶۲ بحوالہ ثواب العبادات ص ۲۵
۳۔ عالم برزخ از قاری طیب
۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایام عاشورہ میں آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے ایک سے زیادہ بار یہ اشارات
ملے کہ ان (بزرگوں) کی فاتحہ کے لیے کچھ اہتمام کرنا چاہیے۔ اس لیے ایک دن کچھ شیرینی منگالی گئی اور
قرآن کریم کا ختم کر کے فاتحہ پڑھی گئی تو ان حضرات کی طرف سے خوشی کی کیفیت نظر آئی۔"
(اقول بحلی اردو ص ۱۸۷، (القول بحلی کی بازیافت ص ۲۹ بحوالہ القول بحلی)

پھر یہی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتقدین کے لیے (منکرین اور مخالفین کے لیے نہیں)
حاجت رومی کے لیے ایک طریقہ تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"تین سو ساٹھ بار اللہ شمس پڑھے، پچترین سو ساٹھ دفعہ
(یقیناً اگلے صفحہ پر)

برکت کرنے کے ثبوت کے لئے مشکوٰۃ شریف کی احادیث مبارکہ کا خلاصہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) یہی دُعا مذکور (اصل کتاب میں دیکھیے) پڑھے۔ پھر دس دفعہ درود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے اور تھوڑی شیشی پر فاتحہ عام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے۔ انشاء اللہ چند یوم میں فائدہ ہوگا۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم ص ۱۰۱، اسے علامہ عبدالحامد بدایونی نے بھی تصحیح العقائد ص ۱۲۲ میں نقل فرمایا) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

(ترجمہ) وہ کھانا جس کا ثواب حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں بطور نیاز و ہدیہ پیش کرتے ہیں اور اس کھانے پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھ لیتے ہیں وہ تبرک بن جاتا ہے؛ جس کا کھانا بہت ہی اچھا ہے۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۷۵، بحوالہ ماہ طیبہ ۹۳، تصحیح العقائد ص ۱۲۲)

سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

”چند سال پہلے فقیر کی عادت یہ تھی کہ اگر (ایصالِ ثواب کے لیے) کھانا پکاتا تھا تو آلِ عبا کی روحانیتِ مطہرہ کے لیے مخصوص کرتا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ (ایصالِ ثواب میں) حضرت امیر حضرت فاطمہ اور حضراتِ امین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملاتا تھا۔۔۔ ایک رات (یہ فقیر) خواب میں دیکھتا ہے کہ آنسور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ کو سلام کرتا ہے، آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کی بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں۔ اسی دوران فقیر سے فرمایا:۔۔ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ توجہ شریف بندوں نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت صدیقہ کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی اندواجِ مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت سے توسل کرتا ہے۔ (مکتوبات دفتردوم حضرت اول، اردو مکتوبات) معلوم ہوا حضرت سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بندگانِ دین کو ایصالِ ثواب کرنا جسے فاتحہ دلانا کہا جاتا ہے، جائز ہے بدعت نہیں کیونکہ آپ بدعت مٹانے والے اور سنت کو رواج دینے والے ہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کرنے کا حکم فرمایا اور خود ایصالِ ثواب کا طریقہ بھی لکھا۔ مشکوٰۃ باب فی المعجزات

کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آٹا پیش کیا جاتا ہے آپ لعابِ دہن ڈالتے ہیں اور دعائے خیر و برکت فرماتے ہیں۔

۲۔ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب دسترخوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی۔

۳۔ حضرت ام سلیم کے ہاں تھوڑی روٹیوں اور سالن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بڑھا جس کا پڑھنا اللہ نے چاہا دیگر قرآن پاک مومنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ
اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

اب قرآن پاک کی تلاوت یا دعائے خیر و برکت سے کھانا کیسے درست نہ رہے گا۔ تلاوت قرآن پاک کیونکہ فائدہ ہوگی جبکہ شفاء اور رحمت ہے۔

الْبَتَّةَ لِقِيَةِ آيَةِ كَرِيمٍ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا کے مطابق یہ ظالموں اور حد سے بڑھنے والوں کے لیے خسار ہے۔

اور یہ مومنین کے لیے کس قدر شفا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ نے شیخ تاج الدین قلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، آپ بھی سنیے کہ

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا اور بیماری لمبی ہو گئی۔ ضعف و کمزوری نے
 ملنے جلنے کے قابل نہ چھوڑا۔ اس حالت میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا
 گویا کوئی شخص آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس مرض کی شفا کے لیے ایک مرغی
 پکائی جائے اور اس پر تمام قرآن پڑھا جائے اور یہ بیمار اسے کھائے تو شفا
 پائے گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ خواب کے حکم کے مطابق
 عمل کرنا چاہیے۔ آئندہ رات جب میں سویا تو گویا امام محمد بخاری ہمارے گھر
 تشریف لائے ہیں اپنے دست مبارک سے ایک دیک رکھی اور اس کے نیچے
 آگ جلائی اور صبح سے شام تک اس میں مرغی پکائی، میرے سامنے لا رکھی اور فرمایا
 تم نے اس مطبوخ پر تمام قرآن پڑھا ہے اسے کھا لو۔ میں نے اسے کھایا تو تندرست
 ہو گیا اور مجھ میں بیماری کا اثر نہ تھا۔ میں صحیح و تندرست اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے زالہ مرض
 سے زیادہ اس بات کی خوشی ہوئی کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر اس
 درجہ لطف و عنایت فرمائی۔ اے

تقرر یوم

اب تقرر یوم کے بارہ میں احادیث ملاحظہ کر لیں
 ۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم پیدل اور سوار دونوں طرح ہر ہفتہ کو مسجد قبا تشریف لے جایا
 کرتے تھے اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

۱۔ انفاہ العارین۔ اردو جلد ۲۹۳-۲۹۵ نوری بکڈ پولاہور۔ ۲۔ بخاری شریف ۵ باب من

اقام مسجد قبا کلا سبت۔ حضرت علامہ سید محمد احمد رضوی فرماتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام ہفتہ کے دن وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اس سے واضح ہوا کہ کسی دن کو

نیک کام کے لیے مقرر کر لینا جائز ہے بدعت نہیں۔ (فیوض الباری ۵ ص ۲۵، دین مستطیع صلی اللہ علیہ وسلم،
 نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں۔) (فقہ حنفی اگلے صفحہ)

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ و نصیحت کے لئے کچھ دن مقرر کئے ہوئے تھے کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں گے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں میں وعظ کرتے ان میں سے ایک شخص نے کہا ابو عبد الرحمن میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں ہر روز وعظ کیا کریں۔ فرمایا روزانہ وعظ میں یہ امر مانع ہے کہیں تم اکتانہ جاؤ اور میں نے تو تمہاری نصیحت کے لئے اسی طرح مقرر کیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ کے لئے وقت مقرر کیا ہوا تھا کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں گے۔ معلوم ہو گیا کسی نیک کام کے لئے دن کا تقدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ حضور نبی کریم روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کی جس

ابقیہ صفحہ گذشتہ) اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نہیں کر سکتے تو ہر اسوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں۔ (الشامۃ العنبریہ ص ۵)

نے بخاری شریف پ کتاب العلم۔ تے بخاری شریف پ کتاب العلم، مشکوٰۃ کتاب العلم۔ علامہ عبد السمیع رامپوری فرماتے ہیں: یہ حدیث اصل عظیم ہے ارباب تفقہ و فی الدین کے لیے اگر کوئی دن کسی امر خیر کے لیے باعث بعض مصلحت معین کیا جائے تو جائز ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے تعین یوم کی شد پکڑی ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۹۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے منقول ہے فرماتے ہیں: "خس کے لیے دن اس لیے معین کیا جاتا ہے کہ وہ دن یادگار ہوتا ہے کہ اس دن انہوں نے دنیا سے دارِ ثواب کی طرف انتقال فرمایا ہے ورنہ جس دن بھی یہ عمل کیا جائیگا باعث فلاح اور سبب نجات ہوگا۔"

(فتاویٰ عزیزی ص ۵۹ بکوال ماہ طبرہ جنوری ۱۹۳۱ء)

سہولت کی خاطر جس طرح وقت مقرر کیا ہوا تھا اسی سہولت کے لئے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دن کا مقرر کرنا ضروری جانا تاکہ لوگ اکٹھا ہوتے رہنے سے اکتانہ جائیں۔ یہاں تو تعین یوم بھی سنت ثابت ہو رہا ہے۔ اور لوگوں کی سہولت کی خاطر تعین یوم کو ضروری جاننا بھی۔ پس ایسا تعین یوم سنت ہے اسے بدعت کہنا کم مہمی، تعصب، زیادتی، سنت کی مخالفت اور رفع سنت کے باعث خود بدعت ضلالت ہے۔

اب اگر کوئی یوں کہدے کہ "تقرر کرنا تیسرے دن کا خود بدعت ہے اس کی کچھ اصل شرع میں نہیں" لے اور اُسے مندرجہ بالا احادیث پاک میں تقرر یوم کی اصل نظر نہ آئے تو ہمارا قصور کیا ہے۔ پھر یہی صاحب بوقت مصیبت ختم بخاری کے جواز کے لئے اگر ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہونے کی اصل شرع میں دیکھ لیں تو کیا یہ ایک لطیفہ نہیں؟

ہم نے مانا کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے لیکن اس ذکر خیر کے لئے ختم بخاری کو کیوں خاص کیا گیا ہے۔ خود ہی تو فرماتے ہیں کہ :-

"کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے"

اب فرمائیے یہ تخصیص اپنی طرف سے ہے یا

خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے

۱۴۶ لہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۹ ۱۲۹ لہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۹ یوں رائے دہی

تبلیغی جماعت کا سہ روزہ اور چتر پبلی سارا نظام ہی بدعت ہو گیا۔ ضیا

ختم قرآن پاک بھی ذکر خیر ہے۔ وظیفہ درود شریف بھی ذکر خیر ہے۔ کلہ طیبہ کا پڑھنا بھی ذکر خیر ہے اور بخاری شریف کا ختم بھی ذکر خیر ہے۔ ان تمام اذکار خیر میں سے "ختم بخاری شریف" کی تخصیص معنی خیر ہے۔ عجیب منطق ہے جو عمل خود اپنائیں اس کی اصل شرع سے ثابت ہو جائے اور وہ بھی خود کو پیش آمدہ مشکل و مصیبت سے نجات کے لئے لیکن مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کی خاطر تقریر یوم بے اصل اور ناجائز ہی ہے۔ توبہ۔ حالانکہ تقریر یوم کی اصل تو کب انوقت تقریر یوم سنت ثابت ہو چکا ہے۔

اگر تقریر یوم کے عدم جواز کو مقید کیا جائے تو یہ قید کسی دلیل شرعی سے ہی ثابت ہونی چاہیے کیونکہ

"کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے"

اور الحمد للہ آج تک تقریرِ سوئم وغیرہ پر دلیل شرعی سے ممانعت ثابت نہیں ہو سکی۔ جب ممانعت نہیں تو ناجائز کیوں؟

فتاویٰ رشیدیہ کا دلچسپ فتویٰ

سوال

جو حدیثوں میں وارد ہے کہ میت کے واسطے پچھتر ہزار مرتبہ کلہ طیبہ پڑھا جائے وہ جنتی ہے پس اگر دوسرے روز پڑھتے

۱۲۹ ۲ مفتی جنگ مولانا عبدالرحمن صاحب ایک سوال کے جواب میں

فرماتے ہیں: سوال: شرعی نقطہ نظر سے قبر پر کتبہ لگانا درست ہے یا نہیں؟
جواب: چونکہ قرآن و سنت میں اس سے منع نہیں کیا گیا، اس لیے جائز ہے۔ (مجموعہ مسکن جنگ راولپنڈی، ۲۲ تا ۲۳، تاریخ ۱۹۸۹ء)

ہیں تو دو جا اور تیسرے دن تیجا۔ علی ہذا چوکھتا وغیرہ اور
اسی کو آپ (علماء بدعت کہتے ہیں۔ تو اب کس طور سے
میت کو ثواب پہنچایا جائے اور میت کے مکان پر یا میت
کے قریب کی مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید یا کلمہ طیبہ کسی دن
مقررہ پر پڑھیں یا نہیں۔

جواب

جس وقت میت کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اس کی تہیز و
تکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ
اپنے کام میں (مشغول) رہیں اور باقی کلمہ پڑھے جاویں جس قدر
ہو جائے اور باقی کو اپنے گھر پڑھ دیویں۔ کوئی حاجت
اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع
ہو کر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا۔ پڑھنا فرمایا ہے جس طرح ہو کر دیویں

اس فتویٰ سے چند باتیں معلوم ہوئیں

- ۱۔ جس میت کو پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچایا جائے
حدیث پاک کے مطابق وہ میت جنتی ہے۔
- ۲۔ حدیث پاک میں اس قدر کلمہ طیبہ پڑھنا فرمایا ہے بصورت
جلسہ یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا ذکر نہیں ہوا۔
- ۳۔ جس طرح ہو کر دیویں کہ اس میں میت کا فائدہ ہے۔
- ۴۔ مولانا گنجوی صاحب کا بیان کہ "پڑھنا فرمایا ہے" سے

ہیں تو دو جا اور تیسرے دن تیجا۔ علی ہذا چوکھتا وغیرہ اور
اسی کو آپ (علماء بدعت کہتے ہیں۔ تو اب کس طور سے
میت کو ثواب پہنچایا جائے اور میت کے مکان پر یا میت
کے قریب کی مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید یا کلمہ طیبہ کسی دن
مقررہ پر پڑھیں یا نہیں۔

جواب

جس وقت میت کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اس کی تہیز و
تکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ
اپنے کام میں مشغول رہیں اور باقی کلمہ پڑھے جاویں جس قدر
ہو جائے اور باقی کو اپنے گھر پڑھ دیویں۔ کوئی حاجت
اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع
ہو کر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا۔ پڑھنا فرمایا ہے جس طرح ہو کر دیویں

اس فتویٰ سے چند باتیں معلوم ہوئیں

- ۱۔ جس میت کو پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچایا جائے
حدیث پاک کے مطابق وہ میت جنتی ہے۔
- ۲۔ حدیث پاک میں اس قدر کلمہ طیبہ پڑھنا فرمایا ہے بصورت
جلسہ یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا ذکر نہیں ہوا۔
- ۳۔ جس طرح ہو کر دیویں کہ اس میں میت کا فائدہ ہے۔
- ۴۔ مولانا گنجوی صاحب کا بیان کہ "پڑھنا فرمایا ہے" سے

پتہ چلتا ہے کہ جو طریقہ گنگوہی صاحب نے بتایا ہے وہ ان کی اپنی رائے ہے حدیث کا مضمون نہیں۔

۵۔ حدیث پاک میں صرف پڑھنا فرمایا ہے پس علیحدہ علیحدہ پڑھا جائے یا بصورت جلسہ دونوں طرح درست ہے۔ اپنی رائے سے ایک کو درست کہنا اور دوسری کو ناجائز، مطلق کو مقید کرنا ہے۔ اگر حدیث پاک کوئی ایک صورت خاص کر دیتی تو علاوہ ازیں فائدہ نہ ہوتا بلکہ کسی دوسری صورت کا اختیار کرنا گناہ بھی قرار پاتا اور یوں کہنا درست نہ رہتا کہ "جس طرح ہو کر دیویں۔"

لہذا اب دونوں صورتیں جائز ہیں اور ہر صورت میں میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ دیگر جب حضور نبی کریم ﷺ کا پڑھا جانا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میت کے مفاد میں "کلمہ طیبہ کا پڑھا جانا" مطلق رکھا ہے تو کسی اور کو کیا اختیار ہے کہ اسے مقید کر دے اور میت کے نقصان کے ساتھ ساتھ مثلے حدیث کی مخالفت بھی کرے۔ یاد رہے کہ منشاء حدیث کی مخالفت کے بدعت ضلالہ ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں پس مطلق کو مقید کرنا درست نہیں۔ خود صاحب فتاویٰ رشیدیہ کہتے ہیں کہ:

"جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے اپنی عقل سے اس میں قید لگانا حرام ہے۔"

۶۔ حدیث شریف کی رو سے صاحب فتاویٰ رشیدیہ جناب

گنگوہی صاحب سے تعین سوم وغیرہ کا رد نہیں ہو سکا۔ اس لئے
وہ بے لفظوں میں یوں ڈگری سے دی کہ جس طرح ہو کر دیویں گویا سوم کا
انکار حق نہیں، ضد اور تعصب ہے۔ لہ

حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تیمم (سوم) کے منع کرنے والے
اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی نہیں رکھتے، اور ان کا اپنا قول شرع میں معتبر
نہیں۔ ذکر، تلاوت اور صدقہ امور خیر ہیں، اور یہی تیمم میں ہوتا ہے اور یہی اس
کی حقیقت ہے؛ اور اموات کو نیکیوں کا ثواب پہنچانا اور اس سے ان کا نفع
پانا دلائل شرعی سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ تیسرے دن کا تعین محض آسانی
کے لیے ہے کہ وہ تعزیت کا سب سے پچھلا (آخری) دن ہے جس کے بعد پھر تعزیت
لوگوں کو تعزیت مکروہ ہو جائے گی۔ اس دن سب لوگ تعزیت کے لیے پہنچ
جاتے ہیں اور آسانی بغیر دعوت و طلب کے اجتماع ہو جاتا ہے۔ ایسا تعین شریعت
میں ممنوع نہیں بلکہ

لے حضرت علامہ عبدالحامد دیوبند قلعوی ملا علی قادی سے ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں: ترجمہ
حضرت سیدنا اہل بیت رضی اللہ عنہم فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تیسرا دن
تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور کے پاس خشک کھجور اور دو دو لائے جس میں جو کدوئی
تھی۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سورۃ
فاتحہ اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیرے اور حکم دیا کہ وہ
میں قسم کرو۔ (صحیح بخاری)

حضرت شاہ: دن نہ محدث دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کا سوم ہوا۔ حضرت
شاہ عبدعزیز سے منقول ہے آپ بھی وحفظ کیجیے: ترجمہ تیسرے دن تیسوں کا کدو
ہو گیا کہ حساب سے باہر ہے۔ کیا کسی قسم کلام اللہ تو شام میں آئے۔ اور اس سے زیادہ
ہوئے سولہ گے اور کھر شریف کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اس وقت تو یہ بات
تو یہ حدیث ہے

دیگر جب منکر بن سوئم کے امام گنگوہی صاحب نے کہہ دیا ہے کہ جس طرح ہو کر دیوس تو ادارہ اسلامیات لاہور اور اس کے ماہر القادری وغیرہ کے لئے کم از کم اپنے امام کی مخالفت تو مناسب نہیں۔ جب امام جائز کہہ چکا ہے تو ان کا یہ کہنا کہ "تیجا دسواں اور چالیسواں بھی بدعت ہے" کیا معنی رکھتا ہے اور اس میں کیا وزن ہے؟ انہیں اگر شریعت مطہرہ کی مخالفت کی پروا نہیں، نہ ہی، اپنے امام کے مذہب سے کیوں روگردانی کرتے ہیں؟

دیگر جب تیجا، دسواں اور چالیسواں وغیرہ درست ہیں تو گیارہویں شریف

بھی درست ہوئی۔

۱۔ ہم اہل سنت و جماعت کا عمل دونوں صورتوں پر ہے۔ ہم ایصال تو اب کے لئے بصورت جلسہ زیادہ سے زیادہ اٹھے ہو کر (مقررہ دنوں میں) اور علیحدہ علیحدہ بھی جیسے موقع ملے اس کا ذخیرہ میں حصہ لے لیا کرتے ہیں۔ کسی ایک صورت کو ضروری قرار دے کر دوسری شکل کا انکا ہم سنیوں کا شیوہ نہیں۔ ہم تو ہر صورت سے فائدہ اٹھاتے اور فائدہ پہنچاتے ہیں۔

تعین یوم کا فائدہ

احادیث سے معلوم ہوا کہ تقریر یوم سہولت کے لئے ہوتا ہے۔ تاکہ مصروف کار لوگ آسانی سے وقت نکال کر نیک کام میں مشغولیت کر سکیں۔ اسی لئے اہم ترین تقریبات کے لئے تعین یوم کے ساتھ ساتھ

۱۔ بدعت کیا ہے ص ۶۳

اوقات انعقاد بھی مقرر کر دیئے جلتے ہیں مثلاً
۱۔ عام دینی جلسوں یا دیگر پروگراموں کی تواریخ معہ ایام و اوقات
مقرر کر کے مشہر کر دی جاتی ہیں۔

۲۔ نماز جنازہ کے لئے دن آج یا صبح اور وقت مسجدوں میں
لاؤڈ اسپیکروں پر اعلان کے ذریعے مقرر کر دیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ
دیگر باتوں کو چھوڑیے یہ فرمائیے کہ نماز جنازہ کے لئے وقت
مقرر کرنا فرض ہے یا فرض سمجھ کر یہ تقرر کیا جاتا ہے؛ نہیں ایسی بات
نہیں یہ تقرر تو شرکت کرنے والے لوگوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے
تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز جنازہ میں شامل ہو سکیں اور میرٹ
کو فائدہ ہو۔

جب اس تقرر سے نماز جنازہ "فرض علی الکفایہ" درست رہتی ہے
تو ایصالِ ثواب کے لئے تقرر سوئم کیوں ناجائز ہو گیا۔ خود نماز جنازہ بھی
تو ایصالِ ثواب ہی کے قبیل سے ہے۔ اگر تقرر ایسا ہی ناجائز امر
ہے تو یہ تقرر ہر کہیں ناجائز ہونا چاہیے۔ جب نماز جنازہ کے لئے
تقرر درست ہے تو عام ایصالِ ثواب کے لئے بھی تقرر درست ہی ہو
گا۔ دیگر ہمتیگی اختیار کرنا اور بات ہے اور فرض و واجب سمجھنا اور
بات۔ تقرر سوئم میں ہمیشگی اعلان کے تکلف سے بچاتی ہے۔ فرض و
واجب ہرگز نہیں۔

۱۔ مولانا شرف علی تھانوی اپنے لیے قاعدہ گھڑتے ہیں:- "مناجات مقبول میں جو بات
منزل ہیں۔ یہ روزانہ کی سہولت کے لیے ہے۔ ایسی تعین میں بدعت کی کیا بات ہے جس پر
کھٹک ہو؛ یہ تو سہولت کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔" (الافاضات الیومیہ حصہ ہفتم ص ۱۹۷)

(تو کیا مخالفین ایسی سہولت ہمارے لیے جائز نہیں سمجھتے۔ ضیاء)

لیکن اب کیا کیا جائے گنگوہی صاحب کے تعصب اور بغض کا: وہ کہتے ہیں کہ
 (مجلس مولود و ایصالِ ثواب اور عرس بزرگانِ دین کے بارہ میں) ہم لوگوں کو عادت
 عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں لہذا ہم بدعت کہتے ہیں۔
 یعنی گنگوہی صاحب وغیرہ عوام کی عادت سے ان امور کے التزام کو
 سنت پر محمول کر کے بدعت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پتہ چلا علمائے حق اہل سنت و
 جماعت سے کسی کا کوئی ایسا قول گنگوہی صاحب بہادر کو نہیں مل سکا۔ ورنہ علوم
 کی عادت کی آڑ کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں عوام کی عادت (یعنی ہمیشہ کرنا) سے محقق
 نہ ہوتا تو وہ اسے بدعت نہ کہتے۔ حالانکہ نماز میں نوافل عوام متواتر اور التزام
 کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ گنگوہی صاحب نے ان نوافل وغیرہ
 کو بھی بدعت کہا ہے یا نہیں۔ البتہ میلاد شریف اور ایصالِ ثواب وغیرہ سے ان
 کا دلی بغض ضرور ظاہر ہو گیا ہے۔

ہم نے صلوٰۃ و سلام قبل اذان کے عنوان کے تحت بخاری شریف اور
 حجتہ اللہ البالغہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس
 کا کرنے والا اسے ہمیشہ کرتا رہے۔ عوام تو اللہ کی رضا کے لیے کسی امر خیر کو متواتر
 اور ہمیشگی کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن گنگوہی صاحب کو خوفِ خدا نہیں۔ اللہ تعالیٰ
 کے پسندیدہ عمل کو عادت عوام کا نام دے کر بدعت کہتے ہیں۔ (استغفر اللہ)
 یعنی جو بات اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے، وہ
 گنگوہی صاحب کو پسند نہیں۔

اور مینے! پروفیسر محمد سرور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل
 فرماتے ہیں کہ

”اگر کسی مستحب کو سنت مؤکدہ کی طرح لازم کر لیں، یا اچھے کاموں میں سے

کسی ایک کی صورت اور ہیئت کا التزام کر لیں اور اسے دانتوں سے خوب مضبوط پکڑیں۔ اس قسم کی عادت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں جیسے کہ وظائف و اوراد کی ایجاد ہے۔ اس قسم کے امور پر ثواب منترتب ہوتا ہے۔

دیکھیے اگر کسی امر مستحب اور اچھے کام کو التزام کے ساتھ انجام دیں اور شدت کے ساتھ کریں تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ امر باعثِ ثواب ہوتا ہے۔ لیکن گنگوہی صاحب کی کیا بات ہے اور انھیں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کی کیا پروا ہے! وہ تو خاص احادیثِ مبارکہ کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اور ذریت ہے کہ بے خوف ہو کر پیروی میں مصروف ہے۔ اور آگے چلیے حضرت سید مجدد والف ثانی رضی اللہ عنہ کا عمل ملاحظہ کیجیے۔ وہ بھی مستحب اور پابکار فرماتے ہیں۔

دیکھیے حضرت خواجہ ہاشم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ بندہ ایک روز کسی وقت آپ (حضرت مجددا کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے مولانا صالح خلدانی کو حکم دیا کہ چند لونگیں تھیلی سے نکال لائیں۔ انہوں نے چھ لونگیں پیش کیں۔ آپ (یعنی حضرت مجدد والف ثانی رضی اللہ عنہ) غصہ میں آگئے اور فرمانے لگے کہ ہمارے اس صوفی نے اتنا بھی نہیں سنا ہے کہ اللہ و نر و یجبت الوتر (اللہ و نر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے) وتر (طاق) کی رعایت مستحیات میں سے ہے۔ مستحب کو لوگ کیا جانیں۔ مستحب اللہ کا پسند کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پسند کئے ہوئے ایک عمل کے بدلے اگر دنیا و آخرت کو دے دے تو کچھ بھی نہ دیا۔ اور فرمایا کہ ہم استحباب کی رعایت اس حد تک پیش نظر رکھتے ہیں کہ چہرہ دھوتے وقت قصد کرتا ہوں کہ پانی پہلے دائیں رخسار پر پڑے کہ یتامن (دائیں

طرف سے شروع کرنا بھی مستحبات میں سے ہے۔

ماضی قریب کے جتید عالم دین اور ہر دلعزیز خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع

اوکاڑوی، گنگوہی وغیرہ مخالفین کے کسی ایسے ہی شبہ کے رد میں فرماتے ہیں:

”اگر کوئی کسی کار خیر یا مستحب کام کو ہمیشہ کرے تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں

آتا کہ وہ اس کو فرض یا واجب جانتا ہے کیونکہ پابندی و خوب کی علامت نہیں

جیسا کہ اگر کوئی چاشت اور تہجد کو ہمیشہ پڑھے تو کیا یہ کہنا جائز ہوگا کہ یہ شخص چاشت

اور تہجد کو فرض یا واجب جانتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ اس پر ایک بہتان اور

اس کی نیت پر ایک ناروا حملہ ہے۔

یاد رکھیے غسل میں تو ہمیشگی اور پابندی ہی مطلوب و محبوب ہے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَامُهَا وَإِنْ قَلَّ

اللہ کے نزدیک وہ عمل محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ کھوڑا ہو۔“

۱۔ زبدة المقامات اردو۔ ص ۲۷۵

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا کہ در مختار میں ہے (ترجمہ):

”خطبہ میں چاروں خلفائے کرام (خلفائے راشدین) اور دونوں عم کریم سید الانام علیہ

ثم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمانا مستحب ہے۔ اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی

(رحمۃ اللہ علیہ) نے تو ایک خطیب پر اپنے مکتوبات میں اس لیے کہ اس نے ایک خطبہ

میں خلفائے کرام کا ذکر نہ کیا تھا، سخت نکیر فرمائی، اور اُسے خبیث تک لکھا۔“

(اقامة القیامة ص ۱)

۲۔ برکات میلاد شریف ص ۳۰

عرس

قرآن مجید میں ارشاد ہے :- ^۱ **وَاقْبَعُ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

"یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ چل" دیگر صراطِ مستقیم انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے اور صالحین اسی انعام یافتہ گروہ میں سے ہیں تو ہمیں ان کی راہ چلنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ جس پر چلنے کے لئے اس کی واقفیت ضروری ہے۔ محافل عرس سے یہ مقصد بخوبی حاصل ہو جاتا ہے۔

کسی ولی اللہ کے یوم وصال کے موقع پر اس کی قبر کے آس پاس یا کسی اور جگہ اجتماع کی صورت میں اس کے حالات کا تذکرہ اور اس کی سیرت کی اتباع کی ترغیب میں وعظ و تبلیغ اور ایصالِ ثواب وغیرہ کے اہتمام کا نام عرس ہے۔

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بندہ مومن جب قبر کے امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو نیکیرین کہتے ہیں **نَسُو كَنُومَةَ الْعَرُوسِ** ثواب دلہن کی طرح سو جا۔ اور وہ ^۲ **مِثْلُ عَرُوسٍ خَوَابٍ نَازٍ فِي إِسْتِرَاحَتٍ كَرْتَابِ** ہے۔
مرآة شرح مشکوٰۃ میں ہے :

۱ کنسۃ الایمان

۲ پ لقمہ ۱۵

۳ تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی - ۴ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب قبر

۵ تہذیب العقائد ص ۱۲، اردو ترجمہ شرح عقائد نسفی قدیمی کتب خانہ - کراچی

”یہ حدیث بزرگوں کے عرس کا ماخذ ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہا ہے لہذا اس دن کا نام روزِ عرس ہے۔“
جاوا الحق میں مفتی صاحب نے فرمایا:

”عرس کے لغوی معنی ہیں شادی، اسی لیے دولہا اور دلہن کو عروس کہتے ہیں۔ بزرگانِ دین کی تاریخِ وفات کو اس لیے عرس کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں:

نَمْرُكُمْ نَوْمَةُ الْعُرُوسِ الَّتِي لَا يُوقِطُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ۔

تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔
تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا اس لیے وہ دن روزِ عرس کہلایا یا اس لیے کہ وہ جمالِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے۔ اور وصالِ محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہذا یہ دن عرس کہلایا گیا۔

مخالفین کے مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں:

”فی الحقیقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ مبارک ایسی ہی ہے جس سے قبر میں روشنی ہوتی ہے۔ مردہ سے جب فرشتے پوچھتے ہیں مَنْ هَذَا الرَّجُلُ، مومن جواب میں کہتا ہے: یہ ہمارے نبی علیہ السلام ہیں“ الخ
مرتد کی پہلی شب ہے دولہا کی دید کی شب

۵

۱۔ مرآة شرح مشکوٰۃ ۲۔ جاوا الحق اول ص ۳۲۳ نعیمی کتب خانہ گجرات

۳۔ اشرف المواعظ ص ۲۶۔ سعید کینی، کراچی

مخالفین عرس کے پیرو مرشد جناب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی بھی اپنی تحقیق میں اثبات عرس پر اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے ہے" نہ کنوٰۃ العروس یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر، کیونکہ موت مقبولان الہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے۔ اس سے بڑھ کر کون عروسی ہوگی یہ

آپ نے ملفوظات میں فرمایا:

"عرس کہ رائج ہے اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔ اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا" لے

پھر فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرمایا:

"مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں۔ یا ہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچایا جائے۔ یہ مصلحت ہے تعین یوم میں رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا اس میں اسرار مخفیہ ہیں۔ انکا اظہار ضروری نہیں۔ پس اصل عرس کا اس قدر ہے اور اس میں کوئی مخرج معلوم نہیں ہوتا۔ بعض علماء نے بعض (دیگر) حدیثوں سے اس کا استنباط کیا ہے" لے

اس بحث میں کتاب "انوار لاثانی" کا استدلال بھی بہت عمدہ ہے ضرور دیکھیے۔

مطالب

یہ تو معلوم ہو گیا کہ مومن کا بل کا یوم وصال اس کے لئے

۱۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، کلیات امدادیہ ص ۸۲

۲۔ امداد المشتاق ص ۸۸ ملفوظ ص ۱۷۱

۳۔ کلیات امدادیہ ص ۸۲

روز عرس ہے کیونکہ اسے عروس کہہ دیا گیا ہے لیکن کیا یہ مزارات کے پاس وعظ و نصیحت کے نام پر مجلس قائم کرنا جائز ہے و صناعیجے

وضاحت

اس محفل کے جواز و اثبات کے لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے اپنی صحیح میں ایک جگہ یہ باب قائم فرمایا ہے۔

”بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقَعُودِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ“

”باب قبر کے پاس محدث کا وعظ و نصیحت کرنا اور لوگوں

کا اس کے ارد گرد بیٹھنا۔“

اور اس باب کے ماتحت حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یقع عنہ قد میں کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے یعنی فَعَدَّ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ کے الفاظ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ و نصیحت فرمانا بیان کیا گیا ہے۔ پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ایسی مجلس جائز ہے جس میں لوگوں کے فائدہ کے لئے وعظ و نصیحت ہو۔ اگرچہ یہ مجلس عرس کہیں بھی منعقد ہو سکتی ہے لیکن زیارتِ قبر ہر کہیں سے نہیں ہوتی یہ قبر کے قریب سے ہی ہوتی ہے تو یوں زیارتِ قبر بھی حاصل ہو جاتی ہے بلکہ ”فَعَدَّ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ کے مطابق تو قبر کے پاس محفل وعظ و نصیحت سنت بھی ہے۔“

لے بخاری شریف پ ۱۸۲ مطبوعہ کراچی

۲ صاحب فیوض الباری تے علامہ عینی اور دیگر شارحین علیہم الرحمۃ سے وعظ و نصیحت کی غرض سے بزرگانِ دین کے مزارات پر محفل عرس کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(دیکھیے فیوض الباری پ ۱۳۸)

سوال

اچھا جی نفس عرس کے بارے میں تو کوئی الجھن نہیں رہی اب بتائیے کہ یہ حدیث پاک ہے۔ لَا تُشَدُّ الرِّجَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِ التَّسْوِيلِ وَ مَسْجِدِ الْأَقْصَى یعنی تین مسجدوں "مسجد حرام" مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور طرف کجاوے نہ باندھے جائیں۔

اس میں "سفر عرس" پر جو ممانعت واقع ہو رہی ہے یہ کیونکر دور ہوگی اور اس کا حل کیا ہوگا ؟

جواب

اس حدیث پاک میں مذکورہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف اسی مقررہ ثواب کی نیت سے جو ثواب ان تین مساجد کیساتھ مخصوص ہے "سفر کرنے کی ممانعت ہے اور سفر برائے طلب علم، برائے جہاد، برائے زیارت، برائے تجارت اور بغرض شمولیت عرس ممنوع نہیں

لے بخاری شریف ۵ جلد اول باب فضل الصلوة فی مسجد مکتہ و مدینہ، ترمذی ابواب الصلوة۔ مناظر اسلام علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ایام قسطلانی کے حوالے سے منسوخ لکھا ہے (مقیاس حنفیت ص ۵۵۲ مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۶ء) مخالفین کی معتبر کتاب المصند علی المقند، اردو۔ مسمیٰ بہ عقائد علمائے دیوبند ص ۶ پر لکھا ہے: یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرنی چاہئے اس قول پر حدیث کو لانا کہ کجاوے نہ کسے جاویں مگر تین مسجدوں کی جانب، سو یہ قول مردود ہے، اس لیے کہ حدیث کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ صاحب فہم اگر غور کرے تو یہی حدیث بدلالة النص جواز پر دلالت کر رہی ہے۔

اور اس سے پہلے لکھا ہے کہ "سفر کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت لکنت کے

ہے۔ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث پاک کا مقصود یہی ہے۔ اسی لیے آپ اسے باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ و مدینۃ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے تحت ان مساجد میں نماز کی فضیلت میں بیان کر رہے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے معتمد اور تبلیغی نصاب کے مصنف مولانا محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ ان مساجد کے علاوہ بہت سے سفر بالاتفاق جائز بلکہ بعض واجب ہیں، جیسا کہ حج کی نیت سے سفر، جہاد کے لیے سفر، طلب علم کے لیے سفر، ہجرت کا سفر، تجارت کے لیے سفر اس لیے یہ تو بہر حال کہنا ہو گا کہ اس حدیث پاک سے مطلقاً سفر کی ان تین (تین) مساجد کے علاوہ ممانعت مقصود نہیں"۔

اگر ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر مطلقاً ممنوع ہوتا تو طالب علم کبھی علم حاصل نہ کر پاتا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس قدر ذخیرہ حدیث نہ ہوتا۔ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر برائے طلب علم کی عظمت متعین فرماتے ہیں کہ "مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" جو شخص علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ یہاں سفر برائے طلب علم کو اللہ کی راہ یعنی "سبیل اللہ" قرار دیا گیا ہے اور پھر فرمایا: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" ہر مسلمان پر طلب علم فرض ہے۔

علاوہ ازیں ہادی اعظم نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص علم کی تلاش میں سفر اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ

۱۶ فضائل حج ص ۱۰۲ دارالاشاعت کراچی ۱۷ مشکوٰۃ کتاب العلم، ترمذی ابواب العلم
۱۸ مستدام اعظم رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ کتاب العلم، کشف المحجوب ص ۹۹، ترجمہ ابوالحسن قادری، اسلامک فاؤنڈیشن - لاہور۔

آسان کر دیتا ہے۔" ۱۰

دیگر اردو ڈائجسٹ والوں نے مئی ۱۹۸۹ء میں رحمتہ للعالمین نمبر شائع کیا۔ اس کی جلد دوم میں "اربعین جامی" کی پالیسی منتخب احادیث مع منظوم فارسی ترجمہ از مولانا جامی اور منظوم اردو ترجمہ از مولانا ظفر علی خان بھی شائع کیا۔ اس میں سے

حدیث نمبر ۳۳ ملاحظہ ہو:

"الْعِلْمُ لَا يُجِلُّ عَنْهُ صَدٌّ" (ترجمہ) علم سے روکنا حلال نہیں ہے۔" ۱۱

جب طلب علم کے لئے سفر درست ہے تو عرس میں علمائے کرام جو علم کے موتی بکھرتے ہیں ان کے حصول سے ممانعت کی صورت یہ کیا ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق محدثین کرام جب وعظ و نصیحت کے لئے مجلس قائم کرینگے تو اردگرد بیٹھ کر سننے والے عوام کہاں سے آئیں گے ظاہر ہے عوام کے یوں پہنچنے سے سفر واقع ہو جائے گا۔ پس تسلیم کرنا ہوگا کہ عرس کے لئے سفر ممنوع نہیں ہے۔ ورنہ محدثین کی اس مجلس کے قیام اور سامعین کی موجودگی کی کوئی واضح صورت بنتی نظر نہیں آتی۔

پھر ایونڈیوں (تبلیغی جماعت) کا سالانہ سفر رائے فنڈ تو ضرور ممنوع قرار پا جائے گا۔ کیونکہ مذکورہ تین مسجدوں میں سے ایک بھی وہاں واقع نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی بدعتِ حسنة کے مخالف کے

۱۰ جامع ترمذی جلد دوم مترجم ص ۲۸۸ باب فضل طلب علم ۱۱ اردو ڈائجسٹ رحمتہ للعالمین نمبر جلد دوم (مئی ۱۹۸۹ء)

۱۲ مولانا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ

"لقم من حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! علماء کی خدمت میں بیٹھا کرنا اور ان سے اپنے گھٹے ملا دینا کیونکہ حکمت کے نور سے اللہ تعالیٰ دلوں کو زندہ فرماتا ہے

جیسے مردہ زمین کو آسمان کی بارش سے زندہ کرتا ہے۔" (مولانا امام مالک مترجم علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہی پوری

تزویدک خصوصی بسوں اور ریل گاڑیوں کے ذریعے لوگوں کو ہانک ہانک کر ریونڈ لے جانا اور اس کے سالانہ اجتماع اور اس میں شرکت کو ضروری جاننا بدعت ہونے کے باوجود درست ہے تو سفر عرس اور اس میں شرکت کے لیے اتہام کیوں تا جائز ہے !

جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس میں ان تین مساجد کے علاوہ ایک چوتھی مسجد کا بھی ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو :-

”مَنْ صَلَّى فِي مَسَاجِدِ الْأَرْبَعَةِ غُفِرَ لَدُّ ذُنُوبِهِ“ (جس نے نماز پڑھی چار مسجدوں میں بخش دینے جائینگے گناہ اس کے) چار مسجدوں سے مراد مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد قبا ہے۔^{۱۷} شیخ محدث نے اسی جگہ دوسرا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قلمبند فرمایا:

وَلَوْ كَانَ بِأَفْقٍ مِنَ الْإِفَاقِ نَضَرْنَا إِلَيْهِ أَكْبَادَ الْأَبْلِ.

اگر یہ (مسجد قبا) دنیا کے کسی گوشے میں ہوتی تو ہم اس کے لیے اونٹوں کے جگر گواتے۔^{۱۸} ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا: مسجد قبا میں دو رکعت بیت المقدس کی دو بار زیارت سے زیادہ محبوب ہے۔^{۱۹}

ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قِبَا كَعَصْرَةٍ
مسجد قبا میں نماز (کا ثواب) عمرہ کے برابر ہے۔^{۲۰}

۱۷ ایضاً

۱۸ جذب القلوب

۱۹ مدارج النبوت دوم - اردو، ص ۱۱۲ - مدینہ پیشنگ، کراچی

۲۰ ترمذی الواب الصلوة مترجم علامہ محمد صدیق ہزاروی

ابن ماجہ - اول ص ۳۱۳ مترجم علامہ اختر شاہ جہانپوری۔

اب بتائیے عمرہ کے ثواب بخشش کے حصول کے لئے مسجد قبا کی طرف سفر واقع ہو گا یا نہیں بلکہ سخد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد قبا کے لئے پیدل اور سوار دونوں طرح سفر ثابت ہے۔ یہی نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب بنام "باب الرحلة فی المسئلة التازلة" قائم فرمایا ہے۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کے جواب کے حصول کے لئے سفر کرنا اور حدیث ماتحت میں حضرت عقبہ کا سوار پر سوار ہو کر مسئلہ پوچھنے کے لئے سفر بھی بیان کیا ہے۔

اور مولانا عبدالحق دیوبندی (اکوڑہ خٹک) بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابوالیوب انصاری (رضی اللہ عنہ) جو دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، نے ایک حدیث کی خاطر اونٹنی خریدی اور دوسرے صحابی (رضی اللہ عنہ) کے پاس چالیس دن کا سفر کر کے پہنچے، اور ایک حدیث "اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیه" سن کر واپس ہوئے۔ یہ تو واضح ہو گیا کہ پہلی حدیث شریف میں تین مساجد صرف مقررہ ثواب کے لیے خاص کی گئی ہیں، ان کے علاوہ سفر ممنوع نہیں ہوا۔

اور تبلیغی جماعت کو نصاب دینے والے مولانا زکریا صاحب نقل فرماتے ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو میری زیارت کو آئے اور اس کے سوا اور نیت اس کی نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ اس کی سفارش کروں" یہ پھر اسی زیارت کے بارہ میں اپنی مفصل تحقیق میں یہی صاحب لکھتے ہیں کہ

اے بخاری شریف پہ باب من اتی مسجد قبار کل سبت (باب ہر سبت مسجد قبا میں آنا) بلکہ مولانا محمد زکریا صاحب نے امام نووی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبا کی حاضری کا استحباب بہت مؤکد ہے۔ (فضائل حج ص ۱۳۲)

۱۷۔ بخاری کتاب العلم (جلد اول) ص ۳۵ دعوات حق۔ اول ص ۶۱ کے فضائل حج ص ۹۶

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو کعب اجار جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے کی بڑی خوشی ہوئی اور ان سے فرمائش کی کہ میرے ساتھ مدینہ چلیں تاکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر مبارک پر حاضری ہو۔ انہوں نے قبول کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل کی۔^{۱۷}

دیکھیے یہ سفر مسجد نبوی شریف کی نیت سے نہیں، روضہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے کیا گیا۔ اور خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود اس سفر کے محرک و معاون ہیں؛ اور آپ ”تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ کے مطابق نیکی کے معاون ہیں، برائی کے نہیں۔ گویا اسلام میں ان تین مساجد کے علاوہ سفر ممنوع و ناجائز اور گناہ نہیں ہے۔ اب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک دیکھیے اور فرمائیے ما انا علیہ واصحابی کے مصداق کون لوگ ہیں، زیارت مقدسہ اور اس کے لیے سفر سے روکنے والے، یا اہل سنت و جماعت؟

امام سیوطی نے نقل فرمایا ”بیہقی نے واقدی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے۔ اور یہی معمول حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔“^{۱۸}

ضیاء القرآن شریف میں جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے بحوالہ قطبی یہی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”اولیائے کرام کے اعراس اور مزارات پر حاضری کی یہ روشن دلیل ہے۔“^{۱۹} ملخصاً۔^{۲۰}

۱۷ فضائل حج ص ۱۱۰۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان ص ۲۷ میں اسے نقل کیا۔ اور ایسا ہی اقوال الجلی کی بازیافت ص ۴۴ میں مرقوم ہے۔

۱۸ شرح الصدور اردو ص ۱۹۳ اور ایسا ہی تفسیر کبیر سے مولانا سعید احمد نقشبندی نے ”مسک

۱۹ ضیاء القرآن ص ۳۱۰ (الرد - ص ۲۰۲)

۲۰ امام ربانی ص ۲۷۷ میں نقل فرمایا ہے۔

بحوالہ مقدمہ ثانی شریف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے، فرماتے ہیں، (ترجمہ) میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درمیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں تو فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ مذہب کے اتنے بڑے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، یہ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی اور مولانا زکریا صاحب تبلیغی نصاب والوں کی زبانی سنیے، وہ نقل کرتے ہیں کہ

”حضرت شیخ سید احمد رفاغی رضی اللہ عنہ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے تو سرکارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوئے۔ گنبدِ خضریٰ کے قریب پہنچ کر باوازِ بلند کہا، السلام علیک یا جدی (اے میرے نانا جان آپ پر سلام ہو) فوراً روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے ندا آئی، وعلیک السلام یا ولدی (اے میرے بیٹے تم پر بھی سلام ہو)۔ اس ندا مبارک کو سن کر آپ پر دھڑکاری ہو گیا۔ آپ کے علاوہ جتنے لوگ وہاں موجود تھے، سب نے آواز کو سنا۔ تھوڑی دیر کے بعد بحالتِ گریہ آپ نے دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ)

۱۔ جدائی (دوری) کی حالت میں تو اپنی روح کو روضہ مطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتا تھا، تاکہ میری طرف سے آپ کی آستانہ بوسی کا تشریف حاصل کرے۔

۱۔ رحمتِ خدا بوسیۃ اولیاء ۲۴، از مفتی احمد یار خان۔ اسی طرح کی ایک روایت الخیرات الحسان من ترجمہ اردو ۲۲ اور سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ص ۲۸۳ میں بھی مرقوم ہے۔

۲۔ اور جبکہ یہ دولت مجھے اصالۃً حاصل ہے تو آپ اپنا مبارک ہاتھ دیکھیے کہ میں اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کروں۔

اسی وقت قبر مطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک نکلا، اور آپ نے اس کو بوسہ دیا۔ اس وقت روضہ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً نوے ہزار عاشقانِ جمال کا اجتماع تھا جن میں سیدنا محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ بلخصاً لے

اب غور فرمائیے، ان نوے ہزار عاشقانِ جمال میں سے اکثریت دور دراز کے سفر کر کے آئی ہوگی۔ پھر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ احمد رفاعی (ظفر عثمانی نے انہیں غوثِ مقدم لکھا ہے۔ بنیان المشید ص ۱۵) کس شان کے بزرگ ہیں۔ اور ناجائز سفروں پر روانہ ہونے والے بزرگ نہیں ہو کرتے اور ان حضرات کی بزرگی میں تو شک نہیں۔ پھر کیا ناجائز امور کے مرتکبین کو بھی ایسے انعامات سے توازا جاتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔ گویا یہ سفر جائز ہے، اور تین مساجد کے علاوہ متبرک مقامات کی زیارت کے لیے سفر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ ہاں ان مقبول بزرگوں کے مخالفین ان سے الگ لہ پر چلتے رہیں گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو مقبول بندوں کی اتباع مطلوب ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ - (انعام ۱۵)

اور تو بھی اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اور سنئے! امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں، مستحب ہے کہ مدینہ منورہ کے متبرک مقامات کی زیارت کرے۔ ۱۵

۱۵ البیان المشید ترجمہ البرہان الموبد ص ۲۱ مکتبہ نھانوی۔ کراچی، فضائل حج ص ۱۳۱-۱۳۰

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیارت کے لیے آنے والے کو شفاعت کا حقین
دلایا۔ خود شہدائے اُحد کو بار بار نوازا اور خلفائے راشدین میں سے سیدنا صدیق
اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی شہدائے اُحد کی سال بہ سال زیارت
فرماتے رہے۔ بالخصوص سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طویل سفر اختیار کر کے
بیت المقدس سے جناب کعب احبار کو اپنے ہمراہ زیارت روضہ اطہر صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے مدینہ طیبہ لائے۔

حضرت شیخ احمد کبیر فاعی اور سیتنا غوث پاک رضی اللہ عنہما بلکہ ہزاروں
عاشقانِ جمال کا تذکرہ پڑھا اور زیارت و سفر زیارت اختیار کرنے کے باعث انہیں
جو انعام ملا وہ بھی آپ نے نوٹ فرمایا۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی حاجتیں
لے کر روضہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر حاضر ہوتے رہے۔ اب بھی اگر کوئی ضدی
سفر زیارت یا عرس میں شرکت کے لیے سفر عرس کو ناجائز کہتا رہے تو ہم کیا کہہ
سکتے ہیں۔

اب ہم حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کرتے ہیں۔ امید
ہے مخالفین اپنی زبانیں ضرور سنبھال لیں گے۔

حضرات القدس میں لکھا ہے کہ آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) پہلی
دفعہ مدینہ الاولیاء لاہور میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے
ہمراہ تشریف لائے تھے اور کچھ عرصہ یہاں مقیم رہے۔ دوسری دفعہ آپ یہاں کے
اولیائے عظام کے مزارات پر حاضری دینے کے لیے تشریف لائے تاکہ فیوض و
برکات حاصل کیے جائیں۔

لیکن کیا کیا جائے، منکرین زیارت اور مخالفین بزرگانِ اسلام کسی کا احترام

۱۔ فَيُرُوا فِي الْأَرْضِ فَاَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ

تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

۲۔ قُلْ سَيُرُوا فِي الْأَرْضِ فَاَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

مِنْ قَبْلُ ۗ تَمَّ فَرَاوُزِينَ فِي مِجَلِّ كَرِيحُو كَيْسَا اِنْجَامِ هُوَا اِغْلُوں كَا

الحمد لله ان مسجدوں کے علاوہ بھی سفر کا جواز ثابت ہو گیا جو

مانعین کے لئے درس عبرت ہے۔

سوال

کیا ہمارے مسلمہ بزرگوں میں سے بھی کسی نے یہ محفل قائم کی

ہے یا اس میں شرکت کے لئے سفر وغیرہ کیا ہے؟

جواب

بخوف طوالت مختصراً عرض کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی فرماتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے بموجب آپ

(عنوت اعظم رضی اللہ عنہ) کا عرس مبارک ربیع الآخر

کی نویں تاریخ کو ہونا چاہیے۔ جس پر ہم نے اپنے پیرو

مرشد عارف کامل شیخ عبدالوہاب قادری متقی قدس

سرہ کو پایا ہے۔ شیخ قدس سرہ آپ کے عرس کے

دن کے لئے یہی تاریخ یاد رکھتے تھے۔ بے شک ہمارے

۱۔ پارہ آل عمران، ۱۳۷ کنز الایمان ۲۔ الروم ۲۲ پ ۳۷ کنز الایمان ۳۔ فتح مغربین

علامہ وحید الزمان رقمطراز ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے طور کی زیارت کے لیے سفر کیا اور سلف

خلف کے بہت سے علماء نے انبیاء و صلحا کی قبروں کی زیارت کے سفر کو جائز قرار دیا ہے (بدلتہ المحدثی

ملک میں (عرس عنوت اعظم رضی اللہ عنہ کیلئے) آجکل میاں پور
تاریخ مشہور ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”ماہ رمضان المیارک میں بڑے بڑے عرس ہیں۔ دکن تاریخ کو سیدہ فاطمہ
الزہراء رضی اللہ عنہا کا عرس مبارک، اٹھ تاریخ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ عنہا کا عرس مبارک، ۲۱ تاریخ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عرس مقدس،
اور اسی تاریخ کو خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس پاک ہوتا ہے۔
منقول ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے
والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کرتے تھے مولوی
عبدالحکیم ملتانی نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے،
سال بہ سال کرتے ہو۔ اس کا درج ذیل جواب شاہ صاحب نے دیا جو توبۃ النہایح
ص ۷۲ پر مرقوم ہے، آپ فرماتے ہیں (ترجمہ)

”یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے اس کے حالات سے بے خبری اور جہالت کی
بنا پر ہے۔ اس لیے کہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شے کو
فرض نہیں جانتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ زیارت قبور اور قبور صالحین سے برکت
حاصل کرنا، قرآن مجید کی تلاوت، دعائے خیر، تقسیم طعام و شیرینی، باتفاق علمائے
کرام مستحسن اور خوب ہے۔

اور روزِ عرس کے متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن انکے دارِ عمل سے

ص تعین یوم کا ثبوت لہ ما ثبت من السنة من زعم ۳۱۹

۷ ملفوظاتِ عزیزی ص ۵ بحوالہ باہ طیبہ فروری ۱۹۹۳ء

* اس طرح گنگوہی نے بھی کہا کہ ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ

مجلس مولود اور عرس وغیرہ کو ضروری اور سنت جانتے ہیں لہذا ہم بدعت کہتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۱)

دارِ ثواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے۔" لہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مشائخ کے عرس کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کی قبور کی زیارت پر بلاؤمت
(مہیگی) اور ان کی فاتحہ پڑھنے کا اور ان کے واسطے صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے"

فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:

"جس وقت میں نے شہدائے بدر رضی اللہ عنہم کی زیارت کی اور میں ان کے
مزاروں کے گرد کھڑا ہوا تو ان کے مزاروں سے یکبارگی میری طرف نور چمکا" لہ
شاہ صاحب خود عرس میں شریک بھی ہو کر تے تھے۔ بقول الجلی میں لکھا
ہے (ترجمہ) شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب کے عرس کی مجلس میں
ان کے مزار پر اسرار پر بیٹھے ہوئے تھے۔" لہ

حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے دن آن جناب موضع پتلود
آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔" لہ
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کہتے ہیں :-

"مشرّب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے
پیر و مرشد کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا ہوں اول
قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت
ہوتی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر مرا حضر کھانا کھلایا جاتا

لے مسدک امام ربانی ص ۲۷۶، ۲۷۷ از مولانا سعید احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ، دینِ مصطفیٰ

ص ۲۷۵، اعلیٰ کلمۃ اللہ ص ۶۶ از پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ۔

۷۷ قطراتِ ترجمہ جمعہات ص ۴۳، ادارہ اسلامیات، لاہور

۷۸ فیوض الحرمین مترجم ص ۷۹ ۷۷ بقول الجلی کی بازیافت ص ۳۱ بجوالہ بقول الجلی ص ۳۴

۷۹ بقول الجلی کی بازیافت ص ۸۸ بجوالہ بقول الجلی ص ۳۸

سے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

فرمایا ایک دفعہ میں عبدالقدوس کے عرس میں اٹھ بیٹھ آیا ختم عرس کے دن ۱۲^۱
اور مولانا اسماعیل دہلوی کہتے ہیں :

(ترجمہ) پس ہر وہ عبادت جو مسلمان ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گزرے ہوئے
کی روح کو پہنچائے اور اس کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے تو یہ بہت
ہی بہتر اور خوب ہے اور رسوم میں فاتحہ پڑھنے، عرس کرنے، مردوں کی نذر
نیاز کرنے کی رسموں کی غول میں خشک و شبہ نہیں ہے۔ ۱۲^۲

اب سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک پیش کیا جاتا ہے
اس لئے کہ ان کے نام سے عام طور پر دھوکا دیا جاتا ہے۔ اس
لئے بھی کہ ان کے عمل کے حق ہونے سے انکار مشکل ہے اور اس
لئے بھی کہ شاید انہی پر اعتماد کر لیا جائے ہیں کامیابی کی امید
ہے۔ شیخ فرید کے نام فرماتے ہیں :-

” در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بھرت دہلی

رسید در معرض قبول افتد یعنی حضرت خواجہ قدس

سرہ کے عرس کے دنوں میں فقیر دہلی آیا ارادہ کھا کہ آپ

کی خدمت میں بھی پہنچے الخ

حضرات القدس میں ہے ”آپ (مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) ہر سال حضرت

۱۲ فیصلہ ہفت مسئلہ ۹ لفظ ہر سال ”قابل غور ہے۔ ۱۲ امداد المذاق ص ۱۳۹

۱۳ صراط مستقیم ص ۵۵ بحوالہ ثواب العبادات ص ۲۵

۱۴ ایام عرس سے عبرت حاصل ہو سکتی ہے۔ — انفاس العارفين۔ اردو، ص ۸۳ پھلت عرس میں

شاہ عبدالرحیم (والد شاہ ولی اللہ) کی موجودگی کا تذکرہ موجود ہے اور ص ۲۲ کے مطابق حضرت خواجہ

نور حضرت خواجہ باقی باللہ (پیر مرشد حضرت مجدد الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہم کا عرس کیا کرتے تھے۔

ایک جماعت دیوبند روانہ ہو گئی جہاں وہ شیخ الہند مولانا
محمود الحسن دیوبندی کی یاد میں منعقد ہونے والے سیمینار میں
شرکت کرے گی۔ پاکستان ریلوے نے اس سلسلے میں بھارت
جانے والی ٹرین میں خصوصی بوگیوں کا اہتمام کیا تھا۔ علماء
پندرہ روز تک بھارت میں قیام کریں گے۔ الخ

فرمائیے سیمینار کی حیثیت کیا ہے۔ کس کا سیمینار، کتاب و سنت میں
اس کی سند؟ یہ کن کی سنت ہے اور یہ چار سو علماء کا اتنا بڑا سفر
کہ "خصوصی بوگیوں کا اہتمام ہوا۔ مذکورہ تین مساجد میں سے ایک
بھی وہاں واقع ہے جس کی نیت سے سفر کیا گیا؟ عرس تو ثواب کی
غرض سے ہوتا ہے۔ یہ سیمینار اور اس میں شمولیت کس غرض پر مبنی ہے؟

اللہ کے خود ساختہ قانون کا نیرنگ

جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

اور سنیے جناب مجیب الرحمن شامی روزنامہ جنگ میں اپنے کالم "خلیۃ عالم"

میں بعنوان "ذرا فیصل مسجد تک" میں لکھتے ہیں:

"شہدائے بہاولپور کا یہ (یعنی ۱۴ اگست ۱۹۹۲ء کا دن) چوتھا یوم شہادت تھا۔

مولانا عبد القادر آزاد (دیوبندی) تحصیل (لاہور سے) یہاں آتے اور دُعا کے

لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔" (روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲۱ اگست ۱۹۹۲ء)

جناب رشید دہلوی اپنے کالم "خیریت مطلوب ہے" میں رقمطراز ہیں کہ

"چودہ اگست (۱۹۹۲ء) یوم آزادی کے موقع پر جماعت اسلامی نے مزار قائد اعظم

رحمۃ اللہ علیہ کراچی پر ایک موثر ریلی منعقد کی جس میں قاضی حسین احمد صاحب امیر

جماعت اسلامی نے تقریر کی۔ اس طرح قاضی صاحب جماعت اسلامی کے

ہمیں تسلیم ہے کہ سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں بدعت حسنہ کا وجود نہیں۔ کیونکہ وہ بدعت کا اطلاق ہی جب کرتے ہیں جب رفع سنت واقع ہو جائے۔ فرماتے ہیں :-
 "احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے۔"

پتہ چلا ان امور میں رفع سنت واقع نہیں ہوتا ورنہ آپ ان پر عمل نہ کرتے۔ آپ کے عمل سے ان امور کا جائز ہونا ثابت ہوا اور باعث ثواب بھی اور یہ بھی کہ آپ انہیں بدعت جانتے ہی نہیں۔
 لیکن دیگر علماء (تقسیم بدعت کے قائلین) اصل سنت اور تبدیلی ہیئت کی بنا پر بدعت حسنہ کہہ کر جواز و استحسان بیان کرتے ہیں۔ یہ اب بتائیے جواز ظاہر کرنے میں کیا فرق رہا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء و محققین کے درمیان اصطلاحی فرق کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ دیگر علماء نے ہیئت بدلنے پر بدعت اور اصل سنت ثابت ہونے پر حسنہ کہا۔ لیکن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے تبدیلی ہیئت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے سنت جانا عمل کیا اور کروایا۔ مفاد ایک ہے بات صرف لفظوں سے نہیں بنتی تعبیر و مراد کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔
 الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

غواص کو مطلب ہے صدف کہ گہر سے؟
 قرآن کریم میں ارشاد ہوا "لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ" نماز کے قریب

۱۷ دفتر اول مکتوب نمبر ۱۸۶۔
 ۱۸ مانعین و مخالفین کے مفتی محمد شفیع (کراچی)
 تسلیم کرتے ہیں "جن فقہاء کے کلام میں بعض بدعات کو حسنہ کہا گیا ہے، وہ لغوی معنی کے اعتبار سے بدعت ہیں، ورنہ درحقیقت بدعت نہیں" (سنت و بدعت ص ۸۱) ۱۷ النساء ۲۳ پ

نہ جاؤ۔ اب محض ان الفاظ کو نہیں دیکھیں گے بلکہ علت ممنوعہ پر بھی غور کریں گے۔

سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے یہاں جب تک رفع سنت واقع نہ ہو امر خاص جائز اور سنت ہی رہتا ہے۔ محض تبدیلی ہیئت سے سنت نہیں اٹھتی اور نہ ہی بدعت کہا جاسکتا ہے اور سنت اٹھ گئی تو بدعت کہہ دیا اور یہی رفع سنت بدعت میں حسن کے انکار کی وجہ ہے کہ حسن تو صرف سنت میں ہے۔ اسی لئے دیگر علماء نے بھی ایک امر خاص میں حسن صرف اسی وقت مانا جب اصل سنت ثابت ہوگی یعنی دیگر علماء کے نزدیک بھی استحسان کی علامت سنت ہی ہے ورنہ ان علماء نے بھی سیدہ کہنے سے گریز نہیں کیا اور ضرور رد کر دیا۔ پتہ چلا کہ جس امر کو دیگر علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں اسی کو مجدد علیہ الرحمۃ سنت پر محمول فرماتے ہیں۔ اور اس کے استحسان کے لئے لفظ بدعت کے اطلاق کو پسند نہیں کرتے نہ یہ کہ استحسان و جواز سے انکار کرتے ہیں وہ مستحسن امر کے لئے لفظ سنت ہی استعمال کرنا بہتر جانتے ہیں۔

مطالبہ

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور دیگر علماء کے درمیان

۱۔ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ

”بدعت حسنہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک داخل سنت ہے کیونکہ حضرت امام کل بدعة ضلالة“ کے مطابق اس پر بدعت کا لفظ نہیں بولتے اور آپ کے اور ان علماء کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں محض نزاع لفظی ہے۔“

(مقالت سعید یہ ۱۲۵، بحوالہ ضیائے حرم عید میلاد النبیؐ، ۳۱/۱۲/۱۳۱۰ھ)

یہ جو اصطلاحی فرق واقع ہوا ہے۔ اس کی کوئی قابل قبول توجیہ پیش کر دی جائے تو پھر ہم اعتراف کرنے میں عار نہیں سمجھیں گے۔

حاضر ہے

محولہ بالا تصریحات سے حق اگرچہ خوب واضح ہو چکا ہے اور اسے قبول کرنے میں عار بھی محسوس نہیں کرنی چاہیے پھر بھی ہم اتمامِ حجت کے عاری ہیں مطلوبہ توجیہ پیش کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

بمطابق حدیث پاک "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيَيْنِ" حضراتِ خلفائے راشدین کا قول و فعل سنت قرار پایا۔ لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے جاری کردہ طریقہ کو "نعمت البدعة" سے ملقب فرما دیا۔ اب دیکھئے سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء نے فرمایا کہ "خلفائے راشدین کا عمل سنت ہے اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "نعمت البدعة" تو حضرت مجدد الف ثانی نے حدیث پاک کو یوں اختیار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فاروقی رضی اللہ عنہ کو "سنت" فرمایا ہے بدعت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود مراد لیا ہے لہذا یہ سنت ہی ہے اور دیگر علماء نے نعمت البدعة کے قول کو یوں سنت سمجھا کہ بدعت کو لفظ نعمت سے ملقب کرنا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور یہ ضروری تو انہوں نے بدعت حسنہ کی اصطلاح اختیار کر کے اسے سنت پر محمول کر لیا۔ گویا بات ایک ہی ہے جو مختلف اصطلاحات میں بیان ہو رہی ہے۔ خلیفہ راشد کے

قول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کو ترجیح دینے میں صورت
اگرچہ مختلف رہی لیکن تعبیر و مراد ایک ہی رہی۔

فائدہ

موجودہ اصطلاح میں تقلید شخصی (امام معین کی تقلید) بدعت
شمار ہو رہی ہے ہم اسے حسنہ کہتے ہیں اور واجب سمجھتے ہیں خود حضرت
مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی بھی فرماتے ہیں کہ :-
” مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست
بلکہ واجب و لازم ہے۔“

جبکہ قرونِ ثلاثہ میں اس کے وجوب کا ذکر تک نہ تھا اور جب حضرت
مجدد علیہ الرحمۃ بدعت سے احتراز اور متابعت سنت پر زور دیتے
ہیں تو ضروری ہے کہ تقلید ان کے نزدیک سنت ہو۔ اب یہ کیوں سنت
ہے اور کس کی سنت ہے۔ مانعین بدعت حسنہ بتائیں گے۔ ہم نے مجدد
الف ثانی اور دیگر علماء علیہم الرحمۃ میں موافقت ثابت کر دی ہے
لہذا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے موافقت پیدا کرنے کے لئے مندرجہ بالا
امور کو نیک اور جائز ماننا ہوگا ورنہ اختلاف ظاہر ہے جو چھپائے
نہیں چھپ سکتا۔

بہر حال اگر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا عمل درست
ہے اور یقیناً درست ہے تو یہ امور بھی درست ہونے اور ایسے ہی
ہم اہل سنت و جماعت کا عمل بھی درست ہوا۔ اور جو کام اچھا اور
نیک ہے اس کی معاونت کے لئے حکم رہانی ہے

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو

پس سب کو ان امور خیر میں شمولیت و معاونت کرنی چاہیے اس لئے کہ
اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے

صلوٰۃ و سلام قبل اذان

کتاب و سنت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف
پڑھنے کا حکم ہوا۔ اس کی فضیلت بیان ہوئی اور فوائد کثیرہ ذکر ہوئے۔
مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی "غیر اللہ" کے نام سے موسوم
اپنی کتاب "زاوالبیعد" میں ایسے بہت سے عنوانات پر بے شمار
احادیث نقل کی ہیں۔ بہر حال درود شریف کے فضائل و فوائد سے
مطلقاً تو کسی کو انکار نہیں ہاں قبل اذان یا بعد اذان صلوٰۃ و سلام میں
آجکل نزاع ہے۔ ہم انشاء اللہ اس اجمالی گفتگو میں اس نزاع کو
دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ ملاحظہ ہو قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا^۱ بے شک اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں
اس غیب بتا نبیوالے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔

۱۔ المائدہ ۲۲ پ ۱۷ کنز الایمان ۳۱ الاحزاب ۵۶ پ ۲۲ ۱۷ کنز الایمان۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے۔

(تبلیغی نصاب۔ فضائل درود شریف ص ۹)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

یہاں لفظ "خوب" کا عمل نظر ہے۔ مراد بہت زیادہ اور بار بار بھیجنا ہے۔ گویا صلوة وسلام بسیار گاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور رب کریم کی سنت ہے

کہ خود خالق بھی ہے شامل اسے سننے سنانے میں

آیہ کریمہ اور اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ آئیے، اب چند احادیث بھی ملاحظہ کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۱۔ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے

۲۔ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی پڑھے گا۔

۳۔ قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہو گا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔

۴۔ بڑا بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور مدارج النبوت میں یوں بھی ہے: - اِنَّ الْبَخِيْلُ كَلَّ الْبَخِيْلُ بے شک یہ تمام بخیلوں میں بدتر بخیل ہے

آیت کریمہ اور احادیث مندرجہ بالا میں قبل اذان وغیرہ کے وقت کی قید یا استثنا نہیں ہے۔ ہم نے تھانوی صاحب کی زاد السعید

۱۔ ترجمہ اشرف علی تھانوی ۲۔ مولانا محمد شفیع ادکار ڈوی فرماتے ہیں: "سلموا کے بعد تسلیماً مفعول مطلق بیان فرما کر سلام پڑھنے میں تاکید پیدا فرمادی کہ سلام ضرور پڑھنا کیونکہ مفعول مطلق کی اصل غرض تاکید ہے۔" (برکات میلاد شریف ص ۱۶)

۳۔ مشکوٰۃ باب صلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۵ ایضاً مدارج النبوت ص ۱۶۰ تبلیغی نصائے فضائل درود شریف تیسری فصل۔ مدارج النبوت اردو اول ص ۵۵۔

بھی دیکھی وہ بھی اس شرط سے خالی پانی بلکہ آیت کریمہ بجائے مقید ہونے کے مطلق حکم کے ساتھ عمومیت کی حامل ہے۔
 اب بتائیے قرآن و حدیث نے تو درود پاک پڑھنے کو مطلق رکھا ہے کہ جب بھی پڑھ سکو پڑھو۔ وقت کی پابندی بالکل نہیں کہ فلاں وقت پڑھ لیا تو درست ہوگا اور فلاں فلاں وقت میں گناہ۔ اگر ایسا ہوتا تو درود شریف پڑھنے کے اوقات مقرر کر دئے گئے ہوتے یا ممنوعہ اوقات کی تفصیل بتا دی گئی ہوتی۔ جبکہ ایسا نہیں ہے تو گویا یہ قید کہ قبل اذان یا بعد اذان درود شریف درست نہیں ایک من گھڑت قید ہے اور فتاویٰ رشیدیہ میں ہے :-

”جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے اپنی عقل سے اس میں قید لگانا حرام ہے۔“

غزالیؒ دورانِ محدثِ زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
 ”قبل اذان اور بعد اذان صلوٰۃ و سلام ہرگز مذموم نہیں، نہ بدعت شرعیہ ہے جسے بدعتِ ضلالت کہا جاسکے، بلکہ امرِ مستحسن ہے جس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے۔ کتاب اللہ میں صلوٰۃ و سلموا کا ارشاد ہے جس میں کوئی تخصیص و تقیید نہیں۔ الخ“
 جب تمام اوقات میں درود و سلام بھیجنا مستحب و مستحسن ہے

۱۔ مخالفین کے مفتی محمد شفیع دلیوبندی کراچی کہتے ہیں:
 ”جس طرح ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر، ہر طرح اُڑے اسی طرح درود شریف بھی ہر طرح جائز ہے۔ (سنت و بدعت ص ۵۷)
 ۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۷ ۳۔ مقالاتِ کاظمی حصہ سوم ص ۳۲۲ مکتبہ فریدیہ، ساہیوال
 ۴۔ مدارج النبوت، اردو، اول ص ۵۵ اور جذب القلوب (اردو) میں ص ۲۴۲ پر ایسے کثیر اوقات مستحب ہیں اذان و اقامت کے بعد کا وقت بھی شمار کیا گیا ہے۔

ہے " تو پھر یہاں کیوں منع کیا جاتا ہے۔ حیرت ہے اس قدر مبارک اور نیک کام سے بھی تعصب ہے (معاذ اللہ)۔

شکوہ و شبہات کے ازالہ کے لئے آئندہ مسطور میں چند غور طلب اور مفید سوالات ملاحظہ کیجئے۔ اور اپنی روش کو جاننے پہچاننے اور راہ راست پر پہنچنے کی کوشش کیجئے۔

۱۔ بتائیے آیت کریمہ میں صلوٰۃ و سلام کا حکم مطلق ہے یا وقت خاص کے ساتھ مقید ہے؟ اس میں کسی خاص وقت کی ممانعت ہے اور کیا ممنوعہ اوقات میں قبل اذان کا وقت شامل ہے؟ حکم ہنی ثابت کرنے کے لئے کس دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ممانعت کا اختیار کس کو ہے اور اس میں کسی ہیئت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

۱۰ قاری طیب سابق ہتمم دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں کہ

"کون جرأت کر سکتا ہے کہ اطلاق قرآنی کے نیچے آئی ہوئی کسی صورت کو ممنوع لفظاً کر قرآن کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی جرأت کرے اور اس طرح قرآن کے اطلاق کو تعقید سے بدل کر قرآن کی ایک صاف اور صریح دلالت کے مد مقابل آجائے، کیونکہ _____ دین کے سلسلے میں کسی مطلق کو مقید بنانے یا مقید کو مطلق کرنے، کسی عام کی تخصیص کر دینے یا خاص کو عام بنا دینے کا حق اللہ در رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کس کو حاصل ہے؟ کہ اس جرأت کی گنجائش ہو پھر بھی اگر کوئی غیر خدا اور رسول ایسا کرے تو حقیقتاً یہ در پردہ شارع ہونے کا دعویٰ ہے، جو بدترین بدعت بلکہ شرک فی الامت ہے۔

اعاذنا اللہ منہ (کلمہ طیبہ ص ۱۹-۲۰)

ہندوؤں و مشرکوں کے مطلق کو مقید کرنے والا بھی اپنے انہی قاری صاحب کے اس فتویٰ کی زد میں ہے۔ پھر قاری صاحب نے کلمہ طیبہ کی ہیئت ترکیبی اور اس کے جواد کی بحث میں جو کچھ کہا ہے ہمارے اندر کو مد نظر رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں تو قبل اذان صلوٰۃ و سلام کا جواز بھی بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ منافعاً شرعاً ہے۔

و دیکھتے ہیں :- اب اگر حضرات مانعین کلمہ طیبہ (اسی طرح قبل اذان صلوٰۃ و سلام کے مانعین

رہنمہ حاشیہ مجھے مسخو بہا

۲۔ مسجد میں عبادت کے کام کون کون سے ہیں؟ ان میں درود پاک شامل ہے یا نہیں اس کا با وضو پڑھنا افضل ہے یا بے وضو اور مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد سے باہر جبکہ مسجد میں نماز بھی قائم نہ ہو۔
 ۳۔ ضروری تو یہ ہے کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنے یا پکائے وہ درود شریف پڑھے۔ نہ پڑھنے والا بخیل اور رحمت خداوندی سے دوری کا مستحق ہے۔ اب جو نہ پڑھے وہ تو بخیل ہے اور جو روکنے والا ہے اس کے لئے کیا وعید ہے؟ کہیں وہ نہ پڑھنے والے سے بھی بڑا بخیل تو نہیں؟

۴۔ اذان میں دو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے اگر مؤذن قبل اذان یا بعد اذان صلوة و سلام پڑھے تو مضائقہ کیا ہے۔ کیا یہ بخل سے بچنے کی اچھی ترکیب نہیں ہے؟
 ۵۔ قبل اذان صلوة و سلام سے انکار کس کی سنت ہے اور یہ

کیونکر روا ہے؟

۶۔ اس کا بدعت قرار دے کر نہ پڑھنا کس سے ثابت ہے؟
 ۷۔ جب دین مکمل ہے اور اس میں منع نہیں کیا گیا تو اب کیوں اور کس نیت سے منع کیا جاتا ہے؟ دوسرے کیا حکم ممانعت سے قرآن

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس ثبوت کے خلاف اس درجہ کا کوئی ثبوت پیش کرتے، کوئی آیت یا کوئی صحیح اور متواتر مشہور روایت سامنے لاتے جو اطلاق قرآنی کو منسوخ کر کے صراحتاً کلمہ طیبہ (اس طرح قبل اذان صلوة و سلام) کے ممنوع و ناجائز یا بدعت ہونے پر دلالت کرتی تو بلاشبہ اس پر توجہ کی جانی ضروری ہوتی لیکن اس کے برعکس اگر روایتیں ملتی ہیں تو اس اطلاق قرآنی کی مؤید اور اس اطلاق قرآنی کے نیچے آئے ہوئے ایک ایک حال کے جواز اور ثبوت کی ملتی ہیں جس سے ہماری پیش کردہ ثبوت اور زیادہ مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے۔ (کلمہ طیبہ ص ۱۲۳)

پیش کی مخالفت نہ ہوئی؟

۸۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے صلوٰۃ و سلام پڑھو "صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا عَلَیْهِمَا" مانعین کہتے ہیں نہ پڑھو بتائیں کہ اس مخالفت خداوندی کے تصور کیا ہے؟

۹۔ ہم نے چند قواعد و ضوابط پیش کئے ہیں ان کے مطابق کیا حکم ہے؟ ان سوالات پر خصوصی غور فرمانے سے قبل اذان درود شریف کا جواز سلیم کرنے میں کوئی الجھن نہیں رہے گی اور اس کی ضرورت و افادیت بھی خوب معلوم ہو جائے گی۔ علمائے حق نے اسے جائز جانا اور اس پر عمل کیا یہم بخوف طوالت علمائے حق کی تصریحات سے صرف نظر کرتے ہوئے مانعین ہی کے معتبر مولینا روزنامہ جنگ کے مفتی ادیب شہیر جناب مولینا عبدالرحمن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ نقل کرتے ہیں تاکہ قبل اذان درود شریف کے جواز پر اتمام حجت ہو جائے۔ ملاحظہ کیجئے جنگ میگزین راولپنڈی مورخہ ۱۳ تا ۲۰ جنوری ۱۹۸۳ء اور ہم اہل سنت و جماعت کے معمولات کی صحت کی داد دیکھئے اور حق سمجھ کر قبول کر لیجئے۔

سوال

اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام جو آج کل رائج ہو گیا کیا جائز ہے؟

جواب

صلوٰۃ و سلام اس میں کوئی شک نہیں کہ بہترین عبادت ہے اور ہر وقت اس کو پڑھنا باعثِ رحمت و برکت ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس کو اذان کا جزو تو نہیں سمجھ لیں گی۔ اگر اس کو اذان کا جزو سمجھ لیا گیا تو پھر یہ بلاشبہ بدعت ہوگی جس کی مذمت واضح ہے

انصاف کی بات یہ ہے کہ اذان سے پہلے پڑھنے والے پڑھیں اور اذان کی طرح اونچی آواز سے نہ پڑھیں بلکہ آواز قدرے پست ہو اور اذان اور صلوٰۃ و سلام میں فصل ہو اگرچہ آدھے منٹ کا ہی ہو تو پھر انشاء اللہ اللہ عزوجل بدعت ہونے کا احتمال نہیں ہوگا۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ یہ قبل اذان صلوٰۃ و سلام کا جواز کون کس طرح بیان کر رہا ہے۔ کہتے ہیں:

”ہر وقت اس کو پڑھنا باعثِ رحمت و برکت ہے“

اس ”ہر وقت“ میں قبل اذان کا جواز شامل ہے کیونکہ سوال میں اسی وقت کا ذکر ہے۔

رہا یہ حدیث کہ ”آئندہ آنے والی نسلیں اس کو اذان کا جزو تو نہیں سمجھ لیں گی“ تو یہ ایک بے بنیاد مفروضہ ہے۔ نہ آج تک کسی نے ایسا سمجھا ہے اور نہ انشاء اللہ ایسی صورت پیدا ہوگی۔ نوافل متواتر پڑھے جانے کے باوجود آج تک نماز کا جزو نہیں سمجھے گئے اور نہ ہی آئندہ ایسا سمجھا جانے کا مفروضہ قائم ہوا۔ ہمیشگی اور بات ہے فرض و واجب یا ان کا جزو سمجھنا علیحدہ بات۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے:

وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَوَّامًا عَلَيْهِ صَاحِبُهُ

اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس کا کرنے والا اسے ہمیشہ کرتا ہے۔

تو کسی امر خیر پر اصرار اور ہمیشگی کو فرض و واجب پر منتج جاننا درست نہیں۔ یہ ہمیشگی تو خداوند تعالیٰ کی پسندیدگی حاصل کرنے

لے جنگ میگزین راولپنڈی مورخہ ۱۲، ۲۰ جنوری ۱۹۸۳ء، ۲ بخاری شریف کتاب الایمان (بیاض الصحیحین ج ۱ ص ۹۳ مترجم)

”حجۃ اللہ البتوں میں شاد و فی اللہ نے نقل کیا احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل (مترجم ص ۴۸) اور ابن ماجہ شریف باب ”الصدامة علی العمل“ میں اس مضمون کی کسی روایتیں موجود ہیں۔

کا ذریعہ ہے۔ ان کے ہاں قبل اذان صلوٰۃ و سلام کا پڑھنا بدعت نہیں
اسے اذان کا جزو سمجھنا بدعت ہے اور ان کے لفظ "آئندہ" سے بخوبی
واضح ہوتا ہے کہ فی الحال اسے اذان کا جزو نہیں سمجھا جاتا لہذا
بدعت نہیں۔

آگے مولانا موصوف نے پڑھنے والے کے حق میں ڈگری بھی دے دی
کہ "انصاف کی بات یہ ہے کہ اذان سے پہلے پڑھنے والے پڑھیں"
یعنی یہ عمل ترک نہ کریں اور ان کو روکنا انصاف کی بات نہیں ہاں
"آواز قدرے پست ہو اور اذان اور صلوٰۃ و سلام میں فصل ہو اگرچہ
آدھے منٹ ہی کا ہو" تو پھر بدعت نہیں۔

پس قبل اذان صلوٰۃ و سلام جائز اور باصواب ہوا اسے بدعت و
ناجائز کہہ کر روکنا ناانصافی ہے۔ اسلام انصاف کی بات چاہتا ہے
اس لئے ہم درخواست کرتے ہیں کہ جب قبل اذان صلوٰۃ و سلام پڑھنا
رحمت و برکت کا باعث ہے تو رحمت و برکت کے حصول کے لئے خود
بھی پڑھیں یعنی اپنے ہاں بھی جاری کریں کیونکہ رب تعالیٰ کی رحمت و
برکت سے بے نیازی بغاوت پر منتج ہو سکتی ہے اور ناراضگی رب تعالیٰ
کا باعث بھی۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِمْرًا تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كِبْرًا مَّقْتًا
عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ خدا کے نزدیک

یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں بلے

ہم نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ نقل کر دیا ہے تاکہ

ابہام باقی نہ رہے اور مولیٰ ستا موصوف لے اپنے ساتھیوں سمیت
 خود بھی یہ کام کرنا شروع کر دیں تاکہ نزاع کی ہر صورت کا مکمل خاتمہ
 ہو جائے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ امر خیر (قبل اذان صلوٰۃ و سلام)
 بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائے، بغاوت سے بچائے اور اپنی خصوصی
 رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

عدالتِ قارئین

یہ صفحات کسی طوالت کے متحمل نہیں اسلئے ہم اختصار پر معذرت خواہ ہیں، پھر بھی حتی المقدور (بفضلہ تعالیٰ) اتمامِ محنت کر دیا گیا ہے۔ دعویٰ کا اثبات اور مخالفین مانعین کے اشکالات و اعتراضات اور شکوک و شبہات کا صریح جائزہ پیش کر دیا ہے۔ کسی کی دلائل زاری مقصود نہیں اور کہیں ایسا ہوا ہو تو معذرت قبول کر لی جائے کہ نہیں تو صرف آئینہ حق دکھلانا مطلوب ہے۔

اب حق و باطل میں امتیاز و انتخاب منصفین قارئین کرام کی اپنی ذمہ داری ہے ہماری استدعا یہ ہے کہ بلا تعصب اور بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے۔ اس کے روشن روشن نقلی و عقلی دلائل و براہین کو دیانت و امانت کے ہر معیار و زاویہ سے جانچا اور پرکھا جائے۔ پھر جب حق مثل مہر نیمروز واضح نظر آجائے تو ہر قسم کی غفلت و مصلحت بالائے طاق رکھ کر خدا را اسے ضرور قبول کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اجل مجدہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کیلئے یہ بہت ضروری ہے۔ یہی مومن کا مقصد حیات اور انسانیت کا کمال ہے رب کریم سے دعا ہے کہ حیدر متلاشیانِ حق کو با دیہِ ضلالت سے نکال کر ہدایت کا شعور اور ایمان کا نور عطا فرمائے اور امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کا مصداق بنا کر اعمالِ صالحہ کی توفیق دے اور شرفِ اجابت و قبولیت سے سرفراز فرماوے۔ پھر سو باتوں کی ایک بات اور سب دعاؤں کی جان کہ اپنے محبوب پاک صدر بزمِ کائنات مبدائے حسنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی شفاعت نصیب فرمائے۔ ہم گنہگاروں کے

سہارا بھی تو یہی ہیں۔

بچھ سا سیاہ کار کون ان سا شفیع ہے کہا پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ نرا گمان ہے

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

ماخذ کتاب

- ۱۔ قرآن پاک۔ اللہ تعالیٰ کی آخری مقدس کتاب
- ۲۔ ترجمہ کتر الایمان۔ امام احمد رضا بریلوی
- خزانة العرفان تفسیر صد الفاضل سید نعیم الدین
- ۳۔ ترجمہ محمود الحسن۔ محمود الحسن دیوبندی
- ۴۔ تفسیر عثمانی۔ شبیر احمد عثمانی
- ۵۔ ترجمہ و تفسیر تھانوی مولانا اشرف علی تھانوی
- ۶۔ ترجمہ و تفسیر موسوم بقسیم القرآن۔ مولانا مودودی
- ۷۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- ۸۔ تفسیر حلیمین۔ جلال الدین محلی، جلال الدین سیوطی
- ۹۔ تفسیر مظہری۔ شار اللہ پانی پتی
- ۱۰۔ تفسیر نعیمی۔ مفتی احمد یار خان
- ۱۱۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری
- ۱۲۔ تفسیر معارف القرآن۔ محمد شفیع کراچی
- ۱۳۔ تفسیر بیان السجنان۔ عبدالداؤد (دیوبندی)
- ۱۴۔ صحیح بخاری۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری
- ۱۵۔ ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی
- ۱۶۔ ابن ماجہ۔ امام سلیمان بن اشعث
- ۱۷۔ موطا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ
- ۱۸۔ مسند امام اعظم۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ
- ۱۹۔ مشکوٰۃ۔ امام ابو عبد اللہ محمد
- ۲۰۔ ریاض الصالحین۔ امام نووی
- ۲۱۔ اربعین نووی۔ "
- ۲۲۔ فتح الباری۔ امام ابن حجر عسقلانی
- ۲۳۔ فیوض الباری۔ سید محمود احمد رضوی
- ۲۴۔ اشعۃ اللمعات۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- ۲۵۔ مرقات۔ ملا علی قاری
- ۲۶۔ مرآة۔ مفتی احمد یار خان
- ۲۷۔ در الشمین۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- ۲۸۔ معارف الحدیث۔ منظور نعمانی
- ۲۹۔ درس ترمذی۔ تقی عثمانی
- ۳۰۔ آثار الحدیث۔ ڈاکٹر خالد محمود
- ۳۱۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ امام جلال الدین سیوطی
- ۳۲۔ شرح الصدور۔ "
- ۳۳۔ النخصائص کبریٰ۔ "
- ۳۴۔ النخصائص صغریٰ۔ "
- ۳۵۔ حسن المقصد فی عمل المولد۔ "
- ۳۶۔ فتوح الغیب۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ
- ۳۷۔ غنیۃ الطالبین۔ (منسوب)۔ "
- ۳۸۔ کشف المحجوب۔ دلانا گنج بخش
- ۳۹۔ کتاب الشفا۔ قاضی عیاض

۶۲. انگوٹھے چوڑے (منیر عین)۔ امام احمد رضا بریلوی
 ۶۳. احکام شریعت۔ " "
 ۶۴. ارشادات اعلیٰ حضرت (مطبوعہ ایشیا)۔ " "
 ۶۵. اقامت القیامت۔ " "
 ۶۶. موقوفات اعلیٰ حضرت۔ " "
 ۶۷. شان حبیب الرحمن۔ مفتی احمد یار خان
 ۶۸. جاء الحق۔ " "
 ۶۹. علم القرآن۔ " "
 ۷۰. مواظب نعیمیہ۔ " "
 ۷۱. رحمت خدا بوسیلا اولیاء۔ " "
 ۷۲. الوفا۔ علامہ ابن جوزی
 ۷۳. میلاد الرسول ترجمہ مولد العروس۔ " "
 ۷۴. بیان المیلاد النبوی۔ " "
 ۷۵. میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ علاء الدین کثیر
 (میلاد الرسول)
 ۷۶. جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید محمد بن علوی
 ۷۷. میلاد انبی صلی علیہم وسلم۔ امام اہلسنت سید احمد سعید کاسمی
 ۷۸. معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ " "
 ۷۹. مقالات کاظمی۔ " "
 ۸۰. کتاب الترویج۔ " "
 ۸۱. تصریح المقال۔ " "
 ۸۲. برہان التوہید (بنیان المشید)۔ شیخ احمد کبریائی
 ۸۳. ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پیر محمد کریم شاہ الازہری

۴۰. شواہد النبوت۔ مولانا عبد الرحمن جہاں
 ۴۱. مکتوبات امام ربانی۔ حضرت مجدد الف ثانی
 ۴۲. حضرات القدس۔ بدر الدین سرسندی
 ۴۳. زبدة المقامات۔ خواجہ ہاشم کشمی
 ۴۴. احیاء العلوم۔ امام غزالی
 ۴۵. کیمیائے سعادت۔ " "
 ۴۶. افروز البکینی فی اسئل تفسیر مشاہدہ الی الاثر محمد دہلوی
 ۴۷. حجة الالباقہ۔ " "
 ۴۸. ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء۔ " "
 ۴۹. فیوض الحرمین۔ " "
 ۵۰. عقداً بحید۔ " "
 ۵۱. انقاس العارفين۔ " "
 ۵۲. انقباض فی سلاسل اولیاء۔ " "
 ۵۳. اقوال الجلیل۔ " "
 ۵۴. همعات۔ " "
 ۵۵. مدارج النبوت۔ شیخ عبدالحق محمد دہلوی
 ۵۶. جذب القلوب۔ " "
 ۵۷. اخبار الاخیار۔ " "
 ۵۸. ما ثبت من السنۃ۔ " "
 ۵۹. تکمیل الایمان۔ " "
 ۶۰. جواهر البحار۔ امام یوسف نبہانی
 ۶۱. ختم نبوت۔ امام احمد رضا بریلوی

- ۱۰۸۔ گیارہویں شریف۔ صدر الافاضل مراد آبادی
- ۱۰۷۔ برکات سیراد شریف۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
- ۱۰۸۔ ثواب العبادات۔ ” ”
- ۱۰۹۔ تواریخ حبیب الہ۔ عنایت احمد کاکڑوی
- ۱۱۰۔ فیصلہ ہفت مسئلہ۔ حاجی امد اللہ شاہ جہانپوری
- ۱۱۱۔ کلیات اداویہ۔ ” ”
- ۱۱۲۔ فتاویٰ مہریہ۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی
- ۱۱۳۔ اعلا کلمۃ اللہ۔ ” ”
- ۱۱۴۔ ہجرت مدینہ۔ علامہ شبلی نعمانی
- ۱۱۵۔ الغترالی۔ ” ”
- ۱۱۶۔ لمعات الاصلیۃ المتآزہ۔ مفتی ہدایت الحق
- ۱۱۷۔ واعظ۔ ابوالنور محمد بشیر
- ۱۱۸۔ دیوبندی علماء کی حکایات۔ ” ”
- ۱۱۹۔ دیوبندی مذہب۔ غلام مہر علی گولڑوی
- ۱۲۰۔ دیوبندی حقائق۔ ابوداؤد محمد صادق
- ۱۲۱۔ نشر الطیب۔ اشرف علی تھانوی
- ۱۲۲۔ زاد السعید۔ ” ”
- ۱۲۳۔ امداد المشتاق۔ ” ”
- ۱۲۴۔ اشرف المواعظ۔ ” ”
- ۱۲۵۔ الافاضات الیومیہ (مطبوعات)
- ۱۲۶۔ الشامۃ العنبریہ۔ تواب صدیق حسن بھوپالی
- ۱۲۷۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ سعید احمد کبر آبادی

- ۸۴۔ سنت خیر الانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیر محمد کرم شاہ الازہری
- ۸۵۔ جانِ جاناں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- ۸۶۔ جشن بہاراں۔ ” ”
- ۸۷۔ الخیرات الحسان۔ شیخ شہاب الدین حجر ستیمی
- ۸۸۔ حیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ۔ محمد ابو زہرہ مصری
- ۸۹۔ سوانح بے بیباک امام اعظم رضی اللہ عنہ۔ شاہ ابوالحسن قادری
- ۹۰۔ اقوال الجلی کی بازیافت۔ ” ” محمود احمد برکاتی
- ۹۱۔ مولانا اسماعیل اور فقہیۃ الایمان۔ شاہ ابوالحسن قادری
- ۹۲۔ تذکرۃ المحدثین۔ علامہ غلام رسول سعیدی
- ۹۳۔ محدثین عظام اور انکے علمی کارنامے۔ تقی الدین ندوی
- ۹۴۔ انوار لائانی۔ پروفیسر محمد حسین آسی
- ۹۵۔ انوارِ ساطعہ۔ مولانا عبد السمیع
- ۹۶۔ تحفہ اشاعشریہ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
- ۹۷۔ مقیاس حنفیت۔ مناظر اسلام محمد عمر چھوڑوی
- ۹۸۔ مسلک امام ربانی۔ محمد سعید نقشبندی
- ۹۹۔ اولیٰ اہل السنۃ والجماعت۔ سید یوسف فاضل کویٹہ (اسلامی عقائد)
- ۱۰۰۔ بہار شریعت۔ مولانا مجدد علی (صدر شریعت)
- ۱۰۱۔ قانون شریعت۔ احمد شمس الدین رضوی
- ۱۰۲۔ عجائب الفقہ۔ مفتی جلال الدین امجدی
- ۱۰۳۔ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید محمود احمد رضوی
- ۱۰۴۔ اسلامی تقریبات۔ ” ”
- ۱۰۵۔ تبرکات کی تعظیم۔ صدر الافاضل مراد آبادی

- ۱۲۸۔ آفتاب نبوت۔ قادی طیب دیوبندی
 ۱۲۹۔ عالم برنخ " "
 ۱۳۰۔ کلمہ طیبہ " "
 ۱۳۱۔ تبلیغی نصاب۔ مولانا محمد زکریا
 ۱۳۲۔ فضائل حج " "
 ۱۳۳۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ رشید احمد گنگوہی
 ۱۳۴۔ لہند علی المفند۔ عقائد علمائے دیوبند
 ۱۳۵۔ تحذیر الناس۔ فاکم ناتوتوی
 ۱۳۶۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ محمد شفیع
 ۱۳۷۔ سنت و بدعت۔ " "
 ۱۳۸۔ ہدایتہ المستفید۔ شرح حال التوحید از محمد بن عبد بن ہاشمی
 ۱۳۹۔ ملفوظات الیاس۔ بانی تبلیغی جماعت کے ملفوظات
 ۱۴۰۔ دعوات حق۔ عبدالحق اکوڑہ خٹک
 ۱۴۱۔ حدیثہ المہدی۔ علامہ وحید الزمان
 ۱۴۲۔ روشنی۔ محمد متین ہاشمی
 ۱۴۳۔ اظہار حقیقت۔ حکیم ہاشمی حیدرآبادی
 ۱۴۴۔ تقلید کی شرعی حیثیت۔ محمد تقی عثمانی
- ۱۴۵۔ خلافت و ملوکیت۔ مولانا مودودی
 ۱۴۶۔ راہِ عمل۔ جلیل حسن ندوی
 ۱۴۷۔ بی بی میلاد اہلبی کی تعلیم کی شرعی حیثیت۔ محمد حسین ندوی
 ۱۴۸۔ محفل میلاد۔ جاہرا بجزاڑی / مشتاق ندوی
 ۱۴۹۔ جنگ میگزین۔ جنگ راولپنڈی
 ۱۵۰۔ بدعت کیا ہے۔ ماہر القادری / عامر عثمانی
 ۱۵۱۔ مہاج القرآن (ماہنامہ)۔ لاہور
 ۱۵۲۔ اردو و انجسٹ (جرحۃ للعالمین نمبر)۔ لاہور
 ۱۵۳۔ ضیائے حرم (ماہنامہ)۔ لاہور۔ بھیرہ
 ۱۵۴۔ ماہ طیبہ " " سیالکوٹ
 ۱۵۵۔ نور اسلام " " شہر قیوہ شریف
 ۱۵۶۔ رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (ماہنامہ) لوجہ الزوال
 ۱۵۷۔ تہذیب العقائد۔ شرح عقائد نسفی
 ۱۵۸۔ تصحیح العقائد۔ علامہ عبدالحامد بدایونی
 ۱۵۹۔ ارمغان شاہ ولی اللہ۔ پروفیسر محمد سرور
 ۱۶۰۔ القول الجلی اردو۔ مسلم کتابوی لاہور

نعتِ مُصطفیٰ ﷺ

گل بھی بہارِ نو بھی گلستاں بھی آپ ہیں
عالم کی جان، دہر کا ارماں بھی آپ ہیں
منزل بھی راہِ سیر بھی، نگہباں بھی آپ ہیں
گویا قسیمِ رحمتِ رحماں بھی آپ ہیں
دل وہ ہے جس کے درد کا دریاں بھی آپ ہیں
میری رہِ نجات کا ساماں بھی آپ ہیں
نورِ ازل کا جلوہ تاباں بھی آپ ہیں
پیغامِ اوج و عظمتِ انساں بھی آپ ہیں
توحید کی عظیم تر بُراہاں بھی آپ ہیں
اس داستانِ فکر کے عنوان بھی آپ ہیں
ہاں ہاں جہانِ نور کے سلطان بھی آپ ہیں

ہو جا غلامِ مُصطفیٰ قریباں حضور پر
حُسنِ یقین بھی دین بھی، ایماں بھی آپ ہیں

وَجِبْرِ مَکَاں بھی باعثِ امکاں بھی آپ ہیں
اک میں ہی اُن کے لطفِ کرم پر نہیں فدا
مجھ کو رہِ حیات کی مشکل سے کیا غرض
واللہ ان کی نظرِ عنایت سے مغفرت
سُروہ سے جس میں سودا سما یا حضور کا
صدقہِ حُسنِ حُسنِ رُحیٰ عُنُوبِہَا کا لُطْفِ
جس نے کیا جہاں کے اندھیروں کو مستنیر
کس نے بشر کو ظلمتِ ذلت سے دی نجات
مانا ہے مہر و ماہ و نجوم و نجوم و لیل
بکھی اگر حقیقتِ بدعت ضیائے خوب
حسرت ہے آپ نورِ محبت عطا کریں

غلامِ مُصطفیٰ امجدی ایم۔ اے
شکر گڑھ

۶۲ - ۶۸۹
 پروقت و ہر شریعت و عزت پر سید محمد طہر خاں شاہ ظہر
 نیر پور شاہی دہلی دہلی ہندوستان پاکستان کی زیر نگرانی
 مبارک شاہ لاکھنؤ علی احمد علی پور سید صاحب شریف
 سے شائع ہوتا ہے۔

۱۔ ماہنامہ اَلْوَارِثَانِ

- جو معاشرہ دینی رسالوں میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے
 - جو مسائل شریعت و طریقت کو عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کرتا ہے
 - جس کے مصنفین میں نامور محققین شامل ہیں
 - جو ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر ملک کے طول و عرض میں تبلیغ و اصلاح کو نیندہ سرنگام ہے
 - بہترین سفید کاغذ اور گونا گوں خوبیوں کے باوجود زبردل انتہائی مناسب ہے
 - جو قطب العالم غوث العارفین ائمہ الکاملین علامت پرستید جماعت اَلْوَارِثَانِ دہلی دہلی ہندوستان کی زیر نگرانی ہے
 - جو قطب الاقطاب شہناش آفرین علامت پرستید جماعت اَلْوَارِثَانِ دہلی دہلی ہندوستان کی زیر نگرانی ہے
 - جسے جامع شریعت و طریقت واقف روز معرفت و حقیقت مرد حقانی، نقشبندش لاکھنؤ
 - حضرت الحاج جناب پیر سید عابد حسین شامی صاحب زیادہ لاکھنؤ (فاضل جامعہ ترمذیہ) کی سرپرستی حاصل ہے
- دکوٹ - خود پڑھیے اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دیجیے

۲۔ بَزْمِ لاکھنؤ پاکستان

مرکزی دفتر مبارک شاہ لاکھنؤ علی احمد علی پور سید صاحب

قطب العالم علامت پرستید جماعت اَلْوَارِثَانِ دہلی دہلی ہندوستان کی نسبت سے۔ (مستطعمہ کتب بینی)
 ہمارے ولی نعمت قازن شدوہدایت عظیم البرکت علامت پرستید جماعت اَلْوَارِثَانِ دہلی دہلی ہندوستان کی نسبت سے۔
 قدس متوا القعدانی نے رکھی ہے۔

انتظامیت اور نظم و ضبط پر دین کی نشر اشاعت ایسے امور اس کے بنیادی مقاصد ہیں۔ عالمگیر انٹرنیٹ کے دور میں جو آند
 اہل حق و راستگی بہت مری ہے۔ لمبیے اور ایک دل کلیل کی تمام کلیل اس کے واسطے ہر دین کی نشر اشاعت کو سمجھتی ہے
 جَزَاكَ اللهُ فِي الدَّارَيْنِ
 محمد صدیق ضیا (رکن مرکزی مجلس شوری
 بزم لاکھنؤ پاکستان)

امام الواصلین، غوث العارفین، قطب الکاملین، فرد الافراد، واسبُ نرود، محبوب سبحانی،
شعبان لامکانی، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الحاج پیرسید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی
نقشبندی قادری، چشتی، بہروردی، قدس سرہ الغمدانی

اور

قطب الاقطاب، غوث الانبیاء، شہنشاہ فقر و ولایت، خاتن رشد و کرامت، زبدۃ العارفین،
عمدۃ الواصلین، اعلیٰ حضرت الحاج پیرسید علی حسین شاہ صاحب نقشب لاثانی قدس سرہ النورانی
اور عارف حقان قیوم زمانی قاسم فیض لاثانی نقشبند نقشب لاثانی جامع شریعت و طریقت حضرت
الحاج پیرسید عابد حسین شاہ صاحب قدس سرہ النورانی کا

مرکزی عرس مبارک

ہرسال - یکم اور دو اکتوبر کو
بمقام :- دربار شاہ لاثانی و دربار نقشب لاثانی علی پور سیدان
منعقد ہوتا ہے

زیر اہتمام :-
فخر و درمان سادات قاسم فیوض و برکات پیر طریقت
و بہر شریعت اعلیٰ حضرت پیرسید محمد ظفر اقبال شاہ
دانت برکاتہم القہ سمیہ زریب آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینہ عابدہ
سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان

مشائخ کرام چورہ شریف

نہر سہری پرستی
ایک خصوصیت - محدثین، مفسرین، مفتیان دین، خطباء، علماء اور شعرا کا عظیم اجتماع عقیدت مند عالمگیر
سمندر ہوتا ہے

جو حق درجوں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کیجئے

قطب الاقطاب، موش الاغیثا، شہنشاہ وقت، سر و ولایت، خاندانِ رشد و ہدایت

عمدۃ الواصلین، زبدۃ العارفين، اعلیٰ حضرت الحاج پیرید علی حسین شاہ صاحب

نقشِ لاثانی، قدس سرہ النورانی علی پوری کی یاد میں

عظیم الشان

نقشِ لاثانی کا لافس
سالانہ

ہرسال - بتاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۹۹ بمقتلہ مرکز تجلیات - جامع مسجد، دربار حضرت
دانا گنج بخش علیہ الرحمۃ - لاہور

زیرِ صدارت:

جامع شریعت و طریقت، عارف معارف حقیقت - مخدوم الاصفیاء،
فخر الاولیاء، قاسم فیض لاثانی، نقشہ لاثانی، حضور قبیلہ عالم، الحاج
پیرید عابد حسین شاہ صاحب، قدس سرہ النورانی کے

خلف اکبر اور سجادہ نشین پیر طریقت، سید شریعت، علامہ حضرت پیر سید محمد ظفر اقبال شاہ راست برکاتہم العالیہ
ذیب آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینہ عابدیہ علی پور شریف، سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان

ملک کے نامور مشائخ عظام، مہتمم علمی کرام، شعرا، حضرات اور نعت خوانان شریں، اس کا ہم غنیر بڑنا

عوام جوق در جوق تشریف لاتے ہیں اور ایک مثالی پیر و گرام ہوتا ہے

آپ بھی تشریف لائیں اور مرکز تجلیات پر لاثانی فیوض و برکات حاصل کریں

فضائل بزرگوار آیت الہیہ یاد ہے آنک

یہ راوی نعرہ توحید آباد ہے آنک



مُصَنَّف

حضرت مولانا بخش مصطفیٰ علی خان نقشبندی عتی

خلیفہ اعظم حضرت پیر جماعت سلی شاہ محمد علی پوری ازخدا

تقدیم و ترتیب

مولانا محمد شمس الدین قسومی

قادی رضوی کتب خانہ گنج بخش رڈ لاہور

وَلَا تَقُوتَنَّ الْأَوَانِي مِنْ مِسْرَتِي وَتُوتَنَّ



شیخ ابن باز نجدی کی کتاب عقیدۃ المسلم کا تعاقب

تالیف لطیف

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی

(ایم اے)

قادی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور



تصنیف
ابو الحسن علی بن عثمان بن الجلابی، الجویری، لعش زنوی
راشد علی بن عثمان

دیساجہ
شمس بریلوی
روزنامہ

ترجمہ
الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی
حزراشد علیہ

قادی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

حضرت علیؓ
 حضرت ابراہیمؑ
 حضرت یونسؑ
 حضرت زکریاؑ
 حضرت اسماعیلؑ
 حضرت عیسیٰؑ
 حضرت یحییٰؑ
 حضرت ادریسؑ
 حضرت اسحاقؑ
 حضرت یوسفؑ
 حضرت موسیٰؑ
 حضرت ہارونؑ
 حضرت داؤدؑ
 حضرت سلیمانؑ
 حضرت داؤدؑ
 حضرت سلیمانؑ
 حضرت داؤدؑ
 حضرت سلیمانؑ
 حضرت داؤدؑ
 حضرت سلیمانؑ

تختہ نقادین
 ہمزلا سرار
 خفیہ نعت
 جہان اولیاء

لیل
 الطاہرین

حقائق بخشش

تفسیر صحیح الخاطر
 مناقب شیخ عبدالقادر
 مکتبہ اسلامیہ

تذکرا
 مجاہدین اسلام

اصحابِ نبویؐ

فیوضِ نعتِ یزدانی

تذکرۃ الاولیاء
 ترجمہ شیخ الہادی

معجزاتِ رسول کریمؐ

سیرت
 خلیفۃ منورؑ

شانِ حبیبِ المعتم
 روایاتِ المسلم

مولانا نورانی رحمہ
 بارہ تیسریں

حق جو ہے
 وہ سب کا ہے

کتبہ المجرّب

ایمانی کمپوزیشن
 دورانِ طالع

اللہ کے حقائق

بزرگ

غور و نظر
 حضرت عبدالقادر
 مکتبہ اسلامیہ

اللہ کے حقائق

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش لائبریری لاہور 042-7213575

کیا آپ جانتے ہیں
 سچا دعوت